سوانح عمری

حضرت ابوذر غفاری

از

الحاج سید بشارت شکوہ

کاشمیری

پبلشر

حسینی مشن - محلہ سیاہ - جونپور

طابع: نظامی پریس لکھنؤ جنوری ۱۹۸۲ء

قیمت: بارہ روپے

ہماری دیگر مطبوعات

مسائل جعفریہ	مصنفہ :	حاجی علی انصر صاحب مرحوم	قیمت ۶/
اشرف المجالس	"	جناب اشرف العلما مولانا ابوالحسن صاحب قبلہ مجتہد	" ۴/۵۰
عقیدۂ رجعت	"	مولانا سید محمد عبادت النقوی صاحب	" ۱/۵۰
اظہار حق	"	الحاج جناب مولانا ملا محمد طاہر صاحب	" ۳/=
سوانحعمری ابوذر غفاری	"	سید الحاج بشارت حسین شکوہ	" ۴/۵۰
کربلا سے مدینہ تک	"	الحاج سید بشارت شکوہ	" ۳/=
مذہب اثنا عشری	"	جناب حجۃ الاسلام مولانا سید محسن نواب صاحب مرحوم	" ۳۰/=
مجاہدہ حسینی کے زیر سایہ حسینین کی شہادت	"	"	۱/=
موقف حُر بن یزید ریاحی	"	الحاج مولانا سعادت حسین صاحب قبلہ	" ۳۰/=
باغیوں کے گروہ	"	عالیجناب سید مولانا کلیم سید محمد قاسم صاحب	" ۵۰/=
خون آشام ولیعہدی	"	عالیجناب سکندر حسین صاحب قبلہ	" ۳۰/=
سقیفے سے کربلا تک اور فاتح اعظم	"	عالیجناب مولانا مرزا احمد اطہر صاحب	" ۵۰/=
اثر استغاثہ سید الشہداء	"	مولانا سید جرار حسین صاحب جونپوری	" ۷۵/=
مظلوم کربلا۔ اور	"	جناب سید شبیہ الحسن صاحب نونہروی	" ۳۰/=
کربلا کی دو راتیں	"	جناب سید سجاد حسین صاحب سنبھلی	۳۰/=
جواہرات انیسؒ	"	مرزا امیر علی جونپوری	۹/=

اُن کے نام

جنھیں اس پر یقین ہے کہ:۔

" اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اسکو خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ اُن کو اس دن بڑے عذاب کی خبر سنا دو، جس دن وہ مال دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائیگا، پھر اُس سے اُن کی پیشانیاں اور پیٹھے داغے جائیں گے (اور کہا جائیگا کہ) یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا (اب) اس کا مزہ چکھو۔"

(قرآن کریم)

آوازِ حق	,, سید الحاج بشارت حسین شکوہ	قیمت ۱/۵۰
نوائے حق	,, غفار احمد خاں از جونپوری	,, ۲۵/=
معراج انسانیت	,, مولانا سید محمد عبادت النقوی صاحب	,, ۶/=
مختار نامہ مکمل	بڑا سائز	۱/
امام المبین		,, ۴/۵۰
منتخب مراثی	,, مرزا امیر علی جونپوری	,, ۲/=
انتخاب رباعیات انیسؔ	,, مرزا امیر علی جونپوری	,, ۴/۵۰
دعائے نور		,, =/۵۰
حدیث کساء (زیارت)	بلاک پر طباعت	,, =/۵۰

ہر قسم کے قرآن شریف اور مذہبی کتابیں ہم سے

طلب فرمائیں

منیجر

اردو پبلشرز لکھنؤ

(یو - پی)

قارئینِ کرام

ڈاکٹر وسیم احمد لیکچرار شعبۂ معاشیات یونیورسٹی آف ملایا کوالالمپور میرے مخلص ترین احباب میں سے ہیں۔ موصوف کے دولت خانے سے میرا غریب خانہ تقریباً پندرہ میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس کے باوجود ہم دونوں کی نشست تقریباً روزانہ ہوتی ہے۔

میں طبیعتاً بڑا حریص ہوں۔ اپنے ہر دوست سے کچھ حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ وسیم صاحب سے میں اکثر ایسی بات چھیڑتا ہوں کہ وہ مجبوراً علمِ معاشیات پر کچھ روشنی ڈالیں تاکہ میں کچھ حاصل کر لوں۔ وسیم صاحب بڑے سلطان صفت انسان ہیں۔ آپ اکثر معاشیاتِ اسلام پر تبصرہ کرتے ہیں حالانکہ آپ کا...... موضوعِ تحقیق اسلام نہیں ہے۔ کبھی خمس پر بحث ہے تو کبھی زکوٰۃ کا تذکرہ۔ کبھی خیرات کا ذکر ہے تو کبھی خرچ پر گفتگو۔

معاشیاتِ اسلام کے تذکرے میں حضرت ابوذر غفاری صحابیٔ رسولِ کریمؐ کی ذات خود بخود ابھر کر موضوعِ سخن بن جاتی ہے۔ اکثر جب سوشلزم یا کیمونزم پر تبادلۂ خیالات ہوا تو اس بات کا شدت سے احساس ہوا کہ ابوذر غفاری کی شخصیت اور آپ کے معاشی نقطۂ نگاہ پر ایک مدلل کتاب کی

ضرورت ہے تاکہ دنیا کو معلوم ہو کہ اشتراکیت اور مساوات اجزاء اسلام ہیں۔

اسلام اپنے دستور العمل قرآن میں بار بار اعلان کر رہا ہے کہ دنیا کی ساری دولت تمام بنی نوع انسان کا حق ہے نہ کہ چند نفوس کی ملکیت۔ اسلامی نقطۂ نگاہ سے کوئی امیر ہے نہ کوئی غریب۔ ہر انسان کو حکم ہے کہ وہ صرف محنت کرکے کمائے اور دوسروں کی محنت پر عیش نہ کرے بار بار اعلان ہو رہا ہے کہ اپنی ضروریات زندگی پر صرف کرنے کے بعد جو مال و دولت بچے اس کو دیگر صاحبان ضرورت پر خرچ کیا جائے۔ اور جو ایسا نہ کرے گا وہ اللہ کے مال میں خیانت کرے گا۔

اس کتاب میں یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ **اسلام** مذہب نہیں بلکہ دین ہے۔ اور دین اطاعت خداوندی کے تحت ایک مکمل سیاسی نظریہ حیات ہے جسے اسلام کہتے ہیں۔

قرآن پاک کی ان آیات کو جمع کیا گیا ہے جن میں دولت کے انبار لگانے پر، دولت پر فخر کرنے پر، دولت کو مخصوص کرنے پر مذمت کی گئی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ حضرت ابوذر غفاری کی شخصیت پر روشنی ڈالتے ہوئے ان کے اجتہاد پر بحث کی گئی ہے اور ان طاقتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے جو ابوذر کے مسلک کے خلاف استعمال ہوئیں۔

اسلام اور تاریخ اسلام کی یہ بدقسمتی ہے کہ اس کا کوئی موضوع ایسا نہیں ہے جس پر بحث کرنے میں کسی نہ کسی فرقے کے جذبات سے ٹکراؤ نہ ہو۔ بہرحال کوشش کی گئی ہے کہ صرف وہ حوالے دیئے جائیں جنھیں

جمہور اسلام کے اہم نمائندے تسلیم کرچکے ہیں۔

متعدد مورخین اور محدثین جن پر مجھکو کامل اعتماد ہے ان کا حوالہ دینے سے اس لئے پرہیز کیا ہے کہ جمہور مسلمین ان پر جانبداری کی مہر لگا چکے ہیں۔

افسوس ہے کہ اس کتاب کو شروع کرنے کی اس وقت مہلت ملی جب میرے رفیق ڈاکٹر وسیم صاحب اپنی مزید تحقیق کے سلسلے میں امریکہ جاچکے تھے۔ ورنہ یقیناً موصوف کے خیالات سے کتاب میں چار چاند لگ جاتے۔

آج مسلمانوں میں نہ جانے کتنے فرقے ہیں۔ کوئی ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتا ہے تو کوئی ہاتھ کھول کر۔ کوئی زکوٰۃ کو کافی سمجھتا ہے اور کوئی زکوٰۃ کے ساتھ خمس کی ادائیگی بھی ضروری سمجھتا ہے۔ کسی کے درود میں کچھ الفاظ ہیں اور کسی کے درود میں کچھ، اذان کا فرق ہے وغیرہ وغیرہ۔ مگر یہ تمام اختلافات مذہبی ہیں۔ دینی اختلافات تو دو یا تین سے زیادہ نہیں۔ دینی اختلافات میں ایک اہم اختلاف سوشلزم اور کیپٹلزم کا ہے۔ آخر فرمانروائے بنی امیہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا تھا کہ

"درحقیقت اس امت میں کوئی اختلاف اپنے رب اور اپنے دین اور اپنے نبی اور اپنے دین کی کتاب کے بارے میں نہیں ہے بلکہ دینار و درہم کے بارے میں ہے۔ خدا کی قسم میں کسی کو نہ باطل طریقے سے دوں گا۔ نہ کسی کا جائز حق روکونگا۔ میں جب تک اللہ کا مطیع رہوں میری اطاعت کرو۔ میں

اللہ کا نافرمان ہو جاؤں تو میری اطاعت ہرگز تم پر لازم نہیں ہے۔"

(ماخوذ از کتاب خلافت و ملوکیت صفحہ ۱۸۸

مصنفہ مولانا ابو الاعلیٰ مودودی)

میرا عقیدہ ہے کہ آج جب ساری دنیا سوشلزم کے نام پر لبیک رہی ہے اس وقت اگر مسلمان بھی اس دینار و درہم کے اختلاف کو پہچان لیں، اور اسلامی سوشلزم کو لبیک کہیں تو مسلمانوں کا اختلاف بڑا تنگ نظر آئیگا۔ بات صرف اتنی ہے کہ صحیح کو صحیح کہنے کی جرأت کے ساتھ غلط کو غلط کہنے کی ہمت بھی ہو۔

کسی اصول پر غور کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ کچھ دیر کے لئے انسان غیر جانبدار بن جائے تاکہ دل و دماغ کو عدل و انصاف سے فیصلہ کرنے کا موقع ملے۔

قرأت کی روانی کو قائم رکھنے کی خاطر زیر بحث آیات قرآن کا صرف ترجمہ بحوالہ سورہ اور آیت نمبر تحریر کیا گیا ہے۔ لیکن ختم کتاب کے بعد مذکرہ آیات عبارت کی ترتیب کے لحاظ سے اصل عربی میں درج کر دیگئی ہیں تاکہ کسی آیت کے معنی پر اگر اصل عبارت دیکھنی ضروری ہو تو دیکھی جا سکے۔ لیکن جو آیات ایک بار سے زیادہ زیر بحث آئی ہیں اُن کی عربی عبارت صرف ایکبار ہی درج کی گئی ہے۔

حوالہ جات کتب کے لئے نمبر دیکر حاشیوں میں انھیں درج کرنے کے بجائے ختم عبارت کے بعد ہی تحریر کر دیا گیا ہے۔

میرے سعید دوست عالم قرآن ڈاکٹر وقار احمد حسینی لیکچرار شعبۂ ٹیننگ مجلس امانت رعیت، شاہ عالم ملیشیا اور فاضل محترم ڈاکٹر ابو الحسن لیکچرار شعبۂ اسلامیات یونیورسٹی آف ملایا شکریئے کے مستحق ہیں کہ ان سے اکثر مجھکو لغات کی مدد ملتی رہتی ہے۔

بہر حال یہ واضح کر دینا مناسب ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ متذکرہ بالا تینوں حضرات کو میرے خیالات سے عموماً اور عقائد سے خصوصاً اتفاق ہو۔ لیکن یہ کتاب لکھی اس لئے گئی ہے کہ نہ صرف یہ حضرات بلکہ ان کے جیسے تمام ذی علم اور ہوشمند حضرات کسی صائب نتیجے پر پہونچ سکیں۔

میرے عزیز دوست ڈاکٹر سید ناصر رضا کاظمی لیکچرر شعبۂ انگریزی یونیورسٹی آف ملایا بھی کم شکریئے کے مستحق نہیں جن سے مذہب کے موضوع پر مشاہیر عالم کے اقوال کی تلاش میں بڑی مدد ملی۔

یہ طے شدہ بات ہے کہ کوئی شوہر اپنی شریکۂ حیات کے تعاون کے بغیر کسی مہم میں کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔ اس لئے میں اپنی اہلیہ بیگم شکوہ کے تعاون کا متشکر ہوں۔

ان تمام حضرات کے تعاون کے باوجود بھی اس کتاب کی تکمیل ناممکن تھی اگر میرے شریر بچے اسلام اور اکرام دوران تصنیف اپنی شرارت میں کمی نہ کر دیتے۔ اس لئے میں ان کا بھی متشکر ہوں۔

میں اپنے کرمفرما جناب امیر علی صاحب کا بیحد ممنون ہوں کہ وہ اس کتاب کے بارے میں خطوط کے ذریعے مجھکو اکثر جھنجھوڑتے

رہے اور آج خدا کی عنایت سے یہ وقت آیا کہ ان کو روانہ کر رہا ہوں کہ شائع فرمائیں۔

کاش کاتب حضرات نظرِ کرم رکھیں تاکہ ان کا بھی تہِ دل سے شکریہ ادا کر سکوں۔ وما توفیقی الا باللہ۔

شکوہ عفی عنہ

۲۶ر دسمبر ۱۹۷۲ء

آدمؑ کے جسد خاکی میں روح آنے کے بعد ہی یا جب سے انسان اپنے حواس خمسہ کو استعمال کرنے لگا اس کا مزاج کسی برتر شئے کی طرف مائل ہوگیا۔ اولاد آدم کو خود بخود اپنی عاجزی کا احساس ہوا اور ہر وہ شئے جسے اُس نے اپنے سے زیادہ طاقتور پایا اُس کی عبادت کا مرکز بن گئی۔

اُس نے کبھی چاند کی پرستش کی تو کبھی سورج کی، کبھی ستاروں کے سامنے گھٹنے ٹیکے تو کبھی درختوں کو سجدہ کیا، کبھی پتھر کے سامنے دعا کیلئے ہاتھ بلند کئے تو کبھی دریاؤں کی لہروں سے اپنا مدعا بیان کیا۔

عموماً انسان کا شعار یہ رہا ہے کہ وہ ہر اُس شئے کے سامنے جھک جاتا ہے جس سے یا تو کوئی بڑا فائدہ ہو یا اس کو یہ خوف ہو کہ وہ شئے اُس کو نقصان پہنچا دیگی۔

وہ گائے کی عبادت کرتا ہے اس لئے کہ اس کو یہ خیال ہے کہ گائے کے دودھ سے اُس کے بچے پلتے ہیں اور گائے کے بچے اُس کی

کھیتی میں بڑے کار آمد ثابت ہوتے ہیں۔ اگر آج سے ہزار سال پہلے ہر کیڑا ہوتا تو عجب نہ تھا کہ وہ اس کے سامنے بھی سر نیاز خم کر دیتا۔

وہ درختوں کی پوجا کرتا ہے اس لئے کہ اس کو یہ احساس ہے کہ درخت سے ہوا نکل کر اس کو سانس دیتی ہے۔ اگر سانس نہ ملے تو وہ مر جائے۔ اس کے علاوہ درخت کے سائے سے اس کو آرام ملتا ہے۔

وہ دریا کی پرستش کرتا ہے اس لئے کہ اسے یہ خیال ہے کہ اگر دریا نہ ہوتا تو پانی نہ ہوتا۔ وہ پیاس سے ہلاک ہو جاتا۔ اس کی کھیتیاں کبھی سیراب نہ ہو پاتیں۔ لیکن وہ کنوئیں کی عبادت نہیں کرتا اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ کنوئیں کا کھودنا اس کے بس کی بات ہے۔

وہ تلسی کے پیڑ کی پوجا کرتا ہے صرف اس یقین پر کہ تلسی کی پتی اور تلسی ہوا بہت سے مہلک امراض کی شفا کا ذریعہ ہیں۔ وہ خود اپنے اوزاروں کو پوجتا ہے اس لئے کہ وہ اس کی روزی کا ذریعہ ہیں۔

وہ چیچک اور ہیضے جیسی بیماریوں کی منت سماجت کرتا ہے اس لئے کہ اسے یہ یقین ہے کہ وہ ان پر حاوی نہیں ہو سکتا۔ اگر اس نے ان امراض کی خوشامد نہ کی تو اس کی بستی تباہ ہو جائیگی۔

وہ سانپ کی پوجا کرتا ہے۔ اس کے سامنے نوش جان کے لئے دودھ پیش کرتا ہے کہ وہ اسے ڈس نہ لے۔

غرض جس شئے سے فائدہ ہو وہ اس کے سامنے جھک جائے اور جس شئے سے اُسے نقصان ہو یا نقصان کا ڈر ہو وہ اسکی منت کرنے لگے۔

یہ بھی ایک قسم کی عبادت ہے کہ وہ دولت سے محبت کرتا ہے۔ اُس کو عظیم سمجھتا ہے، اُس کی پرستش کرتا ہے، اُسے لکشمی پکار کر اُس کی فرضی تصویر بناتا ہے اور پھر اپنی بنائی ہوئی تصویر یا مورتی کے سامنے سجدے کرتا ہے۔ اُس کے سامنے ہاتھ باندھ کر ادب سے کھڑا ہوتا ہے، اُس کے تہوار مناتا ہے، ہر وہ اچھی یا بُری بات کرنے کو تیار رہے جس کے ذریعے دولت ہاتھ لگے۔ یہ بھی دراصل دولت کی دل و دماغ سے محبت ہے۔ اگر انسان خود دولت کی دیوی کو اپنی طرف مائل نہیں کر پاتا تو کسی دولتمند کے سامنے سر جھکاتا ہے، دولتمند کے اشاروں پر ناچتا ہے اور دولتمند کی فرماں برداری کو عیب نہیں سمجھتا۔ یہ سب کچھ اس لالچ میں کرتا ہے کہ شائد دولتمند کی خوشامد سے کچھ حصہ اس کے ہاتھ بھی آجائے۔ یا یہ کہ دولتمند اس کو نقصان نہ پہنچا دے۔ وہ انہیں خیالات کے تحت اقتدار، کرسی اور طاقت کے سامنے سرِ نیاز جھکا دیتا ہے، یا اس لئے کہ کچھ بطور انعام اس کے حصے میں بھی آجائے یا اس خوف سے کہ صاحب اقتدار اس کو کچل نہ دے۔

اور شائد یہی وجہ ہے کہ وہ دولت، طاقت، اقتدار اور کرسی وغیرہ پا کر یہ توقع کرتا ہے کہ وہ لوگ جنکو یہ میسر نہیں ہیں یا جنکو اس سے کم میسر ہیں وہ اس کی عبادت کریں اور اُس کے اشاروں پر ناچیں۔ عبادت انسان کی سرشت میں داخل ہے اور اسی کو مذہب کہتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ جس شئے کے سامنے سجدہ کرے اُسے خدا ہی مانے۔ وہ بعض چیزوں کو خدا کا اوتار، بعض کو خدا کی صفات کا جز، بعض کو خدا کا ذریعہ اور بعض کو خدا کا بیٹا سمجھ کر اس

ذریعے سے اپنی دانست میں خدا کی عبادت کرتا ہے۔

جب سے دنیا قائم ہوئی انسان کسی نہ کسی مذہب کی تلاش میں ہے وہ بات دوسری ہے کہ بیک وقت و بیک زمانہ جغرافیائی فاصلوں کی وجہ سے یا معاشی حالات کی بنا پر انداز تلاش میں فرق ہو۔

آج سے اُنیس سو سال (۱۹۰۰) پہلے پلیوٹارش PLUTARCH نے کہا تھا:-

"تمام دنیا میں گھوم کر دیکھ لیجئے آپ کو بغیر چہار دیواری کے شہر ملیں گے۔ ان میں ممکن ہے کہ سائنس کی علامات نہ ملیں ہو سکتا ہے کہ چند خطے بغیر کسی حکمراں کے رہے ہوں، ہو سکتا ہے کہ ایسی علامات ملیں کہ وہاں کبھی محل بنے ہی نہ تھے، یہ بھی ممکن ہے کہ ایسے ثبوت فراہم ہوں کہ وہاں کبھی خزانے تھے ہی نہیں، ممکن ہے کہ یہ بھی ثابت ہو جائے کہ وہاں کسی کے پاس کبھی دولت ہوئی ہی نہ تھی۔ یہ بھی ثبوت فراہم ہو سکتے ہیں کہ اس دیار میں کبھی تفریح کے تھیٹر تھے نہ کھیل کود کے میدان، مگر یہ ناممکن ہے کہ کسی جگہ کے لئے یہ ثابت ہو جائے کہ کبھی وہاں کے لوگ عبادت نہ کرتے تھے یا اُن کے بتخانے نہ تھے، یا وہاں کسی نے مذہب کا سبق نہیں دیا!"

(ہومینٹی اینڈ ڈیٹی از ڈبلیو۔ ایم اربیا ص ۱۵ ـــــــــــــــ)

HUMANITY AND DIETY—W.M. URBIA.

" لفظ مذہب کی تعریف بڑی مشکل ہے۔ بلکہ آج تک اس کی مجموعی پر تعریف ہو ہی نہ سکی "

(انٹرنیشنل ایڈیشن آف انسائیکلوپیڈیا امریکہ مطبوعہ نیویارک باب ۲۳ صہ ۳۴۲)

INTERNATIONAL EDITION OF ENCYCLOPEDIA AMERICA, PRINTED NEWYORK, VOLUME 23 PAGE 342

اور ہر شخص نے اس لفظ کی تعریف اپنے معیار فکر کے مطابق کی جو عموماً ایک دوسرے سے جدا ہے اور بعض معاملات میں ایک دوسرے کی تردید کرتی ہے۔

اردو کی مقبول ترین ڈکشنری لغات کشوری سے معلوم ہوا کہ یہ لفظ عربی ہے جس کے معنی ہیں

" راہ، رستہ، جگہ پانے اور چلنے کی۔ مجازاً دین، آئین "

مترجم نے پہلے تو لفظی معنی صحیح لکھے اور اس کے بعد مجازی معنی میں دھوکا کھایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام ایک دین ہے اور اسلام کو غلطی سے مذہب بھی کہا جاتا ہے۔ اس لئے مترجم نے مذہب اور دین کو ایک کر دیا۔ یہ غلطی محض غلط العام کو ذہن میں رکھتے ہوئے ہوئی۔ پھر مذہب کے معنی میں دین کا بھی اضافہ کر دیا۔ مترجم کے ذہن میں یہ بات بھی تھی کہ اسلام ایک مکمل آئین لیکر آیا ہے۔ اس نے جب مذہب کے

معنی دین لکھ چکا تو " آئین " بھی بڑھا دیا - آیئے تلاش کی جائے کہ دیگر لغات (ڈکشنریوں) میں لفظ " مذہب " کے کیا معنی بتائے گئے ہیں -

فارسی سے انگریزی کی بین الاقوامی ڈکشنری مرتبہ ایف ، اسٹین گاس (F. STEIN GASS) میں بتایا ہے کہ مذہب " ذہَبَ " سے بنا ہے جس کے معنی ہیں GOING (جانا) WALKING (چلنا) PASSING ALONG WAY (کسی راہ پر چلنا) MANNER (طریقہ) COARSE (قاعدہ) CODE OF CONDUCT (طریقۂ عمل ، لائحۂ عمل) RELIGIOUS OPENION (نکتۂ عمل) DOCTRINE (مذہبی نقطۂ خیال) DEEN (دین) -

مجھکو تمام معنی سے اتفاق ہے مگر آخر میں لفظ " دین " سے بالکل اتفاق نہیں - پھر وہی ہوا کہ تمام لغوی معنی درج کرنے کے بعد مصنف کا دھیان لفظ " دین " پر گیا جو عموماً بمعنی مذہب استعمال ہونے لگا ہے ! وہ چونکہ مترجم مروجہ اور مستعمل الفاظ درج کر رہا تھا اور کسی لفظ کے معنی کی تحقیق نہیں کر رہا تھا اس لئے لفظ " دین " بھی درج کر دیا -

یہ وجہ یہ بھی ہے کہ مصنف خود مذہباً یہودی ہے اس لئے اُسے دین کا صحیح طور پر مقصد اور موقف نہیں معلوم - چنانچہ وہ جس طرح یہودیوں کو یہودی مذہب کے ماننے والے ، عیسائیوں کو عیسائی مذہب کے

ماننے والے اور بدھوں کو بدھ مذہب کے ماننے والے سمجھتا ہے اسی طرح
مسلمانوں کو "مذہب اسلام" کا ماننے والا جانتا ہے۔ اور چونکہ مسلمانوں
میں اسلام کے لئے لفظ "دین" استعمال ہوتا ہے اس لئے اس نے
دین کو مذہب کے ہم معنی خیال کیا۔

لیکن انسطوان الیاس کی عربی ڈکشنری مطبوعہ قاہرہ میں لفظ "دین"
کے معنی ریلیجن RELIGION یعنی مذہب درج ہیں۔ اس کے علاوہ
FAITH (عقیدہ) BELIEF (یقین) یا بتائے گئے ہیں۔ یہاں
بھی دین کے معنی میں RELIGION (مذہب) لکھتے ہوئے مترجم
نے وہی غلطی کی ہے جو ایف اسٹین گاس نے کی کہ مذہب اور دین کو ایک
کر دیا یا ہم معنی کر دیا۔ یہ ملحوظ رہے کہ الیاس گو عرب ہے مگر مسلمان نہیں
بلکہ عیسائی ہے اور اسلام کو مذہب سمجھنے کی وجہ سے دین کو مذہب کے معنی
اس لئے پہنا رہا ہے کہ وہ مسلمانوں کو مذہب اسلام کے ماننے والے
سمجھتا ہے۔

لیکن اسی ڈکشنری میں لفظ "مذہب" کی وضاحت کرتے ہوئے
"ذہب" کے معنی TO BE OF OPENION (نقطہ نگاہ رکھنا)
بتایا گیا ہے۔

غور کرنے کی بات ہے کہ "دین" کے معنی بھی ریلیجن بتائے
گئے ہیں اور مذہب کے معنی بھی ریلیجن بتائے گئے ہیں۔

چونکہ ان دونوں الفاظ کے معنی مشترک طور پر RELIGION

بتائے گئے ہیں۔ اس لئے مناسب ہے کہ اس مشترکہ لفظ کے معنی تلاش کئے جائیں اور تھوڑی دیر کے لئے فرض کر لیا جائے کہ مذہب اور ریلیجن ایک ہی چیز کے نام ہیں اور صرف زبانوں کا فرق ہے۔

چونکہ یہ لفظ انگریزی ہے اس لئے انگریزی زبان کی سب سے مستحکم لغت (DICTIONERY) آکسفورڈ انگلش ڈکشنری اور اس کا بھی سب سے واضح اور ضخیم اڈیشن دیکھا جائے۔

(O.E.D) آکسفورڈ انگلش ڈکشنری نے لفظ " ریلیجن " کی تین صفحات میں ۴۱۰ تا ۴۱۲ پر بڑی تفصیلی وضاحت کی ہے جس کو بڑے اختصار سے یوں بیان کیا جاسکتا ہے:

۱۔ زندگی کا وہ دور جو روحانی عقائد کی گرفت میں ہو۔

۲۔ ایک مخصوص درویشانہ یا روحانی حکم یا قانون۔

۳۔ مظاہرۂ عقیدت کے لئے کوئی عمل یا اقدام جو کسی برتر طاقت کو خوش کرنے کے لئے ہو۔

۴۔ عبادت یا عقیدت کا مخصوص طریقہ۔

۵۔ انسان کا کسی ان دیکھی طاقت کو تسلیم کرنا جو لائق عبادت ہو۔ جس کے قبضۂ قدرت میں اس کا وجود ہو۔ جو لائق تعظیم ہو اور جس کا حکم ماننا ضروری ہو۔

۶۔ کسی اصول سے عقیدتمندی، وفاداری، لگاؤ یا واسطہ ہونا۔

ریلیجن یا لفظ مذہب کے معنی مذکورۂ بالا مقبول عام مستحکم لغات میں

دیکھ لے جس سے میری سیری نہ ہو سکی۔

آیئے اب دیکھیں کہ مذہب جسے انگریزی زبان میں ریلیجن کہتے ہیں اس کے بارے میں مشاہیر عالم نے کیا کہا ہے۔

کانٹ (KANT) نے کہا کہ مذہب انفرادی نقطۂ نظر سے اُن فرائض کو تسلیم کرنے کا نام ہے جو انسان اپنے خالق کی طرف سے عائد کردہ سمجھتا ہے۔

(دی کریٹیک آف پیور ریزن - کانٹ)

THE CRITIQUE OF PURE REASON BY KANT,

فیلسوف شیل ماشر SCHEIL MACHER اس نتیجہ پر پہونچا کہ " ہر شئے کو کل کا ایک جزو سمجھنا اور ہر محدود کو ایک لا محدود کا حصہ جاننا مذہب ہے "

امریکی فیلسوف ولیم جیمس WILLIAM JAMES کے خیال سے " مذہب ان احساسات، اعمال اور تجربات کا نام ہے جن کے ذریعے انسان اپنی انفرادی اور تنہا حیثیت میں کسی عظیم ترین شئے سے واسطہ رکھتا ہے "

کالورٹن CALVERTON نے کہا کہ " طلسم اور مذہب کی ارتقاء ایسے ذریعے کے لئے ہوئی جس سے انسان کو یقین ہوا کہ وہ اپنے گرد و نواح پر قابو پا سکیگا۔"

علم ریاضیات کے ماہر فلسفی پروفیسر اے، این وھائٹ ہیڈ

A.N. WHITE HEAD نے کہا۔ مذہب ایک ایسا کام ہے جو انسان تنہائی میں اپنے لیے کرتا ہے۔

(سائنس اینڈ دی ماڈرن ورلڈ کے مصنف پروفیسر اے۔ این۔ وائٹ ہیڈ)

SCIENCE AND THE MODERN WORLD

ایک دوسرے موقع پر اسی پروفیسر نے اپنی مشہور کتاب میں کہا کہ

"مذہب وہ قوت تزکیہ ہے جو انسان کے نفس کو پاک کرے"

پھر اسی پروفیسر نے کہا

"ایک چیز جو انسان کے سامنے پیچھے اور اس کے اندر ہے — ظاہری چیزوں کی رو سے بالکل مختلف۔ ایک حقیقت جس کا انتظار ہو۔ ایک شے جس کا بظاہر ناممکن سا معلوم ہو مگر پھر بھی سب سے بڑی حقیقت ہو۔ ایک ایسی چیز جو ہر چیز کو معنی دے مگر ادراک کی گرفت سے باہر ہو۔ ایک ایسی شے جس کے حصول سے سب سے بڑی بہتری حاصل ہو مگر جس کا حصول ممکن نہ ہو۔ ایک ایسی شے جو انسان کا مقصد حیات ہو مگر جس کی تلاش میں ناکامی ہو اسی کا نام مذہب ہے"

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ پروفیسر وائٹ ہیڈ اپنی بھرپور کوشش کے بعد ایک تعریف نکالتا ہے مگر اس کو خود بھی تسلی نہیں ہوتی۔ وہ خود اس انتھک کوشش میں ہے کہ کسی طرح مذہب کی تعریف ان کی گرفت میں آجائے۔

پروفیسر گیلووے GALLAWAY نے اپنی کتاب

"دی فلاسفی آف ریلیجن THE PHILOSOPHY OF RELIGION

میں صفحہ ۱۸۱ پر کہا کہ

"جب ہم مذہبی شعور کے نفسیاتی اجزاء اور ان کے طرز عمل پر غور کرتے ہیں تو مذہب کی کچھ تعریفیں متضاد معلوم ہوتی ہیں۔ اس وقت گمان ہوتا ہے کہ غالباً یہ نفسیاتی شعور کی کچھ منازل پر صادق آتی ہیں لیکن پھر نہیں یا یہ کہ وہ بعض ان حقائق تک نہیں پہونچتیں جو ضروری ہیں۔

اس کے بعد اس کتاب کے صفحہ ۱۴۳ پر پروفیسر لیوبا نے کہا کہ

"انسان کا عقیدہ اپنے سے ایک برتر طاقت پر ہے جس کی وجہ سے وہ اپنی جذباتی خواہشات کو مطمئن کرنا چاہتا ہے اور جس کے ذریعہ سے وہ اپنی زندگی کو مستحکم بنانا چاہتا ہے اور جس کو وہ اپنی پرستش اور خدمات کے ذریعے ظاہر کرتا ہے اسی کا نام مذہب ہے"

اے۔ سی۔ کیمبل A.C. CAMBELL نے اپنی کتاب SELFHOOD AND GOD HOOD "سلف ہوڈ اینڈ گاڈ ہوڈ" میں صفحہ ۲۴۸ پر لکھا کہ

"انسانی ذہن جس میں عقیدت اور غیر فطری وجود یا موجودات کا وہ عقیدہ جو بالاتر قوت اور جذبہ سے متعلق ہو اس کی غیر معمولی اور بے شمار انداز سے عبادت کرنا مذہب ہے"

آؤس اپیسکی OUSPESKY نے اپنی کتاب "ان سرچ IN SEARCH OF THE آف دی میریکلس

MIRACULOUS میں صفحہ ۲۹۹ پر خیال ظاہر کیا کہ

"مذہب کا دارومدار انسان کے معیار پر منحصر ہے اور ممکن ہے کہ ایک شخص کا مذہب دوسرے شخص کے لئے مناسب نہ ہو۔"

اب خود دیکھئے کہ مذہب کی تعریف پر لوگوں نے توجہ دینی شروع کی۔ بتائی کہ مذہب کسی شئے کا نام ہے اور کچھ نے مذہب جیسی شئے کی سراسر مخالفت کی اور اس پر طعن آمیز جملے کہے۔ مثلاً کارل مارکس CARL MARX نے کہا کہ

"مذہب ایک افیون ہے"

کسی دوسرے نے کہا کہ

"مذہب ایک بچکانا کھلونا ہے"

غرض لاتعداد فلسفیوں نے بے شمار تعریفیں کی ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ جتنا عقلاء نے اس موضوع پر غور کیا اتنے ہی مختلف تصورات بنتے گئے۔ اتنے ہی مختلف خاکے کھینچے گئے اور اتنی ہی مختلف تعریفیں ہوتی گئیں۔ نہ صرف یہ کہ ایک کی تعریف دوسرے سے جدا ہے بلکہ بعض کی اپنی ہی ایک تعریف دوسری تعریف کی تردید کرتی ہے یا اس سے بالکل جدا ہے۔

لیوبا LEUBA نے اپنی کتاب اے سائکولوجیکل اسٹڈی آف ریلیجن A PSYCHOLOGICAL STUDY OF RELIGION میں مذہب کے عنوان پر چالیس مختلف محققین کی مختلف تعریفیں نقل کی ہیں۔

اور ڈوکاسے DUCASSE نے اپنی کتاب اے فلاسفیکل اسکروٹنی آف ریلیجن A PHILOSOPHICAL

SCRUTINY OF RELIGION میں ان چالیس کے
علاوہ دیگر ستائیس تعریفیں نقل کی ہیں ۔

وہ لغات کے معنی ہوں کہ عقلاء کے خیالات ان تمام تعریفوں میں ایک چیز تقریباً مشترک ہے کہ عبادت یا پرستش کا نام ریلیجن (مذہب) ہے ۔ خواہ وہ کسی انداز میں ہو ۔ وہ انسان کا انفرادی فعل ہے جس میں دوسرے کو دخل نہیں ۔ وہ ایک جذبہ ہے جو انسان کے دل ودماغ میں ہے ۔ وہ ایک ایسا عقیدہ ہے جو ممکن ہے ایک کے لئے مناسب ہو مگر دوسرے کے لئے نامناسب ہو ۔ چند تعریفوں میں ایک نقطہ مشترک یہ ہے کہ مذہب کسی ان دیکھی ذات یا کسی بالاتر ہستی کی عبادت کا نام ہے ۔

ان تمام تعریفوں کو دیکھکر یہ یقین ہو جاتا ہے کہ ڈکشنریوں میں جن لوگوں نے مذہب RELIGION کے معنی " دین " لکھے ہیں انہوں نے غلطی کی ہے ۔ اس لئے کہ مندرجہ بالا تمام تعریفوں کے کسی دائرے میں " دین اسلام " نہیں آتا ۔ یا یوں کہا جائے کہ اگر اسلام کو بھی ایک مذہب سمجھا جائے تو مندرجہ بالا کسی بھی تعریف کے مطابق اسلام کو ایک مذہب کی حیثیت سے نہیں پیش کیا جا سکتا ۔

مذہب کے لئے ضروری نہیں کہ عبادت کرنے والا جانتا ہو کہ وہ کس کی عبادت کر رہا ہے ۔ مگر اسلام کے نقطۂ نگاہ سے معبود یعنی اللہ کو جاننا ، پہچاننا ، سمجھنا ، اس کی صفات کو جاننا ضروری ہے ۔

مذہب ایک ایسی شے ہے جو ممکن ہے ایک کے لئے مناسب ہو اور دوسرے کے لئے نامناسب مگر اسلام ایک عالمگیر پیغام ہے جو سب کے لئے قابلِ قبول ہے۔ جو ہوش و حواس رکھتے ہوئے اسلام کے اصولوں کو تسلیم نہ کرے اُس نے سب سے بڑا دھوکا کھایا اور وہ خسارے میں رہا۔

مذہب ایک انفرادی فعل ہے مگر اسلام میں ہر شخص کو حق ہے اور ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ دوسرے کو اسلامی اصولوں کے مطابق عبادت کی طرف یا اچھائی کی طرف رجوع کرنے کی کوشش کرے۔ اور ہر شخص کا فرض اور حق ہے کہ وہ غیر اسلامی بات کو منع کرے۔ مذہب کا ذکر کرنے والوں نے صرف عقیدہ کا تذکرہ کیا ہے یا ضمیر کی بات کہی ہے یا عبادات کا ذکر کیا ہے مگر اسلام ایک مکمل طرزِ زندگی بتاتا ہے جس میں وحدہٗ لاشریک اللہ کی عبادت کے ساتھ ساتھ ایک سماجی نظام کی طرف انسان کو دعوت دی گئی ہے۔ اس میں صرف یہی نہیں کہا گیا اچھائی کرے اور برائی نہ کرے بلکہ ہر اچھائی کی وضاحت کی گئی ہے اُس کے فوائد پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ہر برائی کو منع کرتے ہوئے اُس کے نقصانات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

مذہب کی تعریفوں سے معلوم ہوا کہ وہ صرف ایک عبادت یا پرستش ہے جو کسی بھی بالا شے کے لئے ہو سکتی ہے۔ مگر اسلام نے انسان کو مکمل کتابِ ہدایت یا دستور العمل عطا کیا جس میں معبودِ حقیقی کی ذات کو واضح طور سے بیان کیا گیا۔ اُس کی عبادت کے

انداز بتائے ۔ اس کے بعد ایک نظام پیش کیا جس میں تصورِ کائنات ہے اللہ کی حاکمیت کا اعلان ہے ۔ رسول کی حیثیت کی وضاحت ہے ۔ اس کے علاوہ قانون کی بالاتری ، ریاست کے اصول ، ریاست یا ریاست کی حکومت کی اطاعت کے اصول ، اولی الامر (عہدہ دار) کی صفات ، اولی الامر کے فرائض ، اولی الامر کے حقوق ، شہری کے بنیادی حقوق ، انسان کی زندگی کے حقوق ، ملکیت کے تحفظ کے حقوق ، عزت کے تحفظ کے حقوق ، آزادی رائے کے حقوق ، آزادی ضمیر کے حقوق ، آزادی اجتماع کے حقوق ، حکومت کے شہریوں پر حقوق ، شہریوں کے حکومت پر حقوق ، مذہبی دلآزاری سے تحفظ کے حقوق ، عدلیہ کی شکل انتظامیہ کا دائرہ ، دیوانی اور فوجداری کے خاکے ، خارجی سیاست کے اصول ، دیگر ممالک کی جغرافیائی حدود کے احترام کے قوانین مساوات کے احکامات کی وضاحت ، قانون شکنی پر سزاؤں کے حدود معاشیات حکومت ، معاشیات کے اخراجات کے انداز وغیرہ وغیرہ ہیں۔ غرض ہر وہ اچھی چیز جو آج ممالک عالم میں ہے یا اُن کے دستور العمل میں ہے وہ شامل ہے اور وہ تمام چیزیں جو دنیا کے ممالک کے دستور میں نہیں جن اور جن کا بہبود عوام کے لئے ہونا ضروری ہے وہ بھی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں اسلام کو مذہب نہیں " دین " کہا گیا ہے ۔ چونکہ بدقسمتی سے دنیا والوں کے پاس حکومت الٰہیہ کا تصور ہی نہ تھا اس لئے لفظ دین کا کسی زبان میں ترجمہ نہیں ملتا ۔ اور جن لفظ

کی ترتیب میں لفظ دین آیا تو اس کے معنی مذہب یا ہم معنی لفظ "ریلیجن" لکھدیا گیا۔

یہ غلطی ہر لغت میں نہ ہوتی اگر لفظ دین کا کسی زبان میں ایک یا دو الفاظ میں ترجمہ ہو سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ دین کے ترجمے کے لئے پورے قرآن کریم کے معنی اور مطالب ضروری ہیں۔

دوسری صورت یہ تھی کہ کسی بھی ڈکشنری میں ترتیب الفاظ کے تحت جب لفظ دین آتا تو اس کا ترجمہ "اسلام" لکھدیا جاتا۔ مگر اس صورت میں بھی قاری کو مطلب سمجھنے کے لئے اسلام کو سمجھنے کی یا قرآن کو سمجھنے کی ضرورت ہوتی۔

مکمل طور پر تو چند الفاظ میں لفظ "دین" کا ترجمہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لئے صرف ایک جھلک دینے کے لئے "اصول زندگی CODE OF LIFE جس میں ذات باری تعالیٰ کے وحدہٗ لاشریک ہونے کے عقیدے کے ساتھ ایک دستوری عبادت اور ایک سیاسی نظام جو احکام الٰہی کا پابند ہو"

شائد اسی لئے برٹرینڈ رسل BERTRAND RUSSEL کو کہنا پڑا کہ "اسلام ایک سیاسی مذہب ہے"

غیر اسلامی سیاست کے دام میں پھنسکر یا غیر اسلامی سیاست کے ہاتھوں اپنا ضمیر بیچ کر کچھ عرصہ سے ہمارے ہی کچھ صاحبان نے بھی یہ کہنا شروع کیا ہے کہ مذہب کو سیاست میں دخل نہیں۔ وہ یہ کہتے وقت

اسلام کو مکمل آئین حیات یا دین نہیں بلکہ مذہب تصور کرتے ہیں۔

چونکہ اسلام خود ایک مکمل سیاسی نظام بھی ہے اس لئے مسلمان کو حق ہے کہ وہ ہر سیاسی مسئلے میں یہ دیکھے کہ اس کو تسلیم کرتے ہوئے، وہ دستور اسلامی کی تردید تو نہیں کر رہا ہے۔ ایک سیاسی نقطۂ نگاہ رکھنے والا جب یہ دیکھتا ہے کہ کسی دوسرے سیاسی نظریے سے اس کے نقطۂ نگاہ کو ٹھیس لگ رہی ہے تو وہ دوسرے کے سیاسی نظریئے کی مخالفت کرتا ہے۔ ایک سوشلسٹ یہ اپنا حق سمجھتا ہے اور فرض بھی کہ وہ کیپٹلزم CAPITALISM کی مخالفت کرے۔ اگر ایک کمیونسٹ کو یہ حق ہے کہ وہ سوشلسٹ پارٹی کے کسی اصول کی مخالفت میں آواز اٹھائے تو مسلمان کو بھی یہ حق ہے کہ وہ کسی بھی سیاسی اصول کی مخالفت کرے جو اسلامی اصول کی مخالفت میں ہو۔

نام نہاد مولوی صاحبان یہ سمجھنے سے قاصر رہے کہ ہر مسلمان متحدہ اور متفقہ طور پر ایک سیاسی جماعت کا ممبر ہے جس کا نام اسلام ہے اور مسلمان کو یہ فخر بھی ہے کہ اس کے دستور العمل سے بہتر کوئی دستور العمل نہیں ہے۔

وہ مسلمان جو اپنے آپ کو پڑھا لکھا سمجھتے ہیں اور جن پر مغرب کا ملمع چڑھ چکا ہے وہ بھی اکثر مباحثوں میں یہ کہہ دیتے ہیں کہ مذہب انسان کا ذاتی اور نجی معاملہ ہے۔ اور جب وہ یہ بات کہتے ہیں تو مذہب سے مراد دین اسلام ہوتی ہے۔

یہ کہتے وقت وہ بھول جاتے ہیں کہ اسلام مذہب نہیں دین ہے اور دین عبادت الٰہی کے ساتھ مکمل سیاست دنیا ہے۔

وہ ملک جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں وہاں اسلام کے نام پر الکشن لڑے جاتے ہیں۔ اور بعض مسلم ممالک اپنے ملک کو اسلامی حکومت کہتے ہیں اور اس کے باوجود اپنے ملک کا دستور العمل بناتے ہیں جسے کسی اسمبلی، پارلیمنٹ یا بادشاہ کی منظوری حاصل ہوتی ہے وہ یہ نہیں جانتے کہ اسلام، مسلمان اور اسلامی حکومت کا دستور العمل صرف قرآن پاک ہے۔ اور اگر انھوں نے کوئی دستور العمل خود بنایا ہے تو اُن کی حکومت اسلامی حکومت نہیں ہے۔

یہ بحث ضرورت سے زیادہ ہو چکی کہ اسلام مذہب نہیں بلکہ دین ہے۔ دین اسلام کا مکمل دستور العمل قرآن ہے۔ جس میں حکومت کرنے کے لئے ہر ضروری شئے موجود ہے۔

یہ دستور اپنی نوعیت کا آپ دستور یوں بھی ہے کہ دنیا کا کوئی دوسرا دستور یا کتاب یا صحیفہ ایسا نہیں کہ جس ذات نے اُسے لکھا ہو وہ حرف بحرف اس پر عمل کر کے دکھا چکی ہو علاوہ اس مستقبل کے کہ جو ابتک نمودار نہیں ہوا۔ قرآن کا واحد مصنف اللہ ہے اور اُس نے جو کچھ اپنے بارے میں لکھا وہ حقیقت ہے اور وہ اپنے ہر ارشاد پر عمل کرتا ہے۔ اللہ ہماری نگاہ سے غائب ہے یہ کہا جا سکتا تھا کہ یہ یقین کیسے کیا جائے کہ اُس نے جو کچھ اپنے بارے میں لکھا وہ

دیتا ہی ہے اور وہ اپنے لکھے ہوئے پر عامل بھی ہے۔ قدرت کو انسان کی اس کمزوری کا علم تھا۔ اس لئے اس قرآن کو جس رسول کے ذریعے نازل کیا اُس نے حرف بحرف عمل کر کے دکھایا جس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کتاب الٰہی کے ہر ارشاد پر عمل کرنا انسان کے بس کی بات ہے۔

آج ہر ملک میں دستور العمل بناتے ہوئے سب سے زیادہ اہمیت معاشیات کو دی جاتی ہے۔ جس ملک میں معاشیات پر زور نہیں دیا جاتا اُس ملک کے عوام میں بےچینی رہتی ہے، خلفشار رہتا ہے جس کے سبب روز بروز حکومت کے طبقے اُلٹتے رہتے ہیں۔ ہر سیاسی پارٹی الکشن کے وقت بہترین معاشیات کے وعدے کر کے ووٹ حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہے اور جو پارٹی برسر اقتدار آکر اپنے معاشی وعدے پورے نہیں کرتی وہ اگلے انتخابات میں عوام کو منہ نہیں دکھا پاتی۔ وہ ممالک جہاں روزی، روٹی یا دولت کی مساویانہ تقسیم نہیں ہوتی وہاں کے عوام کا بڑا طبقہ روز بروز افلاس کی جانب بڑھتا جاتا ہے۔ معاشی بدحالی سے جہالت، امراض اور پسماندگی بڑھتی جاتی ہے اور ایک مخصوص طبقہ روز بروز اپنی تجوریوں کو مضبوط بناتا جاتا ہے۔ ایک وقت یہ آتا ہے کہ ظاہری طور پر ملک تو آزاد ہے مگر تمام عوام معدودِ چند خاندانوں کے غلام ہو جاتے ہیں۔

ہر نئی حکومت برسر اقتدار آتے ہی عوام سے معاشی خوشحالی کے وعدے کرتی ہے۔

پس ماندہ ممالک پانچ سالہ یا چھ سالہ منصوبہ بندی کے پروگرام بناتے ہیں جس میں اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ تمام تر کوششیں کی جائیں کہ عوام کو مفلسی سے نجات ملے۔ اس لئے کہ مفلسی ہی کو بیماریوں اور جہالت جیسی انسان دشمن چیزوں کا ذمہ دار سمجھا جاتا ہے اور پسماندہ ممالک اقوام متحدہ یا دیگر ترقی یافتہ دوست ممالک سے ماہرین معاشیات کو چند سالوں کے لئے لیکر اپنی معاشیات کو بہتر بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

آج کی ہوشمند دنیا میں سائنس اور ٹکنالوجی سے زیادہ اہمیت معاشیات کی ہے۔ اس لئے کہ ترقی سائنس اور ٹکنالوجی ہی پر منحصر نہیں۔ کوئی ملک کسی میدان میں ترقی نہیں کر سکتا جب تک کہ معاشی خوشحالی نہ ہو۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہر اسکول، کالج اور یونیورسٹی میں علم معاشیات پر بہت زور دیا جانے لگا ہے۔ ڈاکٹر رومن، ایف وارمکے —— DR. ROMAN F. WARMKE ماہر معاشیات شعبۂ تعلیمات اوہایو یونیورسٹی کا تو خیال ہے کہ بچوں کو علم معاشیات اسکول سے نہیں بلکہ کنڈر گارٹن (جس میں ڈھائی سال کی عمر سے بچے بھرتی ہوتے ہیں) سے ہی پڑھانا شروع کر دینا چاہئے۔ یہ حقیقت ہے کہ ملک کے عوام کے بچے بچے کو معاشیات سے واقفیت ہونی چاہئے، ورنہ یہی حال ہوگا جو بعض ممالک میں ہے کہ پارلیمنٹ میں پانچ سو ممبران مگر معاشیات کا جاننے والا ایک نہیں۔ یا وزیر اعظم اور پوری کابینہ

چند معاشی مشیروں کے محتاج ہیں۔

ہر مسلمان سے یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ وہ تلاوت کلام پاک کرے۔ چند خوش قسمت روزانہ یہ فضیلت حاصل کرتے ہیں۔ کچھ ایسے ہیں جنھیں صرف ماہ رمضان المبارک میں یہ توفیق ہوتی ہے۔ اور کچھ ایسے ہیں جو صرف مجالس و محافل فاتحہ خوانی میں کم از کم ایک پارہ ایک بار پڑھ لیتے ہیں۔ اگر مسلمان زبان عربی سے واقف ہوتا یا اگر مولوی صاحب یہ بتا دیتے کہ وہ لوگ جو عربی زبان سے ناواقف ہیں انھیں چاہئے کہ ترجمۂ قرآن کی تلاوت کریں تو مسلمان کو اندازہ ہوتا کہ قرأت قرآن سے مقصد یہ ہے کہ صغیر السنی سے لیکر قبر تک پہونچنے تک انسان بار بار اپنے دستور العمل کو پڑھتا رہے تاکہ ہر اقدام سے پہلے یہ جان سکے کہ یہ فعل اسلامی ہے کہ غیر اسلامی۔

وہ اگر سمجھکر قرآن پڑھے تو اس کو معلوم ہو کہ یہ ایک مکمل دستور ہے۔ اس میں اجتماعی طور سے رہنے کے اصول بتائے گئے ہیں۔ اس میں سیاسی نظام کے قوانین مرتب ہیں۔ اور اس میں معاشیات کو واضح طور پر بار بار سمجھایا گیا ہے۔

قرآن کریم نے اسلامی نظریہ معاشیات کو سمجھاتے ہوئے دولت کی منصفانہ تقسیم کا بار بار حکم دیا ہے۔ سرمایہ داری اور سرمایہ پرستی کی بار بار مخالفت کی ہے، غربا پروری کی فضیلتیں بیان کی ہیں۔ بیت المال PUBLIC TREASURY کو عدل و انصاف سے چلانے کے

سختی سے احکامات دیئے ہیں۔ بغیر محنت کئے آرام اُٹھانے یا کم محنت کرکے زیادہ آرام اُٹھانے کی مذمت کی ہے۔

وَ اَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى (سورہ نجم۔ آیت ۳۹)

"انسان کا اُس کی محنت کے سوا کچھ نہیں ہے"

واضح طور پر کہا جا رہا ہے کہ انسان اپنے اُوپر صرف اتنا خرچ کرے جتنی اُس نے محنت کی ہو۔ کسی کو بے محنت اور مزدوری خرچ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ وہ یہ نہیں کرسکتا کہ اپنے پیسے سے پیسہ کمائے اور عیش کرے۔

اس کے علاوہ تنبیہ کی کہ محنت کرنے والے کو اس کی محنت کی اُجرت ضرور ملنی چاہئے۔ دنیا میں محنت کرنیوالا اُجرت کا حقدار ہے۔ اور آخرت میں کسب حلال کرنے والے کو اجر دیا جائیگا۔ وَ اَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ۝ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى

"اور اُس کی (انسان کی) محنت دیکھی جائے گی۔ پھر اسکو اس کا پورا عوض دیا جائے گا" (سورہ نجم۔ آیات ۴۰-۴۱)

مذکورہ بالا آیات سے صاف ظاہر ہے کہ ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ اپنی محنت کے علاوہ حاصل کردہ کمائی پر عیش سے پرہیز کرے۔ اور ہر وہ شخص جو محنت کرے اس کا اجر اس محنت کرنے والے کا حق ہے۔

قرآن پاک جگہ جگہ یہ بھی بتاتا جاتا ہے کہ اس دنیا کا مالک صرف اللہ ہے، اس زمین کا مالک صرف اللہ ہے۔ اور اس زمین پر جو بھی دولت ہے

وہ پیداوار کے ذریعے ہو کہ کسی دوسرے ذریعے سے۔ اس کا مالک حقیقی اللہ ہے۔

قرآن پاک یہ بھی اعلان کر رہا ہے کہ اللہ کی نظر میں ہر انسان برابر ہے۔ افضلیت صرف کردار کی بدولت ہو سکتی ہے۔ وہ منصف ہے، عادل ہے اور اس لئے ہر ایک کو برابر کے مواقع عطا کرتا ہے اور برابر کے حقوق دیتا ہے۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا

"وہی ہے جس نے تمہارے لئے وہ سب چیزیں پیدا کیں جو زمین میں ہیں" (سورۂ بقر - آیت ۲۹)

اس کے علاوہ ان موضوعات پر سورۂ واقعہ، سورۂ نجم، سورۂ اعراف، سورۂ سجدہ، سورۂ بقر، سورۂ فرقان، سورۂ انعام، سورۂ کہف، سورۂ آل عمران، سورۂ روم، سورۂ حدید، سورۂ نحل، سورۂ رعد، سورۂ حشر، سورۂ ملک، سورۂ یونس، سورۂ فتح، سورۂ جن، سورۂ بروج، سورۂ مائدہ، سورۂ انبیاء اور سورۂ یٰسین میں ارشادات الٰہی موجود ہیں۔

خالق کائنات کی رحمت عام ہے جس میں کوئی امتیاز نہیں۔ بارش ہوگی تو جس خطے پر ہوگی وہاں کسی مکان، کسی زمین کو فوقیت نہیں۔ سورج کی چمک سے سب برابر سے فیضیاب ہوں گے۔ اور اگر کسی شخص نے اپنی آرائش کے لئے کوئی بلند کوٹھی بنوائی جس سے قرب و جوار کے غرباء کے مکانات تک دھوپ اور روشنی نہ پہنچ پائی تو بنوانے والے نے اللہ کی رحمت عام ہی غصب کیا۔ مساوات اللہ پاک کی صفت ہے۔

اللہ نہ کسی کو مفلس و بے مایہ دیکھنا چاہتا ہے اور نہ اس کے مقابلہ میں کسی دوسرے کو امیر کبیر دیکھنا پسند کرتا ہے۔

رسولؐ خدا نے فرمایا کہ خدا نے مجھکو کیوں بھیجا ہے (اگر میں کمزوروں کی مدد نہ کروں) خداوند تعالیٰ اس قوم کو پاک نہیں کرتا جس میں کمزور کے حق کو محفوظ نہ کیا جائے۔ (مشکوٰۃ)

پروردگار عالم نے سود خوری کو اسی لئے حرام قرار دیا کہ ایک اپنے جمع کئے ہوئے پیسے کے بل بوتے پر غریب اور ضرورتمند سے فائدہ اٹھاکر اُسے مزید کمزور کر دیتا ہے اور خود اپنی دولت کو بڑھاتا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ چکر ختم ہی نہیں ہوتا۔ مفلس کی مفلسی بڑھتی جاتی ہے، اور زردار کی تجوری بھرتی جاتی ہے۔

دراصل قرآن بتاتا ہے کہ مقصد اسلام ہی یہ ہے کہ ایک ایسی حکومت الٰہیہ پوری دنیا میں نافذ ہو جس کی رُو سے سرمایہ پرستی کا خاتمہ ہو اور امیر و غریب کا فرق مٹ جائے۔

قرآن میں ذکر کردہ واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی نافرمانی کرنے والے ہر دور میں عموماً سرمایہ دار اور سرمایہ پرست رہے ہیں۔ اور اس طبقہ نے ہمیشہ دین الٰہی کو ٹھکرایا ہے جس کے نتیجے میں اللہ نے اُن پر عذاب نازل کیا ہے۔ یا بالفاظ دیگر وہ لوگ جنھوں نے دولت اکٹھا کرلی وہ اتنا مغرور ہوگئے کہ دین الٰہی کی کوئی حقیقت نہ سمجھی۔ اور وہ لوگ جو طالبین دولت تھے یا دولتمندوں کے ہوا خواہ تھے انھوں نے دولتمندوں کا

حکم مانا مگر اللہ کے حکم کو رد کر دیا جس پر اللہ نے سزا دی۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ
اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝ وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا
وَّاَوْلَادًا وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ۝ (سورہ سبا۔ آیات ۳۴، ۳۵)

ترجمہ "اور ہم نے نہیں بھیجا ڈرانے والا کسی بستی میں مگر وہاں کے سرمایہ دار لوگ کہنے لگے کہ ہم وہ نہیں مانتے جو تمہارے ذریعے بھیجا گیا ہے۔ اور کہنے لگے کہ ہم کو مال اور اولاد زیادہ ہے اور ہم پر آفت نہیں آتی۔"

آیت نمبر ۳۴ میں لفظ مترفوھا کا میں نے ترجمہ سرمایہ دار کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مختلف مترجمین نے جو معنی لکھے ہیں ان کو دیکھتے ہوئے میں نے ان الفاظ سے ملتا جلتا آج کے دور کا مروجہ لفظ استعمال کیا ہے۔ مثلاً شاہ رفیع الدین محدث دہلوی نے "دولتمند"، شاہ عبدالقادر محدث دہلوی نے "آسودہ لوگ"، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا فتح الجمید اور مولانا فتح محمد خاں نے "خوشحال" لکھا ہے۔

قرآن پاک کے انگریزی ترجموں میں استاذ یوسف علی مکی (مطبوعہ مکہ معظمہ) شیخ محمد اشرف کشمیری (دی اسٹڈیس قرآن مطبوعہ لاہور) سر ظفر اللہ خاں (مطبوعہ نیویارک) مسٹر ایم ایس علی (مطبوعہ لاہور) نے اس لفظ کا ترجمہ بالاتفاق WEALTHY ONES "دولتمند" کیا ہے۔

آج ان تمام مترجمہ الفاظ کو سیاسی یا معاشی اصطلاح میں "سرمایہ دار"

(CAPITALISTS) کہتے ہیں۔

دراصل یہ لفظ "ترف" سے بنا ہے جس کے معنی ہیں عیش میں رہنا۔ اسی سے لفظ "مترف" بنا۔ جس کے معنی ہیں۔ عیش و عشرت میں۔

"اور اسی طرح جو تم سے پہلے ہم نے ڈر سنانے والا کسی بستی میں بھیجا تو وہاں کے سرمایہ دار کہنے لگے کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک راہ پر پایا اور ہم انھیں کی راہ پر چلتے ہیں۔"

(سورۂ زخرف آیت ۲۳)

اور اس کے آگے ارشاد ہوا:۔

"وہ (ہادی) بولا جو تم کو اس سے زیادہ فہم کا راستہ لادوں جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا (تھا) تو کہنے لگے کہ ہم کو تمھارے ہاتھوں نہ ماننا (ہم تمھارے کہنے پر نہ چلیں گے) پھر ہم نے اُن سے بدلہ لیا۔"

(سورۂ زخرف - آیات ۲۴-۲۵)

ایک اور ارشاد ملاحظہ کیجئے:۔

"اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتے ہو، اور میراث کے مال کو سمیٹ کر کھا جاتے ہو، اور مال کو بہت ہی عزیز رکھتے ہو۔"

(سورۂ فجر - آیات ۱۸، ۱۹، ۲۰)

اس کے علاوہ ارشاد ہوا:۔

"کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کوئی قابو نہ پائیگا؟ کہتا ہے کہ میں نے بہت سا مال برباد کیا۔ کیا اسے گمان ہے کہ اس کو کسی نے دیکھا نہیں"

(سورہ بلد - آیات ۵، ۶، ۷)

اللہ نے انسانی ذہنیت کی یوں مذمت کی کہ :-

"مگر جب انسان اپنے آپکو غنی پاتا ہے تو سرکش ہو جاتا ہے"

(سورہ علق - آیات ۶-۷)

سرمایہ داروں نے ہمیشہ غرور سے کام لیا اور اپنے اجداد کے کافرانہ عقائد پر اڑے رہے :-

"انھوں نے کہا، شعیب کیا تمہاری نماز تمہیں یہ سکھاتی ہے کہ جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے آئے ہم اُن کو ترک کر دیں یا اپنے مال میں سے جو صرف کرنا چاہیں وہ نہ کریں، تم تو بڑے نرم دل اور راستباز ہو"

(سورہ ہود - آیت ۸۷)

قرآن پاک نے ابولہب کے انجام کا یوں ذکر کیا کہ :-

"نہ تو اس کا مال ہی کام آیا اور نہ وہ جو اس نے کمایا"

(سورہ لہب - آیت ۲)

سورہ مومنون کی آیت ۶۴ ملاحظہ کیجئے۔ ارشاد ہے کہ :-

"یہاں تک کہ جب ہم ان دولتمندوں کو پکڑ لینگے تو وہ چلائنے

بکیں گے ۔"

اور مندرجۂ ذیل آیت میں ارشاد ہوا کہ وہ دولتمند جنکی نافرمانی کے سبب ہم عذاب نازل کرینگے اور جب وہ عذاب سے چلّائیں گے تو ہم کیا جواب دینگے ۔

"آج نہ چلّاؤ تم کو ہم سے کوئی مدد نہ ملیگی ۔ میری آیات تم کو پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی تھیں اور تم اُلٹے پاؤں پھر جاتے تھے ۔" (سورۂ مومنون ۔ آیات ۶۵-۶۶)

یہ سرمایہ دار اور سرمایہ پرست نہ صرف عدول حکمی کرتے تھے اور اللہ کے رسولوں کو جھٹلاتے تھے بلکہ اپنی دولت پر فخر و مباہات کرتے تھے اور ساتھ ہی ساتھ غریبوں اور غربت کا مذاق بھی اُڑاتے تھے ۔ سورۂ آل عمران آیت ۱۸۱ ملاحظہ ہو :۔

"خدا نے ان لوگوں کا قول سُن لیا جو کہتے ہیں کہ اللہ فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں ۔"

نہ صرف یہ کہ یہ سرمایہ دار اپنے آپ کو دولت کے سبب برتر سمجھتے تھے اور پیغمبر اور اللہ کو غریب جانتے تھے بلکہ اپنی دولت پر اتنا گھمنڈ تھا کہ اگر کوئی پیغمبر اللہ کو بھیجنا ہی تھا تو دولتمندوں میں سے کیوں نہ بھیجا ۔

"اور کہتے ہیں کیوں نہ اُترا یہ قرآن ان دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر ۔"

(سورۂ زخرف ۔ آیت ۳۱)

مندرجہ بالا آیات میں قرآن کریم نے اسلام کے تخیل معاشیات کے تحت سرمایہ دارانہ ذہنیت پر گہری روشنی ڈالی ہے ۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ طبقہ ہمیشہ سرکش، ہمیشہ باغی اور ہمیشہ قانون انسانیت کا دشمن رہا ہے ۔ دین اسلام اسی سرکش طبقے کے خلاف آواز اٹھانے کیلئے آیا تھا۔ اور کمزور اور غریب طبقہ کو سرمایہ دارانہ ذہنیت سے آگاہ کرنے کیلئے آیا تھا۔ تاکہ وہ چوکنا ہو جائیں ۔ اللہ پاک کو غریب، مسکین، مظلوم، نادار اور مفلس طبقے کا کتنا خیال ہے اس آیت سے اندازہ لگائیے :-

" پھر ہم نے ارادہ کیا کہ جنھیں زمین پر کمزور کر دیا گیا ہے
اُن پر نظر کرم کریں ۔ اُنھیں امامت بخشیں، وارث بنائیں اور
زمین پر حکمرانی عطا کریں ۔ " (سورۂ قصص ۔ آیت ۵)

آج دنیائے معاشیات میں HAVES اور HAVE NOTS مالدار اور مفلس کی خلیج کو پاٹنے کے لئے یہی صورت بہتر جانی گئی ہے کہ حکومت مالداروں کو کم مواقع فراہم کرے اور اُس کے بجائے پسماندہ طبقے کے ساتھ خصوصی رعایات کرے تاکہ مفلس اور بے مایہ بھی مالدار طبقے کے برابر آجائیں ۔

اور جو حکومتیں ایسا نہیں کرتیں وہ دراصل اپنے مفلس طبقے پر ظلم کرتی ہیں ۔ چونکہ غریب کا خون چوس کر اور اُس پر ظلم و ستم ڈھا کر ہی سرمایہ داروں کو دولت و عشرت حاصل ہوئی ہے اس لئے اسلام عیش و عشرت والوں کا دشمن ہے اور اُن کو ظالم کہتا ہے :-

"اور وہ لوگ جو ظالم تھے اسی راہ پر چلے جس میں عیش پایا"

(سورہ ھود - آیت ۱۱۶)

اور چونکہ وہ ظالم ہیں اس لئے اللہ ان کو داخل جہنم کرے گا۔ ان کیلئے جہنم کی دہکتی ہوئی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

سورۂ توبہ آیت ۸۶ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سرمایہ دار طبقہ ہمیشہ فرض سے منہ موڑتا رہا ہے:۔

"اور جب کوئی سورہ نازل ہوتا ہے کہ خوف خدا پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ ہو کر جہاد کرو تو جو ان میں سرمایہ دار ہیں تو وہ تم سے اجازت طلب کرتے ہیں کہ ہم کو تو رہنے ہی دیجئے کہ جو لوگ گھروں پر رہیں گے ہم بھی ان کے ساتھ رہیں۔"

اور مندرجہ بالا سورہ کی آیت ۹۳ میں وضاحت ہوئی کہ:۔

"الزام تو ان لوگوں پر ہے جو سرمایہ دار ہیں اور تم سے اجازت طلب کرتے ہیں۔ اس بات سے خوش ہیں کہ عورتوں کے ساتھ رہیں جو (گھروں میں) پیچھے رہ جاتی ہیں۔ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے بس وہ سمجھتے ہی نہیں"

مندرجہ بالا دونوں آیات سے معلوم ہوا کہ دور رسالت میں جب جہاد کا وقت آتا تھا تو سرمایہ دار طبقہ جی چراتا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس طبقے کے لوگوں کو اپنی دولت سے زیادہ محبت تھی اور خدا اور اس کے

...رسول سے کم۔

"جو لوگ دنیا کی زندگی اور اس کی زیب و زینت کے طالب ہیں ہم اُن کے اعمال کا بدلہ دنیا میں ہی دیدیتے ہیں اور اُس میں اُن کی کوئی حق تلفی نہیں کی جاتی۔ یہ وہ لوگ ہیں جنکے لیے آخرت میں آتش کے سوا کچھ نہیں اور جو عمل اُنھوں نے دنیا میں کیا سب برباد اور جو وہ کرتے رہے سب ضائع"

(سورہ ہود۔ آیات ۱۵-۱۶)

یہ سرمایہ دار جنہیں اپنی دولت پر اتنا گھمنڈ ہے اور جو دنیا میں پیسے کے زور پر اپنے تمام کام انجام دے کر فخر اور خوشی محسوس کرتے ہیں روز قیامت پچھتائیں گے کہ دراصل دولت ایک فضول شئے تھی۔

"اور جس کا نامۂ (اعمال) اُس کے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہیگا کاش مجھ کو میرا نامہ نہ دیا جاتا اور میرے علم میں نہ آتا کہ میرا حساب کیا ہے۔ اے کاش موت تمام کر چکی ہوتی۔ (آج) میرا مال میرے کچھ بھی کام نہ آیا۔ میری سلطنت خاک میں لگئی (اُس وقت ارشاد ہوگا) اس کو پکڑ لو اور طوق پہنا دو پھر اُسے دوزخ کی آگ میں جھونک دو"

(سورۂ الحاقہ۔ آیات ۲۴-۲۵-۲۶-۲۷-۲۸-
۲۹-۳۰-۳۱-)

پھر اس کے بعد ان سرمایہ داروں کا جہنم میں استقبال ملاحظہ ہو۔

"وہ کھال ادھیڑنے والی بھڑکتی ہوئی آگ ان لوگوں کو اپنی طرف بلائے گی (کہ انھوں نے) اعراض کیا اور (مال) جمع کیا اور (اُسے) بند رکھا۔"

(سورۂ معارج - آیات ۱۵-۱۶-۱۷-۱۸)

اور سرمایہ داروں پر اللہ کا غضب قابلِ عبرت ہے کہ

"(اے محمدؐ) اور مجھے ان منکروں سے جو دولتمند ہیں سمجھ لینے دو اور ان کو تھوڑی مہلت دیدو۔ بلاشبہ ہمارے پاس بیڑیاں اور دہکتی ہوئی آگ ہے۔"

(سورۂ مزمل - آیات ۱۱-۱۲-۱۳)

"(حکم ہوگا کہ) ہر منکر ناشکرے کو جہنم میں ڈالدو، جو مال میں کنجوسی کرنے والا، حد سے آگے بڑھنے والا اور شبہہ پیدا کرنے والا تھا۔"

(سورۂ ق - آیات ۲۳-۲۴)

آج سرمایہ دار غریب کو ذلیل سمجھتا ہے، اُس کی غربت کا مذاق اُڑاتا ہے۔ جب وہ کسی غریب کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے دیکھتا ہے کہ وہ اپنی محدود آمدنی میں بھی سخی ہے تو اُس کو بجائے عزت کی نگاہ سے دیکھنے کے یا اُس سے سبق حاصل کرنے کے اُس کا مذاق اُڑاتا ہے۔

جو (صاحبِ مال) دل کھول کر خیرات کرتے ہیں اور (بیچارے غریب) جو صرف اتنا ہی کما سکتے ہیں جتنی مزدوری

کرتے ہیں (اور اس قلیل آمدنی میں خرچ بھی کرتے ہیں) اُن پر جو (سرمایہ دار) طعن کرتے اور ہنستے ہیں خدا اُن (سرمایہ داروں پر) ہنستا ہے اور ان کے لئے تکلیف دینے والا عذاب ہے"

(سورۂ توبہ آیت ۶۹)

مال سے محبت رکھنے والوں کے لئے سورۂ العٰدیٰت آیات ۸، ۹، ۱۰ اور ۱۱ میں یوں ارشاد ہوا کہ :-

" وہ تو مال کی سخت محبت کرنے والا ہے کیا وہ اس وقت کو نہیں جانتا کہ جو قبروں میں ہیں وہ باہر نکالے جائیں گے اور جو (اُن کے دلوں میں ہے وہ) ظاہر کر دیا جائیگا۔ بیشک ان کا پروردگار اس روز ان سے خوب واقف ہوگا"

قرآن پاک دولتمندوں کو بار بار جو پکار رہا ہے کہ وہ دولت کی حرص کو چھوڑ دیں۔ اور یقین دلا رہا ہے کہ یہ دولت اُن کے کام نہ آئے گی۔

سورۂ منافقون آیت ۱۰ اور ۱۱ میں ارشاد ہے کہ :-

" اور جو (مال) ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے (اس وقت سے پہلے) خرچ کرلو کہ تم میں سے کوئی مر جائے تو (اس وقت) کہنے لگو گے کہ پالنے والے تو نے مجھے ذرا سی مہلت اور کیوں نہ دی تاکہ میں صدقہ (خیرات) کر لیتا اور نیک لوگوں میں داخل ہو جاتا۔ اور جب کسی کو موت آجاتی ہے تو خدا اُس کو بالکل مہلت نہیں دیتا اور تم جو کچھ

کرتے ہو اللہ اُس سے واقف ہے "

پھر سورۂ زخرف۔ آیات ۳۳، ۳۴ اور ۳۵ میں ارشاد ہوا کہ :-

" اور اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک ہی جماعت میں ہو جائیں گے تو جو لوگ خدا سے انکار کرتے ہیں ہم اُن کے گھروں کی چھتیں چاندی کی بنا دیتے اور سیڑھیاں (بھی) جن پر وہ چڑھتے ہیں "

مندرجہ بالا آیۂ مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دولت ایک قہر خداوندی ہے جو لوگ اس کی حرص کرتے ہیں وہ نہیں جانتے کہ یہ چیز اللہ اس کو زیادہ دیتا ہے جس سے ناراض ہوتا ہے "

دولت پر اینٹھنے والوں کو آگاہ کیا کہ

" اور زینت اور آرائش یہ سب دنیا کی زندگی کا تھوڑا سا سامان ہے اور آخرت تمھارے پروردگار کے ہاں پرہیزگاروں کے لئے ہے " (سورۂ زخرف آیت ۳۵)

سورۂ محمد آیت ۳۸ ملاحظہ فرمائیے۔

" دیکھو تم وہ لوگ ہو جو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کو بلائے جاتے ہو تو تم میں سے ایسے شخص بھی ہیں جو بخل کرنے لگتے ہیں۔ اور جو بخل کرتا ہے اپنے آپ سے بخل کرتا ہے۔ اللہ کے پاس سب کچھ ہے تم محتاج ہو "

بلند و بالا کوٹھیاں بنانے والوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ

"بھلا تم جو اونچی جگہ پر نشان تعمیر کرتے ہو اور محل تعمیر کرتے ہو تو شائد (تم کو یہ گمان ہے کہ) تم ہمیشہ رہو گے"

(سورۂ شعراء - آیات ۱۲۸ - ۱۲۹)

دولت نے جن لوگوں کو مدہوش کیا ہے اُن سے کہا گیا کہ :-

"لوگو! تم کو بہت سی (کی فکر نے) غافل کر دیا ہے یہانتک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں۔ دیکھو تم کو عنقریب معلوم ہو جائیگا، ضرور تم کو عنقریب معلوم ہو جائے گا۔ دیکھو اگر تم جانتے اور یقین رکھتے (تو غفلت نہ کرتے) تم ضرور دوزخ دیکھو گے۔ ضرور (جب) اس کو دیکھو گے تو یقین آ جائے گا"
(سورۂ تکاثر - کل آیات)

اسلام کتنا مال و زر جمع کرنے کے خلاف ہے۔ آیات کلام الٰہی کے علاوہ یہ ارشادات رسولؐ کریم سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ آنحضرتؐ کو پہاڑ اور خصوصاً اُحد کا پہاڑ بہت پسند تھا۔ فرماتے ہیں:-

"یہ وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اُس سے محبت کرتے ہیں"
(بخاری)

اس کا ثبوت مل گیا کہ پہاڑ سے حضور کو محبت تھی اور حضورؐ نے فرمایا کہ یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے۔ مقصد ارشاد یہ تھا کہ یہ پہاڑ ہماری سرحد کا نگہبان ہے۔ لیکن یہ حبیب و محبوب بھی ایک دوسرے کے رفیق نہ ہوتے اگر اُحد کی پہاڑی سونے کی ہوتی۔ صحیح بخاری میں حضور کا

ارشاد یوں نقل ہے :-

"حضرت ابوذر غفاری ناقل ہیں کہ آنحضرتؐ نے مجھ سے فرمایا کہ اے ابوذر کیا تم اُحد پہاڑ کو دیکھ سکتے ہو۔؟ میں نے آفتاب کو دیکھا کہ دن کا کتنا وقت رہ گیا ہے اور مجھے خیال ہوا کہ شائد رسولؐ اللہ مجھے کسی کام سے کہیں بھیجیں میں نے کہا ہاں۔ حضور نے فرمایا کہ مجھے پسند نہیں کہ میرے پاس اُحد کے برابر بھی سونا ہو اور میں تین اشرفیوں کے علاوہ کل نہ خرچ کر دوں"

اس فرمان رسول کریم سے واضح ہوتا ہے کہ انسان کو سونا، روپیہ پیسہ یا مال ذخیرہ کرنے کی ممانعت ہے۔

وہ لوگ جو حکومت کے بیت المال سے لے لے کر جمع کرتے ہیں یا اپنے عہدے سے فائدہ اُٹھا کر دولت جمع کرتے ہیں یا بینک میں اپنا اکاؤنٹ بڑھاتے چلے جاتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ کر کے دولت کو ختم نہیں کرتے۔

ان مالداروں کو جب ٹوکا جاتا ہے کہ پیسے کا انبار نہ لگاؤ تو جواب دیتے ہیں کہ ہماری جائز کمائی کا پیسہ ہے ہم کیوں نہ رکھیں۔ بس جتنی زکوٰۃ یا خمس واجب ہے ہم ادا کر دیتے ہیں۔ وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ جائز کمائی سے لایا ہوا پیسہ ضروریات زندگی کے بعد اور خمس و زکوٰۃ اور خیرات کے بعد بھی اگر بچتا ہے تو یہ بچا ہوا پیسہ حرام ہو جاتا ہے اور اس

حرام رقم کو رکھنے والے پر عذاب خدا نازل ہوگا۔

قرآن کریم نے قارون جیسے سرمایہ دار اور سرمایہ پرست کا ذکر کرکے انسان کو پیسے کی جموتی سے یوں منع کیا ہے:-

"کہنے لگا کہ یہ تو مجھکو میرے علم وعقل سے ملا ہے اور جو میرے پاس ہے۔ (اس نے) نہ جانا کہ اللہ اس سے پہلے ان لوگوں کو تباہ کر چکا جو زیادہ مال، مجمع اور قوت رکھنے والے تھے"

"پھر نکلا اپنی قوم کے سامنے اپنی آرائش کے ساتھ (تو دیکھکر) وہ لوگ کہنے لگے جو دنیاداری کے طالب تھے کہ کسی طرح ہم کو بھی ملے جیسا قارون کو ملا ہے اور وہ بیشک نصیب والا ہے" (سورۃ قصص۔ آیات ۷۸-۷۹)

اس آیت میں غور کرنے والی چیز ہے کہ سرمایہ دار قارون اپنی جمع کی ہوئی دولت کے سبب اپنے آپکو صاحب قوت سمجھتا تھا، اُسے اپنی دولت پر گھمنڈ تھا۔ اور چونکہ اُس کے پاس دولت تھی اس لئے اس کے اردگرد مالی گدائی جمع ہو گئے تھے۔ اور دوسرے دیکھنے والے اُس کی آرائش سے مرعوب ہوکر اسی کی طرح کا بنجانے کا خواب دیکھنے لگے تھے اور تمنا کرتے تھے کہ اُن کے پاس بھی قارون کی طرح دولت کا ڈھیر لگ جائے۔

دراصل سرمایہ داری ایک وبا ہے۔ خود انسان جب دوسروں کے حقوق نہیں ادا کرتا تو سرمایہ دار ہو جاتا ہے۔ سرمایہ دار ہوکر وہ مغرور ہو جاتا ہے بجائے راہ خدا میں خرچ کرنے کے وہ اپنی آرائش و زیبائش پر خرچ کرتا ہے۔

اگر وہ بچی ہوئی دولت بندگان خدا پر خرچ کرے تو وہ سرمایہ دار ہو ہی نہیں سکتا۔ وہ لوگ جو اس کی جی حضوری کرتے ہیں اُن کو جی حضوری کی کچھ مزدوری مل جاتی ہے جس سے ساری سوسائٹی میں پیسہ جمع کرنے کی ہوس ہو جاتی ہے اور پورا سماج سرمایہ پرست ہو جاتا ہے۔

مگر اللہ کو سرمایہ داری سے نفرت ہے، اُسے سرمایہ دار سے نفرت ہے اس لئے وہ اس کے غرور کو ڈھا دیتا ہے۔

"پس ہم نے قارون اور اس کے گھر کو زمین میں دھانس دیا تو اللہ کے سوا کوئی جمع اُس کی مدد نہ کر سکا اور نہ وہ بدلہ لے سکا اور وہ (حریص) لوگ جو کل تک اُس کے رتبے کی تمنا کرتے تھے صبح کو کہنے لگے کہ ہائے شامت، اللہ ہی تو اپنے بندوں میں جس کے لئے چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے۔ (اور جس کیلئے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے، اگر خدا ہم پر احسان نہ کرتا تو ہمکو بھی دھانس دیتا۔"

(سورۂ قصص - آیات ۸۱-۸۲)

ذرا غور کیجئے۔ ایک ہی جھٹکے میں تمام حریصوں کے دماغ ٹھکانے ہو گئے ورنہ یہی لوگ تو قارون کی طرح خود بھی سرمایہ دار بننے کی تمنا کر رہے تھے۔ اللہ کا یہ عذاب صرف قارون ہی کے لئے نہیں تھا۔ ذات باری تعالےٰ تو صرف اپنے سجدے چاہتی ہے نہ کہ وہ یہ منظور کرے کہ انسان پیسہ جمع کر کے انسانوں سے اپنے سامنے سجدہ کرائے۔

اسلام شخصی اجارہ داری کے بالکل خلاف ہے ـــــ وہ جموتی (HOARDING) کا دشمن ہے۔ اس لئے کہ یہ انسانوں کے درمیان غریب وامیر، اونچ نیچ کے طبقے بناتی ہے۔ اس لئے اللہ نے ہر دور کے سرمایہ دار اور سرمایہ پرستوں کو سخت سزائیں دی ہیں۔ کسی کی آج باری ہے تو کسی کی کل - اگر کوئی آج بچا ہوا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ اللہ کی نظروں سے اوجھل ہے۔ کیا خوب حضرت زینبؑ بنت علی علیہ السلام نے کہا ہے کہ

"اللہ کو جلد بازی کی ضرورت نہیں۔ اُسے کب اندیشہ ہے کہ موقع اُس کے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ وہ جب چاہتا ہے مجرم پر عذاب نازل کر دیتا ہے"

(شہید انسانیت صفحہ ۵۲۸)

"اور ہم بہت سی ایسی بستیاں ہلاک کر چکے جو اپنی معیشت پر نازاں تھیں۔ سو دیکھ لو یہ اُن کے گھر ہیں جو اُن کے بعد آباد ہی نہ ہوئے مگر تھوڑی مدت کے لئے اور آخر کار ہم ہی وارث ٹھہرے۔"

(سورۂ قصص آیت ۵۸)

اس آیت سے نہ صرف یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ نے ہر زمانے کے سرمایہ دار اور سرمایہ پرستوں پر عذاب نازل کیا ہے اور اُن کو فنا کیا ہے۔ بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی ہر شے کا مالک وہی ہے۔

اور وہ لوگ جو جمع کرتے ہیں وہ اللہ کی وراثت کا غصب کرتے ہیں۔ اسی لئے قرآن میں اعلان الٰہی ہے کہ ہم نے اُن کو تباہ کر دیا اور آخر کار ہم ہی وارث ٹھہرے۔ یعنی غاصبوں نے اللہ کا حق چھین لیا تھا۔

ساری دولت اللہ کی ہے۔ وہی کائنات کا وارث ہے یہاں ہر انسان کو اُس کی محنت کے برابر عوض لینے کا حق اُس نے دیا ہے۔ جو بھی محنت کرے اُس کو اللہ حق دلانا چاہتا ہے۔ سورۂ آل عمران آیت ۱۹۵ میں فرمایا کہ

۔ میں کسی محنت کرنے والے کی محنت ضائع نہیں کرتا۔

خواہ وہ مرد ہو کہ عورت "

محنت و مزدوری کی اسلام میں بڑی قدر و قیمت ہے۔ اس سلسلے میں مشکوٰۃ کی مندرجہ ذیل احادیث قابل غور ہیں۔

(۱) حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول صلعم نے فرمایا جو چیز تم کماتے ہو اُس میں سے سب سے زیادہ بہتر وہ ہے جو تم اپنے ہاتھوں سے کما کر کھاؤ۔

(۲) حضرت مقدام بن معدیکرب کہتے ہیں کہ رسول صلعم نے فرمایا کہ کسی نے کوئی بھی کھانا نہیں کھایا جو بہتر ہو اُس کھانے سے جو اپنے ہاتھ کی محنت سے کما کر کھائے۔ اور نبی اللہ داؤد اپنے ہاتھوں سے کما کر کھاتے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام سود لینے اور سود دینے دونوں کا سخت مخالف

ہے۔ اس لئے کہ سود لینے پر کسی مجبور کی ضرورت سے فائدہ حاصل کرکے اپنی جمع کی ہوئی فالتو رقم کو قرض دیکر اُس حاجتمند سے فائدہ حاصل کرتا ہے جس کی وجہ سے دولتمند کی دولت بڑھتی ہے اور غریب کی مفلسی میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔

" اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو۔ اور اگر ایمان رکھتے ہو تو جتنا سود باقی رہ گیا ہے اُس کو چھوڑ دو۔ اگر ایسا نہ کروگے تو اللہ اور اُس کے رسول سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

(سورۂ بقر آیات ۲۶۸ - ۲۶۹)

نہ صرف اسلام نے سود لینے اور سود دینے کو حرام قرار دیا، ہر وہ معاملہ منع کر دیا جس سے ایک کو نقصان اور دوسرے کو فائدہ ہو۔ اسی لئے جوا پانسہ، سٹہ کو منع کیا۔ غیر تیار فصل کو بیچنے اور خریدنے کو منع کیا۔ بٹائی پر زراعت کرنے کو حرام قرار دیا۔

غلے کو جمع کرلینے سے بھی منع کر دیا گیا تاکہ جمع کرنے والا اللہ کے بندوں کو بھوکا نہ مار سکے۔ یا بندگان خدا سے اپنی جہولی کا فائدہ اٹھا کر اُن کو مجبور نہ کر سکے کہ جن داموں وہ چاہے اُن داموں لوگ خریدیں۔

ان تمام پابندیوں سے مقصد اسلام صرف یہ ہے کہ کوئی شخص دولتمند نہ ہو جائے اور اپنی دولت سے فائدہ اٹھا کر غریبوں پر ظلم نہ کر سکے۔

دولت اسلام کے نزدیک اللہ کی وہ ملکیت ہے جو اُس کے بندوں پر برابر تقسیم ہوتی رہنی چاہئیے۔

ایذا دیجائے اس سے تو نرم بات کہکر (اُس کی ہتک سے) درگذر کرنا بہتر ہے۔ اللہ بڑا کشادہ قلب وخلیق و برد بار ہے۔"

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو (سلوک کرکے) احسان رکھنے اور ایذا دینے سے اُس شخص کی طرح (اپنی نیکی) برباد نہ کرنا جو لوگوں کو دکھا دے کے لئے مال خرچ کرتا ہے۔ وہ شخص خدا د آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔ اُس (کے مال) کی مثال اُس چٹان کی سی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی پڑی ہو اور اُس پر خوب مینہ برسے اور اُسے صاف کر دے۔ اسی (طرح) یہ (ریاکار) لوگ اپنے اعمال کا کچھ بھی صلہ حاصل نہ کر سکیں گے اور خدا ایسے ناشکروں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔"

"اور جو لوگ خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے خلوص نیت سے مال خرچ کرتے ہیں اُن کی مثال ایک باغ کی سی ہے جو اُونچی جگہ پر واقع ہو۔ اُس پر (اگر) مینہ برسے تو دُگنے پھل آئیں اور اگر نہ بھی پڑے تو پھوار ہی سہی (اسکو کافی ہے) خدا تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔"

(سورہ بقر آیات ۲۶۲ - ۲۶۳ - ۲۶۴ - ۲۶۵)

پھر اسی سلسلہ میں ارشاد ہوا کہ

"جو اپنا مال دیتا ہے کہ پاک ہو اور (اس لئے) نہیں (دیتا کہ) اُس پر کسی کا احسان (ہے) جس کا وہ بدلہ اُتارتا ہے بلکہ اپنے

قانون کی بڑی خوبی یہ ہونی چاہیئے کہ اُس پر پابندی سے عمل کرنے میں کسی کا نقصان نہ ہو۔ اگر ایک شخص وہ کام کرتا ہے جس سے دوسرے کو نقصان پہنچے تو اس کام کو ممنوع کرنا پڑے گا۔ نہ صرف اس طرح دوسرے کے حقوق کی حفاظت ہے بلکہ اُس شخص کے حقوق کی بھی حفاظت ہے جو آج نقصان دہ کام کرنا چاہتا ہے۔ مثلاً آج کسی نے دولت بٹور کر دوسرے کو زیر کر لیا تو اس کا بھی امکان ہے کہ کل کوئی دوسرا شخص اسی طرح کوشش کرکے پہلے شخص سے زیادہ دولت جمع کرے اور اس کے بعد آج کا دولتمند کل کے دولتمند کو زیر کرلے۔ فرد واحد کے حقوق کی نگرانی پوری سوسائٹی کے حقوق کی نگرانی ہے۔ اس قانون سے فائدہ ہر ایک کو ہے نقصان کسی کو نہیں۔ وہ بات دوسری ہے کہ چند افراد کو وقتی طور پر یہ نقصان پہونچ رہا ہو کہ وہ دوسروں کو نقصان نہ پہونچا سکیں۔

دولت باعث تباہی ہے۔ نہ صرف محرومین کے لیے بلکہ دولتمندوں کے لیے بھی۔

"اور خدا کی راہ میں خرچ کرو۔ اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور نیکی کرو۔" (سورۂ بقر آیت ۱۹۵)

اللہ کے نزدیک مال کا جمع نہ کرنا بلکہ مال کو راہ خدا میں خرچ کرنا اُن بہترین کاموں میں سے ہے جو ذرائع نجات ہیں۔

"اور جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے عطا کیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں اور جو

خدائے برتر کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے دیتا ہے وہ عنقریب خوش ہو جائیگا۔" (سورہ لیل آیات ۱۸-۱۹-۲۰-۲۱)

نظام اسلام کے دستور العمل کے مطابق دنیا میں کوئی شخص دولت رکھنے کا حقدار ہے ہی نہیں۔ جو کچھ جس کے پاس آئے اُس میں سے ضرریات زندگی کے لئے نکالنے کے بعد باقی ناداروں کو دیدے اس لئے کہ یہ بچی ہوئی دولت اُس کے پاس امانت ہے۔ اگر وہ نہ دیگا تو مجرم خیانت ہو جائیگا۔

وَفِیْٓ اَمْوَالِہِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ؀

(سورہ ذاریات آیت ۱۹)

"اور اُن کے مال میں سائل اور محروم (HAVE NOTS) کا حق ہوتا ہے"

اس کے علاوہ یوں حکم دیا کہ :-

"اور جن کے مال میں سائل و محروم کا حق مقرر ہے"

(سورہ المعارج آیت ۲۵)

سورہ توبہ آیات ۳۴ اور ۳۵ میں سرمایہ داروں کو عذاب کی خبر دیگئی۔

"اے وہ لوگو جو ایمان لائے۔ بہت سے عالم و مشائخ لوگوں کا مال ناحق کھاتے ہیں اور (انکو) راہ خدا سے روکتے ہیں۔ اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اُس کو خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے اُن کو اُس دن میں عذاب کی خبر سنا دو جس دن وہ مال دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائیگا۔

پھر اُن سے اُن کی پیشانیاں اور پہلو داغے جائیں گے۔ (اور کہا جائیگا کہ) یہ رہی ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا۔ سو جو تم جمع کرتے تھے (اب) اس کا مزہ چکھو۔"

اور دولت پر غرور کرنے والوں کو یوں آگاہ کیا :۔

"ہر طعن آمیز اشارے کرنے والے چغلخور کی خرابی ہے جو مال جمع کرتا ہے اور اس کو گن گن کر رکھتا ہے (اور) خیال کرتا ہے کہ اُس کا مال ہمیشہ اُس کی زندگی کا موجب رہے گا۔ ہرگز نہیں۔ وہ ضرور حطمہ میں ڈالا جائیگا۔ اور تم نہیں جانتے کہ حطمہ کیا ہے۔ وہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو دلوں میں جا لپٹیگی۔ (اور) وہ اس میں بند کر دیئے جائیں گے۔ (آگ کے) لمبے لمبے ستونوں میں ۔"

(سورہ ہمزہ)

پھر سورۂ لیل کی آیات ۱۱ اور ۱۲ میں انسان کو آگاہ کیا کہ :۔

"اور جب وہ گڑھے میں گرے گا تو اُس کا مال اُس کے کچھ کام نہ آئیگا۔ ہماری ذمہ داری تو راہ دکھانا ہے۔"

قرآن پاک دولت جمع کرنے والوں اور اپنی آرائش پر خرچ کرنیوالوں کا یوں مذاق اُڑاتا ہے کہ :۔

"یہ لوگ جو مال دنیا کی زندگی میں خرچ کرتے ہیں اُس کی مثال ہوا کی سی ہے جس میں سخت سردی ہو۔ وہ ایسے لوگوں کی

کھیتی پر جو اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے چلے اور اُسے تباہ کر دے۔"   (سورۂ آل عمران آیت ۱۱۷)

راہِ خدا میں خرچ کرنے کے مختلف مواقع ہیں جن میں کسی موقع پر خرچ کرنا کسی دوسرے وقت پر خرچ کرنے سے زیادہ مشکل بات ہو سکتی ہے۔ کسی مہم میں اُس وقت بڑی مشکلیں ہیں جب کہ اُس کا آغاز ہو۔ ورنہ تو مہم کی کامیابی کے بعد ہر ایک ساتھ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ فتح مکہ سے قبل اسلام میں داخل ہونا اپنے آپ کے لئے سختیاں، مظالم اور تکالیف مول لینا تھا۔ اُس وقت لوگوں کو اندازہ بھی نہ تھا کہ ایک روز اسلام ایک مضبوط طاقت بن جائیگا۔ چنانچہ اُس وقت جو لوگ دائرہ اسلام میں آئے اور جان و مال سے خدمت کی وہ محض خالص نیت سے خدمت کر رہے تھے۔ لیکن فتح مکہ کے بعد تمام دشمنانِ اسلام اس لئے مسلمان ہو گئے کہ اب جان بچانے، انتقام سے بچنے اور آزاد زندگی گزارنے کی اس کے سوا کوئی صورت رہی نہ تھی۔ اب سب ہی مسلمان ہو گئے۔ اور ظاہری طور پر خوشنودی بھی حاصل کرنے کے لئے مال سے بھی خدمت کرینگے۔ لیکن اگر فتح مکہ نصیب نہ ہوئی ہوتی تو یہ لوگ کبھی اسلام نہ لاتے۔

"جس شخص نے تم میں سے فتح (مکہ) سے پہلے خرچ کیا (اور وہ جس نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا) برابر نہیں۔ ان لوگوں کا درجہ ان لوگوں سے کہیں زیادہ بڑھ کر ہے

جنھوں نے بعد میں خرچ کیا اور قتال کیا اور خدا نے تو سب سے نیک وعدہ کیا ہے۔ اور جو کام تم کرتے ہو خدا اُن سے خوب واقف ہے۔"   (سورۂ حدید آیت ۱۰)

سورۂ فرقان آیت ۶۷ میں یوں فرمایا کہ :-

"اور وہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں نہ کنجوسی کرتے ہیں بلکہ اعتدال کے ساتھ ضرورت سے زیادہ نہ کم (خرچ کرتے ہیں)۔"

سورۂ اعراف آیت ۳۱ میں ارشاد ہوا کہ :-

"اور کھاؤ اور پیو اور بے جا صرف نہ کرو کہ خدا بیجا صرف کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔"

یہاں پر بیجا صرف کرنے سے مقصد یہ ہے کہ اپنی ضروریات زندگی کے بعد جو پیسہ بچے اُسے اپنی شان وشوکت میں، عالی شان مکان بنوانے میں، بے وجہ آسائش وآرام کے لئے ملازمین کی فوج رکھنے میں خرچ کیا جائے یا بچے ہوئے مال کو اقتدار حاصل کرنے کے لئے استعمال نہ کیا جائے یا نام ونمود کے لئے خرچ نہ کیا جائے۔ اور بجا صرف یہ ہے کہ بچے ہوئے مال کو دیگر صاحبان ضرورت کی ضروریات زندگی پوری کرنے کے لئے خرچ کیا جائے۔ غریبوں کے پیٹ کے لئے، اُن کے تن ڈھپنے کے لئے، اُن کی سایہ دار جائے رہائش کے لئے اسپتالوں، مدرسوں یتیم خانوں، مسافر خانوں جیسی عوامی آسائشوں کی چیزوں پر پیسہ لگایا جائے

اسلام کے دستورالعمل کے مطابق پاکیزگیٔ نفس کا ذریعہ یہ بھی ہے کہ جس کے پاس مال و دولت ہو وہ دوسرے محروموں پر خرچ کرے۔

"جو مال دیتا ہے پاک ہونے کے لئے۔"

(سورۂ لیل آیت ۱۸)

اور چونکہ انسان کے پاس جو کچھ ہے وہ اللہ کا ہی ہے اور جس کا (اللہ کا) مال ہے وہ کہہ رہا ہے کہ ہمارا مال دوسرے حاجتمندوں کو دیدو۔ اب اس کے باوجود بھی امانت کو رکھے رہنا خیانت ہے۔

"اور تم کو کیا ہوا کہ اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو۔ اور جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے وہ اللہ کی میراث ہے۔"

(سورۂ حدید آیت ۱۰)

مگر دیتے وقت یہ بات یاد رہے کہ خلاف عدل و خلاف مساوات ہے کہ جو تمہارے پاس ہے اس میں سے اچھا اچھا تو خود اٹھا لو اور جو بھوک رہ جائے جس کو تم اپنے لائق نہیں سمجھتے یا جس کے استعمال کو حقیر جانتے ہو اس کو اللہ کی راہ میں دو۔

"نیکی کی حد کو ہرگز نہ پہونچیگی وہ چیز جب تک وہ خرچ نہ کرو جس سے محبت رکھتے ہو۔ اور جو چیز خرچ کردے گے اللہ کو معلوم ہو گا۔"

(سورۂ آل عمران۔ آیت ۹۲)

مال بٹور کر سمیٹ کر رکھنے والے کے لئے حسب ذیل احادیث رسولؐ بھی قابل غور ہیں:

۱- رسولؐ خدا نے فرمایا کہ جس کو خدا نے مال دیا ہے اور اُس کی زکوٰۃ نہیں ادا کی اُس کا مال (روز حشر) پرانے سانپ کی طرح لایا جائیگا جس کے سر کے پاس دو چتیاں ہوں گی قیامت کے دن اُس کا طوق بنایا جائیگا - پھر اُس کے دونوں جبڑوں کو ڈسے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں ، میں تیرا خزانہ ہوں ۔" (صحیح بخاری)

۲- حضرت عدی بن حاتم سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرمؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہو تو اُسے بھی صدقہ دیکر آگ سے بچو - (صحیح بخاری)

۳- حضرت اسمار بنت حضرت ابوبکر راوی ہیں کہ وہ رسولؐ خدا کے پاس آئیں تو رسولؐ خدا نے فرمایا روپیہ پیسہ تھیلی میں بند کرکے نہ رکھو ورنہ اللہ بھی بند رکھے گا - اور جہانتک ہو سکے خیرات کرو - (صحیح بخاری)

۴- حضرت عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں کہ پھر آپ عورتوں کی طرف متوجہ ہوئے اور حضرت بلال آپ کے پاس تھے - چنانچہ آپ نے عورتوں کو نصیحت کی اور انھیں حکم دیا کہ خیرات کریں تو عورتیں اپنی اپنی بالیاں اور کنگن پھینکنے لگیں ۔ (صحیح بخاری)

۵- حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ اونٹ

اپنے مالک کے پاس پہلے سے زیادہ موٹے ہوکر آئیں گے اگر اُن میں سے حق نہ دیا ہو اور اپنے پاؤں سے اپنے مالک کو روندینگے۔ اور بکریاں اپنے مالک کے پاس زیادہ موٹی ہوکر آئیں گی اگر ان بکریوں میں سے حق نہ نکلا گیا ہو وہ (مالک کو) اپنے کھُروں سے روندینگی اور سینگوں سے مارینگی۔

(صحیح بخاری)

اسلام نے یہ حکم دیا کہ ہر وہ چیز جو اپنی ضروریات زندگی سے زیادہ ہو اسے غیر میں استعمال کرو اور اپنے پاس رکھو مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اپنی ضروریات زندگی کو بھی پورا نہ کرو۔ اس لئے کہ تم بھی انسان ہو۔ ضروریات زندگی تک کے لئے خرچ کرنے کے تم بھی حقدار ہو۔

ان احکام الہٰی کو سنکر، ارشادات نبویؐ کو پاکر، رسولؐ اکرم کو خود ان احکام پر سختی سے عمل پیرا دیکھکر اصحاب رسولؐ نے بھی سادہ زندگی کو اپنایا اور اپنا مال دوسروں کو دینے لگے۔ بعض اصحاب رسولؐ تو شدت میں آکر اپنی ضروریات زندگی کا بھی خیال نہ کرتے ہوئے ہر چیز راہ خدا میں دینے لگے۔ چنانچہ ارشاد الہٰی ہوا:۔

" اور (یہ) تم سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں تو کہدو کہ جو ضرورت سے زیادہ ہو۔ اس طرح بیان کرتا ہے اللہ تمہارے واسطے حکم شائد تم غور کرو۔

(سورۂ بقر۔ آیت ۲۱۹)

اس آیت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ جو کچھ انسان کے پاس ہے اُس میں سے صرف اتنا لے جتنا اُس کی زندگی کیلئے ضروری ہو۔ باقی جو کچھ بچے سب اللہ کی راہ میں خرچ کر دے۔

اب غور طلب بات یہ ہے کہ انسان کی ضروریات زندگی کیا ہیں۔؟ کیا موٹر، رفریکریٹر دس بیس گھوڑے، شاندار مکان، ملازمین کی فوج، چاندی سونے کے برتن، زرق برق لباس، ریشمی کپڑے یا ریشمی پردے، قیمتی زیورات وغیرہ ضروریات زندگی میں شامل ہیں۔؟

یہ سب آرائشات (LUXURIES) زندگی ہیں۔ اگر مساوات بین الناس قائم رکھنے کے بعد سوسائٹی کی ہر فرد خوشحال ہو جائے ہر ایک کو پیٹ بھر روٹی، تن چھپانے کو کپڑا اور سر چھپانے کو مکان ہو۔ ہر شخص کے علاج کے لئے آسانیاں مہیا ہوں، ہر شخص کی تعلیم کے امکانات ہوں اور سماج میں کوئی کسی شے سے محروم نہ رہے یا سماج کی ہر فرد اس قابل ہو کہ تمام آرائشیں اپنے لئے باسانی مہیا کر سکے تو وہ سماجی خوشحالی ہوگی۔ نہ کہ کسی سماج میں ایک مخصوص طبقہ کی خوشحالی یا انفرادی خوشحالی۔ اس صورت میں جبکہ ہر شخص آرائش سے رہ سکے تو آرائش بجا ہوگی اس لئے کہ ایک کی آرائش سے دوسرے پر اثر نہیں پڑتا۔ مگر ایسی صورت میں جبکہ مخلوق خدا بھوکی مر رہی ہو اور اُن کے پیٹ بھرنے کی ضمانت نہ ہو اور حاکم یا چند جی حضوریان حاکم یا رشتہ داران حاکم عیش کریں تو وہ اللہ کی میراث میں سے خیانت ہے۔

قانون کی بڑی خوبی یہ ہونی چاہئے کہ اُس پر پابندی سے عمل کرنے میں کسی کا نقصان نہ ہو۔ اگر ایک شخص وہ کام کرتا ہے جس سے دوسرے کو نقصان پہنچے تو اس کام کو ممنوع کرنا پڑے گا۔ نہ صرف اس طرح دوسرے کے حقوق کی حفاظت ہے بلکہ اُس شخص کے حقوق کی بھی حفاظت ہے جو آج نقصان وہ کام کرنا چاہتا ہے۔ مثلاً آج کسی نے دولت بٹور کر دوسروں کو زیر کر لیا تو اس کا بھی امکان ہے کہ کل کوئی دوسرا شخص اسی طرح کوشش کر کے پہلے شخص سے زیادہ دولت جمع کرے اور اس کے بعد آج کا دولتمند کل کے دولتمند کو زیر کر لے۔ فرد واحد کے حقوق کی نگرانی پوری سوسائٹی کے حقوق کی نگرانی ہے۔ اس قانون سے فائدہ ہر ایک کو ہے نقصان کسی کو نہیں۔ وہ بات دوسری ہے کہ چند افراد کو وقتی طور پر یہ نقصان پہونچ رہا ہو کہ وہ دوسروں کو نقصان نہ پہونچا سکیں۔

دولت باعث تباہی ہے۔ نہ صرف محرومین کے لئے بلکہ دولتمندوں کے لئے بھی۔

".. اور خدا کی راہ میں خرچ کرو۔ اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور نیکی کرو۔" (سورۂ بقر آیت ۱۹۵)

اللہ کے نزدیک مال کا جمع نہ کرنا بلکہ مال کو راہ خدا میں خرچ کرنا اُن بہترین کاموں میں سے ہے جو ذرائع نجات ہیں۔

".. اور جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے عطا کیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں اور جو

کتاب تم پر نازل ہوئی ہے اور جو کتابیں تم سے پہلے نازل ہوئیں سب پر ایمان لاتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ یہی لوگ اپنے پروردگار کی ہدایت پر ہیں۔ اور یہی نجات پانے والے لوگ ہیں۔" (سورۂ بقر آیات ۲-۴-۵)

سورۂ بقر آیت ۲۶۷ میں ارشاد ہوا کہ :-

" اے لوگو جو ایمان لائے ہو جو پاک اور اچھا مال کماتے ہو اور وہ چیزیں جو ہم تمھارے لئے زمین سے نکالتے ہیں اُن میں سے خرچ کرو۔ اور بری اور ناپاک چیزیں دینے کا قصد مت کرنا۔ بجائے اس کے کہ (لیتے وقت بری چیزیں) آنکھیں بند کر لو اُن کو کبھی نہ لینا۔ اور سمجھ لو کہ اللہ بڑا کشادہ دل اور قابل ستائش ہے۔"

اور پھر سورہ بقرہ ہی کی آیت ۲۷۲ میں خرچ کرنے والوں سے وعدہ کیا گیا کہ :-

" اور جو تم مال خرچ کروگے تو اُس کا فائدہ تم ہی کو ہے اور تم تو جو خرچ کروگے خدا کی خوشنودی کے لئے کروگے اور جو تم خرچ کروگے وہ تم کو پورا پورا دیا جائیگا اور تمھارا کچھ نقصان نہیں"

اس کے بعد خرچ کرنے کی ترغیب کے ساتھ وعدہ بھی کیا :-

" اُن حاجتمندوں کے لئے جو اللہ کی راہ میں رُکے بیٹھے ہیں اور ملک میں کسی طرف جانے کی طاقت نہیں رکھتے

یہانتک کہ تم قیافے سے اُن کو صاف پہچان لو کہ حاجتمند ہیں اور شرم کے سبب) لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگ سکتے (اگر تم اُن کے اُوپر مال خرچ کرو گے) تو کچھ شک نہیں کہ خدا اسکو جانتا ہے ۔"

" جو لوگ اپنا مال رات اور دن کو اور پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے رہتے ہیں اُن کا صلہ پروردگار کے پاس ہے اور انکو نہ کسی کا خوف ہوگا (روزِ حشر) نہ کسی کا غم ہوگا۔"

(سورہ البقر آیت ۲۷۲-۲۷۳)

ارشاد ہوا کہ سچے مومن وہ ہیں جو خرچ کرتے ہیں :-

" وہ جو نماز پڑھتے ہیں اور جو مال ہم نے اُن کو دیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں، یہی سچے مومن ہیں اور اُن کے لئے پروردگار کے پاس (بڑے) درجے ہیں اور بخشش اور عزت کی روزی ہے"

(سورہ انفال آیت ۳-۴)

" اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ جو رزق تم کو خدا نے دیا ہے اُس میں سے خرچ کرو تو کافر مومنوں سے کہتے ہیں کہ بھلا ہم ان لوگوں کو کھانا کھلائیں جن کو اگر خدا چاہتا تو خود کھلا دیتا۔ تم تو صریح غلطی پر ہو۔" (سورہ یٰسین آیت ۴۷)

سورہ حمد قرآن پاک کا دیباچہ ہے جسے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ روزانہ سترہ (۱۷) مرتبہ نمازوں میں ضرور پڑھے۔ اس لئے کہ اس سورہ میں بندہ اپنے پروردگار

کی صفات کو تسلیم کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ پالنے والے مجھکو صراط مستقیم کی ہدایت کر۔ اس سورۂ ہدایت کے بعد قرآن پاک کا پہلا سورہ سورۂ بقر ہے جس میں ارشاد ہوا کہ یہ کتاب بلاشبہ اللہ کا کلام ہے اور اُن کی رہنما ہے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں یعنی INSTITUTION OF SALAT قائم کرتے ہیں۔ بالفاظ دیگر جن کا عمل ان باتوں پر ہے جن کے وعدے وہ نماز میں کرتے ہیں۔

"الٓمٓ ۔ یہ کتاب ، اس میں کچھ شک نہیں (خدا سے) ڈرنے والوں کی رہنما ہے جو غیب پر ایمان لائے اور آداب کے ساتھ نماز پڑھتے اور جو کچھ ہم نے اُن کو دیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں۔" (سورۂ بقر آیات ۱ تا ۳)

یعنی یہ دستور العمل اُن کے لئے نہیں ہے جو ایمان نہ لائے ہوں، جو نیک راہ پر نہ ہوں اور جو خرچ نہ کرتے ہوں۔ ظاہر ہے کہ پیسہ جمع کرنے والوں کا عقیدہ تو دولت پر ہے نہ کہ اللہ پر۔

سورۂ بقر ہی میں پھر آیت ۲۱۵ میں واضح کیا کہ دولت کو کس طرح خرچ کیا جائے:۔

" (اے محمد) لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ مال کس طرح خرچ کریں۔ کہہ دو کہ جو خرچ کرنا ہو وہ ماں باپ کو، اقربا کو، یتیموں کو، مسکینوں کو، محتاجوں کو اور مسافروں کو دو۔ اور جو بھلائی تم کرو گے اُس کو خدا جانتا ہے۔"

خرچ کرنے والوں کو برکت عطا کرنے کا وعدہ کیا ہے کہ

" جو لوگ اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اُن (کے مال) کی مثال اُس دانے کی سی ہے جس سے سات بالیاں اُگیں، اور ہر بالی میں سَو سَو دانے ہوں اور خدا جس کے (مال) کو چاہتا ہے زائد کر دیتا ہے۔ وہ بڑی کشائش والا اور جاننے والا ہے " (سورہ بقر آیت ۲٦۱)

سورۂ قصص آیت ۵۴ میں ارشاد ہوا کہ :-

" ان لوگوں کو دگنا بدلہ دیا جائیگا کیونکہ وہ صبر کرتے رہے ہیں اور بھلائی کے ساتھ بُرائی کو دور کرتے رہے ہیں اور ہم نے اُن کو جو (مال) دیا ہے اُس کو خرچ کرتے ہیں "

سورۂ سجدہ آیات ۱۵ اور ۱٦ میں ارشاد ہوا کہ :-

" ہماری نشانیوں پر تو وہی ایمان لاتے ہیں کہ جب اُن کو نصیحت کی جاتی ہے تو سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور غرور نہیں کرتے اُن کے پہلو بچھونوں سے الگ رہتے (یعنی وہ عیش نہیں کرتے) وہ اپنے پروردگار کو خوف اور اُمید سے پکارتے ہیں اور اُن کو ہم نے جو دیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں "

اور سورۂ سبا کی آیت ۳۷ میں فرمایا کہ :-

" اور تمھارا مال اور اولاد ایسی چیز نہیں جو تم کو ہمارا مقرب

بنا دیں۔ ہاں (مقرب وہ ہے) جو ایمان لایا اور عمل نیک کرتا رہا ایسے ہی لوگوں کو اُن کے اعمال کے سبب دگنا بدلہ دیا جائیگا اور وہ اطمینان سے بالا خانوں پر بیٹھے ہوں گے ۔"

اسی سورہ کی آیت ۳۹ میں ارشاد ہوا کہ :۔

" اور جو تم خرچ کرو گے اُس کا وہ عوض دیگا اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے "

سورۂ فاطر آیات ۲۹ اور ۳۰ میں دینے والے کو اللہ کی جانب سے عوض کا یقین دلایا ہے :۔

" جو لوگ خدا کی کتاب پڑھتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے اُن کو دیا ہے اُس میں سے ظاہر اور پوشیدہ خرچ کرتے ہیں وہ اس تجارت کے اُمیدوار ہیں جو کبھی تباہ نہیں ہوگی کیونکہ خدا ان کو پورا پورا بدلہ دیگا اور اپنے کرم سے کچھ زیادہ بھی دیگا۔ وہ بخشنے والا اور قدردان ہے ۔"

سورۂ شوریٰ آیت ۳۸ میں ارشاد ہوا :۔

" اور جو اپنے پروردگار کا حکم مانتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور اپنے کام کاج آپس میں ایک دوسرے سے مشورہ کر لیتے ہیں اور ان کو ہم نے جو مال عطا کیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں ۔"

سورۂ زخرف آیت ۳۲ میں ارشاد ہوا کہ :۔

" اور تمھارے رب کی رحمت اس سے کہیں بہتر ہے جو یہ جمع کرتے ہیں۔"

سورۂ قصص آیت ۷۷ میں حکم ہوا کہ :-

" اور جو (مال) خدا نے تم کو دیا ہے اُس سے آخرت طلب کرو اور دنیا سے اپنا حصہ مت لو۔ اور جیسی تم سے خدا نے بھلائی کی ہے تم بھی بھلائی کرو۔ (یعنی جس طرح تم کو اللہ نے دولت دی ہے تم بھی اسی طرح دوسرے حاجتمندوں کو (دو) اور ملک میں) فساد نہ پھیلاؤ اس لئے کہ خدا فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔"

سورۂ روم آیت ۳۸ میں ارشاد ہوا کہ :-

" تو اہل قرابت اور محتاجوں اور مسافروں کو ان کا حق دیتے رہو، جو لوگ رضائے الٰہی کے خواہشمند ہیں یہ اُن کے لئے بہتر ہے۔ یہی لوگ نجات حاصل کرنے والے ہیں۔"

یہاں "اہل قرابت" سے مراد اہل قبیلہ یا چچازاد، ماموں زاد نہیں بلکہ جن سے دینی قرابت ہے۔ جن سے شہری قرابت ہے۔ جن سے نقطۂ نگاہ کی قرابت ہے، جن سے قرابت ہے۔

سورۂ رعد آیت ۲۲ میں فرمایا کہ :-

" جو (مال) ہم نے اُن کو دیا ہے اُس میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کیلئے عاقبت کا گھر ہے۔"

پھر سورہ بنی اسرائیل میں حکم ہوا:۔

" اور قرابت رکھنے والوں اور محتاجوں اور مسافروں کو اُن کا حق ادا کرو اور فضول خرچی (اسراف) سے مال نہ خرچ کرو کہ فضول خرچ کرنے والے تو شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کی نعمتوں سے انکار کرنے والا ہے "

(سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۶-۲۷)

سورہ حج آیت ۳۵ میں فرمایا کہ:۔

" یہ وہ لوگ ہیں کہ جب خدا کا نام لیا جاتا ہے تو ڈر جاتے ہیں۔ اور اُن پر مصیبت پڑتی ہے تو صبر کرتے ہیں۔ اور نماز بڑے ادب سے پڑھتے ہیں اور جو ہم نے اُن کو عطا کیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں "

سورہ مومنون آیات ایک تا چار میں ارشاد ہوا کہ:۔

" بیشک صاحبان ایمان نے فلاح پائی جو نماز میں عجز و نیاز کرتے ہیں جو واہیات باتوں سے منہ موڑتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے رہتے ہیں "

سورہ حدید آیت ۷ میں ارشاد ہوا کہ:۔

" خدا اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ اور جس (مال) میں اُس نے تم کو (اپنا) نائب بنایا ہے اُس میں سے خرچ کرو، اور جو لوگ تم میں ایمان لائے اور خرچ کرتے رہے اُن کیلئے

بڑا اجر ہے"

سورۂ حدید کی آیت ۱۱ میں پوچھا جا رہا ہے کہ :-

"کون ہے جو خدا کو نیکی سے اور صدق دل سے قرض دے تو وہ (خدا) اُس کو اُس سے دُگنا ادا کرے اور اُس کے لئے باعزت صلہ ہے"

پھر اسی سورے کی آیت ۱۸ میں آگاہ کیا گیا کہ :-

"جو مرد اور عورتیں خیرات کرنے والے ہیں وہ خدا کو نیک نیتی سے قرض دیتے ہیں۔ اُن کو دو گنا عطا کیا جائیگا اور اُن کے لئے صلۂ عزت ہے"

سورۂ صف کی آیت ۱۱ میں حکم ہوا کہ :-

"خدا پر اور اُس کے رسولؐ پر ایمان لاؤ اور خدا کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو۔ اگر تم یہ (فلسفہ) سمجھو تو تمہارے (ہی) حق میں بہتر ہے"

سورۂ تغابن آیات ۱۶ اور ۱۷ میں ارشاد ہوا کہ :-

"پس جتنی الامکان خدا سے ڈرو اور (اُس کے حکم کو) سنو اور فرمان بجا لاؤ اور خرچ کرو۔ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ اور جو شخص مزاج کے بخل سے بچ گیا ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں ۵ اگر تم خدا کو نیکی سے قرض دو گے تو وہ تم کو اُس کا دوگنا دے گا۔ اور تمہارے گناہ بھی معاف کر دے گا۔

اور خدا جاننے والا اور بُرد بار ہے۔"

سورۂ آلِ عمران آیت ۱۷ میں یوں فرمایا کہ :۔

" یہ وہ لوگ ہیں جو صبر کرتے ہیں اور سچ بولتے ہیں اور عبادت میں لگے رہتے ہیں اور خرچ کرتے ہیں اور اوقات سحر گناہوں کی معافی مانگتے ہیں ۔"

سورۂ توبہ آیت ۶۰ میں حکم ہوا کہ :۔

" صدقات تو مفلسوں ، محتاجوں اور کارکنان صدقات کا حق ہے اور ان لوگوں کا جن کے قلوب کی تالیف ہوئی ہے اور غلاموں کو آزاد کرانے میں اور قرضہ داروں کے قرض ادا کرنے میں اور مسافروں میں (خرچ) کرنا چاہیئے ۔ یہ حقوق اللہ کی طرف سے مقرر کردہ ہیں اور خدا جاننے والا اور حکمت والا ہے۔"

سورۂ آلِ عمران آیت ۱۳۴ میں کہا کہ :۔

" جو لوگ آسودگی اور تنگی میں (اپنا مال) خرچ کرتے ہیں اور غصے کو روکتے ہیں اور لوگوں کے قصور معاف کرتے ہیں اور اللہ نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے ۔"

اور پھر اسی سورہ کی آیت ۱۸۰ میں ارشاد ہوا کہ :۔

" اور جو لوگ مال میں جو خدا نے اپنے کرم سے عطا کیا ہے بخل کرتے ہیں وہ اس بخل کو اپنا حق نہ جانیں بلکہ اُن کے لئے بُرا ہے ۔ وہ جس مال میں بخل کرتے ہیں وہ مال قیامت کے دن طوق بنا کر

اُن کی گردنوں میں ڈالا جائیگا ۔ اور آسمانوں اور زمینوں کا وارث

خدا ہی ہے اور تم جو عمل کرتے ہو خدا کو معلوم ہے "

اسلام کے معاشی نظریئے کے متعلق قرآن پاک میں بار بار احکامات دیئے گئے ہیں ۔ ان آیات کے علاوہ بھی احکامات ہیں کہ زکوٰۃ (۲½ فیصد ٹیکس) اپنی آمدنی میں سے ادا کیا جائے ۔ نیز خمس (۲۰ فی صد ٹیکس) مخصوص حقداروں تک پہنچایا جائے ۔ صرف یہی نہیں قرآن کے معاشی نظام میں ترکۂ والدین ، بیٹے اور بیٹی کے حصّوں کا بٹوارہ ، عورتوں کا ترکہ۔ قرض کے لین دین کے طریقے ، تجارت کے ایماندارانہ اصول اور دیگر اُمور پر روشنی ڈالی گئی ہے ۔ مگر حسب بالا آیات وہ پیش کی گئی ہیں جو دولت کے جمع کرنے کی مخالفت کر رہی ہیں ، خرچ کرنے کی فضیلت بیان کر رہی ہیں اور دولت جمع کرنے والوں کی مذمت کرتے ہوئے اُن کا انجام بتا رہی ہیں ۔

—— وہ لوگ جو مال رکھتے ہیں وہ جہاد سے جی چراتے ہیں ، ——

اُن کو مال اللہ سے زیادہ عزیز ہے ——

" کہدو کہ اگر تمھارے باپ بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور خاندان کے لوگ اور مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس کے بند ہونے سے تم ڈرتے ہو اور مکانات جس کو تم پسند کرتے ہو ، اور خدا اور اُس کے رسول اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے سے تمہیں زیادہ عزیز ہیں ، تو ٹھہرے رہو اُس وقت تک کہ خدا اپنا کوئی حکم (عذاب) بھیجے ۔ اور خدا نافرمان لوگوں کو ہدایت

نہیں کرتا ــــــ" (سورہ توبہ آیت ۲۴)

اللہ نے سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کو اس کائنات عالم میں نبی آخر اور ختم الرسل بنا کر اس لئے بھیجا تھا کہ وہ قرآن حکیم کے اُصولوں کے مطابق ایک ایسی سلطنت کی بنیاد ڈالیں جس کی جغرافیائی حدود میں تمام کائنات عالم ہو اور جس کا نظام صرف اللہ کے منتخب کردہ اُصولوں پر " جو قرآن کی صورت میں ہیں " چلایا جائے۔

آیئے اس نظام اسلامی کے دستور العمل قرآن کی روشنی میں اور خصوصاً جو آیات مبارکہ نقل کی جا چکی ہیں اُن کے مطابق حضرت ابوذر غفاری کی زندگی اور نقطۂ نگاہ کا جائزہ لیا جائے۔

مناسب ہے کہ خیالات پر روشنی ڈالنے سے پہلے ابوذر کے حالات زندگی بیان کر دیئے جائیں۔

جب آمد و رفت کے ذرائع اتنے سہل نہ تھے اُس وقت مکۂ معظمہ سے دمشق جانے کے لئے ایک کوہستانی راستہ تھا۔ اسی راستے تقریباً مکۂ معظمہ اور دمشق کے درمیان ایک دیہات تھا جس میں غفار بن مليل بن ضمیر کنعانی کی اولاد بسی ہوئی تھی۔ طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۶۹۵)

یہ ایک ریگستانی علاقہ تھا جہاں پیداوار کے امکانات نہ تھے۔ اس لئے اس بستی میں بسنے والوں کا کوئی معقول ذریعہ آمدنی نہ تھا۔ علم و اخلاق کی غیر موجودگی میں ناداری اور مفلسی اکثر انسان کو کسب حرام کی ترغیب دیتی ہے۔ ان پہاڑی راستوں سے مکہ کے قافلے اپنے اپنے تجارتی

مال کو لیکر شام کی تجارتی منڈیوں کی جانب جاتے تھے اور اپنا مال فروخت کر کے شام سے خریدا ہوا مال واپس لاتے تھے۔

اہل غفار نے اسی کو اپنا ذریعۂ آمدنی جانا کہ ان مال و دولت سے لدے پھندے قافلوں پر چھاپے ماریں۔ قتل و غارت کریں اور لوٹ کے مال سے اپنی زندگی گذاریں۔ مال حرام لالچ کو بڑھاتا ہی جاتا ہے اور انسان جتنا بھی پاتا ہے اس پر قناعت نہیں کر پاتا۔ چنانچہ اہل غفار نے راہزنی کے ساتھ ساتھ گرد و نواح کی بستیوں پر بھی ڈاکہ زنی شروع کر دی۔

غفاریوں نے راہزنی اور ڈاکہ زنی میں اپنے آپ کو بہت منظم اور مضبوط کر لیا تھا اور ان کی قوت اور طاقت کے سکے اہل مکہ اور اہل دمشق کے دلوں پر جم گئے تھے۔

اسی دوران ان غفاریوں میں ایک شخص جنادہ بن کعب بن صعیر بن الوقیع بن سفیان بن حرام بن غفاری کے گھر رملہ بنت ربیعہ کے بطن سے ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام جندب یا بو جندب رکھا گیا۔ آگے چل کر اس بچے کی کنیت ابوذر مشہور ہو گئی۔ یہ بچہ جب جوان ہوا تو اس کا شغل بھی اپنے قبیلے کی طرح ڈاکہ زنی اور راہ زنی ہوا۔

جلد ہی اس کی جنگ جوئی نے لوگوں کے دلوں کو دہلا دیا۔ تاریخ کے مطابق مسلح ہو کر راہ زنی کو جاتا۔ بستیوں پر ڈاکہ زنی کرتا اور

درندہ تھا ہی مگر یہ نوجوان اکثر تن تنہا بھی قافلوں پر حملے کرتا۔ بہتوں کو موت کے گھاٹ اتارتا اور مال واسباب اور سواریوں کے جانور لیکر واپس آجاتا تھا۔ اہل مکہ اس نوجوان سے تھراتے تھے۔

(طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۱۶۳)

اس کی ہیبت وجرأت کا دور دور چرچا ہونے لگا۔

جب قافلوں پر عالم مسافرت میں اچانک چھاپے پڑتے ہوں گے اور عالم مسافرت میں لوگوں کے سر کٹتے ہوں گے تو اکثر عورتیں آہ وزاری کرتی ہوں گی، بچے فریاد وادیلا کرتے ہوں گے۔ غالباً ایسے ہی کسی ہولناک منظر سے ابوذر کا دل دہل گیا اور خود ہی اپنی جفاکاریوں پر نادم ہوگئے اس ندامت نے دست وپا سے قوت ظلم وتشدد بھی چھین لی۔

ابوذر نے راہزنی اور ڈاکہ زنی یک لخت ترک کردی اور برخلاف اس کے اپنا وقت عبادت الہٰی میں گذارنے لگے۔

اہل غفار کے لئے ابوذر کا تائب ہونا بڑی عبرت انگیز بات تھی۔ اہل غفار آکر قافلوں کی آمد کی خبریں سنانے مگر ابوذر آمادہ نہ ہوتے اپنے جرگے سے ایسے جری کا نکل جانا سب کے لئے خسارے کی بات تھی۔ بہت آمادہ کیا ابوذر نہ مانے۔ طعن کئے، ابھر پھینکے، ابوذر پر اثر نہ ہوا۔ اب اہل غفار سمجھ گئے کہ ابوذر بزدل ہوگیا ہے اور اس کا ان کی بستی میں رہنا ان کے لئے باعث خطر ہے۔

جس ابوذر کے دست وبازو کی دھاک ختم ہوگئی اس سے کوئی بھی

آمادہ بہ پیکار ہو سکتا تھا ۔ چنانچہ اہل قبیلہ ضرر پہونچانے لگے جس سے تنگ آکر ابوذر نے وطن چھوڑنے کی ٹھانی ۔

اپنے ہمراہ اپنی ماں اور بھائی کو لیا (بھائی کا نام عموماً انیس بتایا جاتا ہے) اور اپنے ماموں کے قبیلہ کی جانب آگئے ۔ ماموں نے بہن اور بھانجوں کا انتہائی محبت سے استقبال کیا ۔ اس نئے قبیلے کے سردار خود ان کے ماموں تھے ۔ چند ہی دنوں میں بھانجوں نے ماموں کو اپنی معاملہ فہمی سے اتنا متاثر کیا کہ قبیلے کے دوسرے لوگ رشک کرنے لگے ۔

ایک مرتبہ جب ماموں کسی غرض سے اپنی بستی کے باہر گئے تو حاسدوں نے موقع غنیمت جانا اور واپسی پر انیس کی شکایت کی کہ وہ ماموں کی غیر موجودگی میں اہل قبیلہ سے ترشی کا برتاؤ کرتے تھے ۔ ماموں نے انیس کو کچھ سخت سست کہا جو دونوں بھائیوں کو بہت گراں گذرا اور دونوں بھائیوں نے اس قبیلے سے بھی کوچ کی ٹھانی ۔ ماموں نے بہت سمجھایا مگر دونوں نے ایک نہ سُنی ۔ طبقات ابن سعد کے مطابق ابوذر خود بیان کرتے تھے کہ جب وہ روانہ ہو رہے تھے تو اُن کے ماموں اپنے منہ پہ کپڑا ڈال کر رو رہے تھے ۔

ابوذر ماں اور بھائی کے ساتھ مکہ معظمہ سے قریب ایک وادی میں آکر قیام پذیر ہوئے ۔ انیس اچھے شاعر تھے ۔ وہ اس بستی کے لوگوں کو اپنا کلام سناتے تھے ۔ ایک روز وہاں کے ایک شاعر سے مقابلہ ہوا اور طے پایا کہ کاہن کے سامنے دونوں اپنا کلام سنائیں جس کا

کلام بہتر ہو وہ دوسرے کے گلے پر قابض ہو جائے۔ مقابلہ ہوا۔ کاہنہ نے اپنا فیصلہ انیس کی شاعری کے حق میں دیا اور انیس ایک بڑے گلے کے مالک ہو گئے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تائب ہونے کے بعد ابوذر رواج عرب کے مطابق بتوں کی پرستش کرنے کے بجائے خدائے واحد کی عبادت کرتے تھے۔

اس کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ اس دوران جب سرورِ کائنات نے مکہ میں دین اسلام کی تبلیغ شروع کی اور اہل مکہ نے ایذا رسانیاں شروع کر دیں اور حضور کے جگہ جگہ ذکر ہونے لگے کہ وہ خدائے واحد کی تلقین کرتے ہیں تو ایک روز جب مکہ کا ایک مسافر ابوذر کے مکان کے پاس ٹھہرا اور ابوذر سے اُس شخص سے گفتگو ہوئی تو اُس نے کہا کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو وہی بات مکہ کا ایک اور شخص بھی کہتا ہے۔ اور وہ تو یہ بھی کہتا ہے کہ وہ خدا کا رسول ہے اور اُس کو حکم ملا ہے کہ سب کو منع کرے کہ بتوں کو سجدہ نہ کرو۔ یہ سُنکر ابوذر نے اُس شخص سے آنحضرت کے حالات دریافت کئے کہ وہ کون شخص ہے اور کہاں رہتا ہے۔

اتفاق کی بات کہ انیس نے مکہ معظمہ کے سفر کے لئے ابوذر سے اجازت مانگی (طبقات) یا خود ابوذر نے حکم دیا کہ وہ مکہ معظمہ جائیں اور آنحضرت کے حالات معلوم کر کے خبریں دیں۔ (بخاری)

انیس مکے گئے اور واپس ہو کر ابوذر کو آنحضرت کے حالات

سے آگاہ کیا۔

صحیح بخاری کے مطابق اس واقعہ کو ابوذر خود یوں بیان کرتے تھے۔

"انیس خود ایک اچھا شاعر تھا مگر اُس نے یہی کہا کہ میں نے شاعری کے اوزان پر اُس کے اشعار کو پرکھا۔ شاعر تو وہ نہیں ہے۔ میں سینکڑوں کاہنوں سے بھی ملا ہوں اور اُن کی باتیں بھی سنی ہیں لیکن اُس شخص کی گفتگو کو کاہنوں کی باتوں سے کوئی لگاؤ نہیں ہے۔ قسم خدا کی سب کے سب جھوٹے ہیں مگر یقیناً یہ شخص سچا ہے"

طبقات کے مطابق ابوذر یہ سنکر بے چین ہو گئے اور کہا:۔

"ہم جس مرض کا علاج چاہتے ہیں تم اس کا علاج نہیں لائے (اور وہ لا بھی کہاں سے سکتے تھے) اب تم میری جگہ گھر پر رہو اور میں جاتا ہوں تاکہ دیکھوں تو کہ کون ہے"

اور اس کے بعد ابوذر نے کاندھے پر ایک پانی سے بھری ہوئی مشک ڈالی اور کچھ کھجوریں ہمراہ لیکر وادیٔ مکہ کی جانب روانہ ہو گئے۔ ابوذر مکہ معظمہ پہونچے۔ یہاں کسی سے کوئی جان پہچان نہ تھی اس لئے حرم میں کسی جگہ مقام کیا۔

شائد ابوذر ان حالات سے واقف تھے کہ سارا مکہ آنحضرتؐ کا دشمن ہو چکا ہے اس لئے آنحضرتؐ کا پتہ کسی سے دریافت کرنا مناسب نہ سمجھا۔

کئی روز گذرنے کے بعد بھی جب آنحضرتؐ کی زیارت نصیب

یا ماموں کی ایک بات پر اس بستی کو خیرباد کہدیں جہاں پناہ ملی تھی۔ اب وہی ابوذر نہ صرف انتہائے ضبط و صبر سے اہل قریش کی مار کھاتے ہیں بلکہ پٹنے کے بعد بھی حرم نہیں چھوڑتے۔

ابوذر اسی طرح دن رات گذارنے لگے۔ یہاں تک کہ حضرت علی کی نظریں آپ پڑیں اور آپ نے ابوذر سے دریافت کیا کہ وہ کہاں کے رہنے والے ہیں اور ابوذر نے بتایا کہ وہ قبیلۂ غفار کے ہیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا " قم الی منزلک " اپنی منزل کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ یا اپنی منزل کی طرف چلو۔

یہاں کئی باتیں قابل غور ہیں۔

اوّل تو یہ کہ آنحضرتؐ کی جماعت کا کوئی بھی آدمی قریش کے ہاتھوں مارا جاسکتا تھا جس طرح کہ ابوذر کو صرف اس لئے مارا گیا کہ وہ آنحضرتؐ کا پتہ معلوم کر رہے تھے۔ مگر انھیں دنوں حضرت علیؑ خانۂ کعبہ میں آتے جاتے رہتے کون نہ جانتا ہوگا کہ علیؑ ابن عم محمد مصطفےٰ ہیں۔ کس کو دیار مکہ میں نہ معلوم ہوگا کہ علیؑ ہی پہلے شخص ہیں جو دین محمدیؐ میں داخل ہوئے اور رسول اکرم سے وعدہ کیا ہے کہ وہ تبلیغ دین اسلام میں حضور کا ہر طرح سے ساتھ دینگے مگر علیؑ کی اس وقت بھی یہ ہیبت تھی کہ کوئی ہاتھ اٹھانے کی ہمت نہ کرتا تھا۔

خانۂ کعبہ میں تو عرب ہر ہر قبیلہ سے آتے ہی رہتے تھے مگر علیؑ نے ابوذر کو دیکھتے ہی یہ سوال کر لیا کہ کہاں سے آئے ہو۔ یا یوں کہا جائے کہ اسلام

کے انتہائی مشکل ایام میں بھی علیؑ کی نگاہیں لاوارث اور مسافر کی طرف متوجہ ہو جاتی تھیں۔

تیسری اہم بات یہ ہے کہ علیؑ کی نگاہیں کس درجہ دُور بیں تھیں کہ ابوذرؓ نے صرف قبیلے کا نام لیا اور علیؑ نے عجیب الفاظ میں دعوت دی کہ "اپنی منزل کی طرف چلو" یعنی علیؑ کی نظریں سینۂ ابوذرؓ کو چیرتے ہوئے قلب ابوذرؓ تک پہونچ گئیں اور ابوذرؓ کے مقصد اور منزل کو پہچان گئیں۔

فکر تلاشِ حق میں ابوذرؓ کی نگاہیں بھی دُور بیں ہو چلی تھیں کہ وہ ابوذرؓ جس نے ابھی ایک ضعیف سے آنحضرت کا پتہ پوچھکر دھوکا کھایا تھا وہ بغیر کسی شبہے کے علیؑ کے ساتھ ہو گئے۔

اتنے واقعے سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ابوذرؓ حضرت علیؑ کے ساتھ جب گھر گئے ہوں گے تب ہی آنحضرتؐ کی زیارت کی سعادت بھی حاصل ہو گئی ہو گی۔ اور تب ہی مشرف بہ اسلام بھی ہوئے ہوں گے۔

مگر احسن گیلانی نے اپنی کتاب "سوانح ابوذر غفاری" مطبوعہ ادارۂ تاج المعارف دیوبند" میں اس سلسلے کی چند اور باتیں بھی لکھی ہیں۔ جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے :۔

(۱) یہ کہ حضرت ابوذرؓ نے حضرت علیؑ کے گھر پر رات بسر کی اور صبح کو پھر تلاشِ رسولؐ کریم میں مکّے کے بازاروں کے چکر لگائے۔ شام کو حضرت علیؑ حرم جاکر اپنے ہمراہ ابوذرؓ کو پھر لائے۔

(۲) یہ کہ دوسری صبح پھر ابوذر حضرت علیؑ کے گھر سے آئے اور حرم میں

بیٹھے رہے۔ رات کو کسی مصروفیت کی بنا پر حضرت علیؓ نہ پہونچ پائے اور ابوذر حرم کے کسی کونے میں پڑے رہے ۔ رات کو حرم میں قریش کی عورتیں مینین ۔ اسناف دنائلہ سے دعائیں مانگ رہی تھیں تو ابوذر نے کہا کہ ان کا نکاح کردو۔ عورتوں کو یہ بات بُری لگی ۔ وہ ابوذر کے خلاف بڑبڑاتی ہوئی جارہی تھیں کہ آنحضرتؐ اور حضرت ابوبکر راہ میں ملے ۔ آنحضرتؐ نے عورتوں کے بڑبڑانے کی وجہ دریافت کی ۔ عورتوں نے بتایا کہ حرم میں ایک "صابی" نے ایسا جملہ کہا۔ آنحضرتؐ یہ سُنکر حضرت ابوبکر کے ساتھ حرم میں آئے ۔ ابوذر کی آنحضرتؐ پر نگاہ پڑی جب کہ آپ طواف کر رہے تھے۔ ابوذر پہچان گئے اور سامنے آکر عرض کی السلام علیک یا رسول اللہ ۔ آنحضرت نے جواب سلام کے بعد قبیلہ دریافت کیا ۔ ابوذر نے بتایا ۔ آنحضرتؐ نے انتہائے تعجب سے اپنے ہاتھ کو پیشانی کی طرف جھکایا کہ قبیلہ غفار والے تو راہزنی کرتے ہیں۔ ان میں کا ایک شخص ایسا کیسے ہوگا ۔

(۳) یہ کہ اس رات طرفین میں سے کسی نے اسلام اور ایمان کی بات نہ کی ۔ مگر میر احسن صاحب نے طبقات کے حوالے سے لکھا ہے کہ ابوذر آنحضرتؐ کی طرف بڑھے کہ دست مبارک پر کلمہ پڑھیں مگر حضرت ابوبکر نے روک لیا

(۴) یہ کہ حضرت ابوبکر نے ابوذر سے پوچھا کہ "یہاں کب سے ہو" تو ابوذر نے جواب دیا کہ تیس دن اور تیس راتیں گذر چکیں اور پھر حضرت ابوبکر نے سوال کیا کہ تم کو کھلاتا کون ہے ؟ تو ابوذر نے جواب دیا کہ ایک

زمانے سے میری گذر صرف زمزم کے پانی پر ہو رہی ہے " (پھر اس کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا لکھتے ہیں کہ آپ کا مقصد ان سے نہیں دریافت کیا کہ حضرت ابوبکر کو اپنے مقصد چھپانے میں اللہ ہی نہیں مقصود تھا اور کھانے کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ہو نہ حضرت علیؓ کے گھر ابوذر سونے کے لیے رات گذارنے دو دن سے جایا کرتے تھے اور آپس میں کسی قسم کی گفتگو نہیں ہوئی تھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ کے یہاں کھانے کی مہمانداری نہیں ہوئی تھی) چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے آنحضرتؐ سے عرض کی کہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں آج رات کو انہیں اپنا مہمان بنالوں۔ آنحضرتؐ نے اجازت دی۔ حضرت انکو ساتھ لائے اور طائف کی کشمش تیں ان کے حوالے کیں۔

(۵) یہ کہ ابوذر صبح ہوتے ہی پھر حرم آ گئے۔ رات کو حضرت علیؓ پھر اپنے گھر لائے اور آکر دریافت کیا کہ یہاں تم کو کیا چیز لائی ہے تو ابوذر نے کہا کہ اگر عہد کرتے ہو تو بتاؤں۔ آپ نے عہد کیا۔ ابوذر نے کہا کہ اگر تم میری رہنمائی کرسکو تب کہوں گا حضرت علیؓ نے حتی الوسع اس کا بھی وعدہ کیا۔ ابوذر نے آنے کی وجہ بتائی۔ اور امام بخاری نے نقل کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے کہا:۔

" یہ بالکل ٹھیک ہے کہ وہ اللہ کے پیغمبر ہیں۔ جب صبح ہو تو میرے ساتھ چلو۔ راستے میں اگر کوئی ایسا واقعہ نظر آئے (مثلاً کوئی کافر سامنے آجائیگا) کہ جس میں مجھ کو کوئی خطرہ معلوم ہو تو میں بیٹھ جاؤں گا گویا پیشاب کر رہا ہوں (تم چلتے چلنا) پھر جلد میں جاؤں چلے آنا۔ حتیٰ کہ جہاں داخل ہو جاؤں تم بھی وہاں آجانا"

صبح ہوئی دونوں ساتھ آئے۔ ایک چبوترے پر حضور بیٹھے ہوئے تھے۔

ابوذر نے سلام کیا اور عرض کیا کہ آپ جو کہتے ہیں اب مجھے سنائیں۔

آنحضرتؐ نے کسی سورے کی تلاوت کی۔ ابوذر نے چیخ ماری اور کلمہ پڑھا حضرت ابوبکر نے دریافت کیا کہ کیا یہ وہی شخص ہے جو کل میرا مہمان تھا۔ اور پھر اپنے ساتھ لے گئے اور کپڑے بدلوائے۔

احسن گیلانی صاحب کی کتاب کے مندرجہ بالا خلاصے قابل تبصرہ ہیں۔

(۱) حضرت علیؑ کی عمر اس وقت کیا ہوگی۔ یہ بات آگے آئیگی کہ ابوذر سے پہلے دائرہ اسلام میں صرف چار مسلمان تھے۔ یعنی یہ زمانہ حضرت علیؑ کے بچپن کا تھا۔ اور حضرت علیؑ کا بچپن تو آنحضرتؐ کے ساتھ ہی گذرا تھا۔ یقیناً حضرت علیؑ کا گھر آنحضرتؐ کا گھر ہوگا۔ تو پھر علیؑ کے ساتھ جانے پر ابوذر سے آنحضرتؐ کی ملاقات کیوں نہ ہوئی؟

(۲) مکے کی عورتیں " صابی صابی " کہہ کر ابوذر کی شکایت کر رہی تھیں۔ صابی کے معنی ہیں " گمراہ " " دین حق سے پھرا ہوا " قریش معاذ اللہ آنحضرتؐ کو اور مسلمانوں کو صابی پکارتے تھے۔ وہ عورتیں جو مسلمان کو صابی کہتی تھیں، آنحضرتؐ کو نہیں پہچانتی تھیں۔؟

ابوذر پہچان گئے اور کلمہ پڑھنے کو آگے بڑھے مگر حضرت ابوبکر نے روک دیا۔ سمجھ میں نہ آیا کہ خدا کے رسول کے اس صحابی نے کلمہ حق پڑھنے سے کیوں روک دیا؟ اور وہ ابوذر جو بیتابی سے اتنا طویل سفر کرکے آئے تھے اور اتنی سختیاں اٹھا رہے تھے وہ حضرت ابوبکر کے روکنے سے رک کیوں گئے؟ حضرت ابوبکر کو یہ کیسے علم ہو گیا کہ اب ابوذر کلمہ ہی پڑھنے جا رہے ہیں۔

آنحضرتؐ کے لئے یہ تعجب کی بات کیوں تھی کہ قبیلۂ غفار والے تو راہزنی کرتے

ہیں اُن میں سے ———— ایک شخص ایسا کیوں نکلا۔ رسول کریم خود مزہ جانتے تھے کہ وہ کن گنہگاروں کی دنیا سنوارنے آئے ہیں۔ آپ کو خود اپنے پیغام کی جاذبیت پر اتنا تعجب کیوں ہوا۔ ؟

(۴) حضرت ابوبکر کے اس سوال کا کہ تم کو کھانا کون کھلاتا ہے۔ ابوذر نے یہ جواب دیا کہ ایک عرصہ سے اُن کی گذر " زمزم " کے پانی پر ہے کس درجہ مضحکہ خیز بات ہے کہ کوئی شخص رسول یا حضرت علیؑ کا مہمان ہو اور اس کو کھانا نہ ملے۔ ایک معمولی انسان اتنا بد خلق نہیں ہوتا چہ جائیکہ رسول کریم یا مالک جود وسخا خود کھالیں اور مہمان کو بھوکا چھوڑ دیں۔ رسولؐ اور علیؑ پر اس سے بڑا بہتان اور کیا ہو سکتا ہے کہ اُن کے گھر ایک شخص کئی روز سے مہمان ہو اور اُس کا فاقہ توڑوانے کے لئے اُسے حضرت ابوبکر اپنے ساتھ لے جائیں۔ اور تعجب کی بات یہ ہے کہ گھر پر آنے کے بعد بھی حضرت ابوبکر سے ابوذر نے اسلام اور رسولؐ اکرم کے بارے میں کوئی سوال نہ کیا۔ اب تو ابوذر کو کوئی ڈر نہ تھا اس لئے کہ ابوبکر کو رسولؐ کے ساتھ دیکھ چکے تھے۔

(۵) یہاں جو واقعہ درج ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت علیؑ سے پہلی ملاقات کے بعد ہوا ہوگا۔ آپ جب گھر پر لائے ہوں گے تب ہی وجہ آمد دریافت کی ہوگی اور ابوذر نے عہد لیکر علیؑ کو وجہ بتائی ہوگی اور حضرت علیؑ نے حضورؐ سے تعارف کرایا ہوگا اور ابوذر اُسی وقت مشرف بہ اسلام ہوئے ہوں گے۔ مگر یہ الفاظ غیر ضروری معلوم ہوتے ہیں کہ حضرت علیؑ قریش سے چھپا کر ابوذر کو لیکئے اب تو کھلم کھلا تبلیغ ہو رہی تھی۔ اعلانیہ بتوں کی مذمت کی جارہی تھی تو ڈر کی بات

کیا تھی۔

غرض ابوذر کو گوہر مطلوب مل گیا اور اس پُر آشوب دور میں ابوذر نے پانچویں مسلمان ہونے کا شرف حاصل کر لیا۔ اُس کے بعد سے ابوذر خدمت سرور کائنات میں رہے اور اکثر اپنا وقت حرم اللہ میں گذارتے رہے۔

خانۂ کعبہ میں رکھے ہوئے ۳۶۰ اصنام میں صنمین اسناف و نائلہ بھی تھے۔ ان دونوں کے لئے یہ کہانی مشہور تھی کہ اسناف مرد اور نائلہ عورت تھی۔ دونوں قبیلۂ جرہم (یمن) کے رہنے والے تھے۔ ایک دوسرے کے حُسن پر فریفتہ ہو گئے۔ یمن میں اس کا موقع نہ تھا کہ دونوں مل سکیں۔ اس لئے حج کے بہانے سے مکہ آئے۔ یہاں حرم میں ایک روز سناٹا تھا دونوں نے موقع غنیمت جانا اور حرام کاری کے مرتکب ہوئے۔ اللہ نے غضب نازل کیا اور دونوں بت ہو گئے۔ اب یہ مغضوب بارگاہ الٰہی معبودِ قریش بنے ہوئے تھے۔ ان معبودین بیہودہ کار سے دعائیں مانگی جاتی تھیں۔ چنانچہ ایک روز جب ابوذر حرم کے کسی کونے میں بیٹھے تھے تو قریش کی چند عورتیں اسناف و نائلہ سے دعائیں مانگ رہی تھیں ابوذر نے کہہ دیا کہ "ان کا نکاح کر دو"۔ مقصد یہ تھا کہ یہ تو خود ہی مغضوب اللہ ہیں اور ایک دوسرے کے ارمان میں بت بن گئے ہیں اُن سے مانگنے کا حاصل کیا ہے۔ عورتوں نے یہ جملہ سنا تو آگ بگولہ ہو گئیں اور شور کرنے لگیں کہ یہ "صابی" ایسا کہتا ہے۔ حرم میں جو لوگ موجود تھے ابوذر پر ٹوٹ پڑے مگر بنی بکر کے ایک شخص نے للکار کر کہا کہ خود قریش میں جو صابی ہیں اُنکو کوئی نہیں بولتا مگر پردیسی پر ظلم کرتے ہو۔

بھی بچے کے اُس شخص نے ابوذر کو بچا لیا۔ پچھلی بار اور ابکی مار میں بڑا فرق تھا اب ابوذر کے ہوش ہی دوسرے تھے۔ گوہر مقصود حاصل ہو چکا تھا۔ سوائے اللہ اور اُس کے رسول کے کسی کا ڈر نہ تھا۔ آنحضرتؐ کی خدمت میں آ کر عرض کی کہ یا رسول اللہ میں ان مشرکوں سے بدلہ لوں گا۔

ابوذر سے قبل چار مسلمان تھے وہ سب قریش اور اہل مکہ تھے۔ اُس دور میں اُن میں سے کسی کو بھی تبلیغ اسلام کے لئے بیرون مکہ بھیجنا بڑی دانشمندی کی بات نہ ہوتی۔ اس لئے کہ اُن کے اثرات سے اگر ممکن ہوتا تو مکہ ہی میں فائدہ حاصل کرنا چاہئے تھا۔ ابوذر بیرونی تھے اس لئے کم از کم اپنی بستی میں جا کر لوگوں کو پیغام اسلام سنا سکتے تھے۔ اور دعوت اسلام دے سکتے تھے۔ لیکن اگر ابوذر میں اسلام کو سمجھنے کی صلاحیت کوٹ کوٹ کے نہ بھری ہوتی تو دوسروں تک اسلام کیسے پہونچاتے۔ کون تھا جو سرور کائنات سے زیادہ کسی کی صلاحیتوں کو پرکھ سکتا۔

رسول اکرم جانتے تھے کہ ابوذر جذبات میں بہہ کر اسلام نہیں لائے ہیں۔ وہ پیغام حق کا صرف ذکر سنکر اذیتیں اٹھاتے ہوئے تلاش حق میں یہاں تک پہونچے ہیں۔ اسلام کا مقصد اُن کے دل و دماغ کی تہوں تک پہونچ چکا ہے اور وہ اسلام کی بہترین نمائندگی کے اہل ہیں۔

چنانچہ حکم ہوا کہ تم جا کر اپنی قوم کو پیغام حق پہونچاؤ۔ ابوذر جیسی شخصیت عظیم کے لئے مصائب برداشت کر کے یہاں پہونچے تھے آپ کی قربت چھوڑنا کتنا شاق ہوا ہوگا لیکن فرمان رسولؐ کے سامنے سر جھکا دیا اور عرض کی کہ میں

جاتا ہوں مگر اُس دن کا منتظر رہوں گا جب کہ کفار سے جنگ کی اجازت ملیگی تب ہی آپ سے آکر ملوں گا ۔

لیکن روانگی سے قبل ابوذر سے رہا نہ گیا ۔ ابوذر اپنے جسم کو امتحان میں ڈالنا چاہتے تھے ۔ بولے قسم ہے اُس کی جس کے قبضۂ قدرت میں ابوذر کی جان ہے کہ نہ جاؤں گا ۔ اس وقت تک جب تک حرم میں جا کر کافروں کے درمیان اسلام کا اعلان نہ کروں ۔

ابوذر حرم میں آئے ۔ باواز بلند کلمۂ طیبہ پڑھا ۔ قریش "صابی، صابی" کہہ کر ابوذر پر پل پڑے ۔ مگر ابوذر کی زبان باواز بلند اعلان حق کرتی رہی ۔

قریش مارتے رہے ۔ اُس وقت تک جب تک عمِ رسول عباس جو اب تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اُدھر سے گذرے ۔ اُنھوں نے دیکھا ۔ کہا کہ تم نہیں جانتے کہ یہ شخص قبیلۂ غفار سے ہے جدھر سے تمھارے قافلے گذرتے ہیں ۔ عباس با اثر آدمی تھے اُن کے ڈانٹنے پر قریش نے ابوذر کو چھوڑ دیا ۔

مکے سے روانگی کے وقت ابوذر پھر حرم میں رخصت کو آئے ۔ پھر مجمع مشرکین میں باواز بلند کلمۂ توحید پڑھا ۔ پھر قریش نے مارنا پیٹنا شروع کیا یہاں تک کہ عباس کو کہنا پڑا کہ تم چاہتے ہو کہ تمھارے شام جانے والے قافلوں کو لوٹا جائے ۔ اس آواز پر لوگوں نے ہاتھ کھینچ لئے ۔

اسلام کا پہلا سفیر اپنے مشن کی طرف روانہ ہوگیا ۔ ابوذر کے بھائی انیس تو آنحضرتؐ سے متاثر ہو کر گئے ہی تھے ۔ اُنھوں نے ابوذر سے

آنحضرتؐ کے مزید حالات سُنے اور کلمۂ طیبہ پڑھا۔ ابوذر کی ماں نے بھی اسلام قبول کیا۔ رفتہ رفتہ ابوذر نے عسفان کی بستی کے لوگوں کو مقصد اسلام سے آگاہ کیا۔ اور بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا۔

اس کے بعد ابوذر اپنے قبیلہ غفار کو گئے (مسند امام احمد ج ۵ ص ۱۷۴)

اہل غفار سے بہتوں نے اسلام قبول کیا اور بہت سے لوگوں نے وعدہ کیا کہ جب آنحضرتؐ سے ملاقات ہوگی تب معترف بہ اسلام ہوں گے۔

آنحضرتؐ نے بحکم خدا مکۂ معظمہ سے مدینہ کو ہجرت کی مگر ابوذر کا مشن اپنے قبیلہ میں جاری رہا۔ چند برسوں کی مدت کے بعد اسلام کا یہ پہلا مبلغ اور ایلچی اپنے ہمراہ بڑی تعداد میں نہ صرف اہل غفار کو لیکر بلکہ قریب کے قبیلۂ اسلم کے لوگوں کو لیکر حضور کی خدمت میں مدینہ منورہ آکر حاضر ہوا۔ سرور کائنات نے درگاہ خداوندی میں غفار اور اسلم کے لئے دعائے خیر کی۔

ابوذرؓ سرور کائنات کی خدمت میں سائے کی طرح رہنے لگے۔

یورپ میں شادی کے وقت دولہا اپنے کسی رفیق خاص کو اپنا بسٹ مین (BEST MAN) منتخب کرتا ہے جو دولہا کے ساتھ ساتھ گرجے میں پہلو بہ پہلو رہتا ہے۔ چنانچہ یہ دستور دنیا کے تمام عیسائیوں میں رائج ہوگیا۔ بسٹ مین کو اس بات کا فخر ہوتا ہے کہ دولہا اس سے اس درجہ محبت کرتا ہے۔ اسی طرح عرب کا دستور تھا کہ سفر کے لئے روانہ ہوتے وقت جب مسافر اونٹ پر بیٹھتا تھا تو اپنے کسی رفیق خاص سے گزارش کرتا تھا کہ نکیل تھام لے۔ اس عہدے کو ردافت کہتے تھے۔ ردیف کو

اس بات کا ہمیشہ فخر ہوتا تھا۔ ابوذر کو رسول اکرمؐ کی ردافت کا ہمیشہ شرف حاصل رہا اس لئے آپکو ردیف النبی بھی کہا جاتا تھا۔

جنگ ذات الرقاع میں جاتے وقت آنحضرتؐ نے ابوذر کو مدینہ کا امام بھی مقرر کیا تھا۔

مسند امام احمد میں ہے کہ ابوذر کی مسجد میں آنکھ لگ گئی۔ اُسی وقت حضورؐ تشریف لائے۔ حضورؐ نے ابوذر کو جگا کر سوال کیا کہ اے ابوذرؓ اُس وقت کیا کرو گے جب مسجد سے نکالے جاؤ گے۔ ابوذر نے عرض کی کہ یا رسول اللہؐ میں تلوار سونت لوں گا اور نکالنے والے کی گردن ناپ دوں گا۔ آنحضرتؐ نے ابوذر کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہوئے فرمایا کہ اے ابوذر جنگ نہ کرنا اگرچہ کوئی حبشی ہی جس کے کان اور ناک کٹے ہوئے ہوں یہ حکم دے۔ وہ جدھر ہانکے نکل جانا۔

ابوذر کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ رسول اکرمؐ سے آپکے راز دینیہ تھے جن کو لوگ افشاء کرانا چاہتے تھے مگر ابوذر ہمیشہ بہترین امین ثابت ہوئے۔

ابوذر کو رسول کریمؐ سے محبت والہانہ تھی۔ جس کی مثال مسند احمد میں یوں ہے کہ ایک روز ابوذر کو خیال آیا کہ اللہ نے یہ تو بہترین کرم کیا کہ میں حضورؐ کی رفاقت میں ہوں لیکن مرنے کے بعد بھلا میری اتنی فضیلت کہاں کہ میں جنت میں بھی حضورؐ کے ساتھ رہوں۔ اس خیال نے ابوذر کو ملول کیا اور آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کے عرض کی یا رسول اللہ اگر ایک شخص کسی سے محبت کرتا ہے اور اُس کی اتنی استعداد نہیں کہ تمام اعمال بجا لائے

تو قیامت میں ایسے ساتھی کا کیا ہوگا ۔ حضور ابوذر کا مطلب سمجھ گئے اور فرمایا " اے ابوذر تم اس کے ساتھ رہو گے جس سے محبت کرتے ہو، تم اس کے ساتھ رہو گے جس سے محبت کرتے ہو، تم اُس کے ساتھ رہو گے جس سے محبت کرتے ہو ۔

رسولِ اکرم بھی کچھ ابوذر سے کم محبت نہ کرتے تھے ۔ چنانچہ جب مرض الموت میں مبتلا تھے تو حکم ہوا کہ ابوذر کو بلواؤ ۔ ابوذر بلوائے گئے ۔ حضور ٹیک لگائے بیٹھے تھے ابوذر کو اپنی جانب اشارہ کیا ۔ ابوذر بڑھے اور حضور نے ابوذر کو اپنے سینہ سے لپٹا لیا ۔ ممکن ہے کہ اس خصوصیت کا مقصد یہ اعلان کرنا ہو کہ اگر میرا سینہ اتنا ہے تو ابوذر منتخب ہے ۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حضور دنیا کو دکھانا چاہتے تھے کہ وہ ابوذر سے کتنی الفت رکھتے تھے ۔ اور اگر کسی اعلان کا مقصد نہ بھی تھا تب بھی حضور کی ابوذر سے محبت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وقتِ آخر ابوذر کو خاص طور سے بلوا کر سینے سے لگایا ۔

ابوذر کے زہد و تقویٰ کا اندازہ رسولِ کریم کے اس ارشاد سے لگایا جا سکتا ہے کہ جو عیسیٰ کے زہد کو دیکھ کر خوش ہونا چاہتا ہے وہ ابوذر کو دیکھ لے ۔

کہا جاتا ہے کہ رسالتمآب ابوذر کے سامنے خصوصیت سے مال و دولت کی مذمت کرتے تھے ۔ بالفاظِ دیگر ابوذر کو رسولِ اکرم سے معاشیاتِ اسلامی کی مخصوص تعلیم مل رہی تھی ۔ ایک بار حضور نے ابوذر سے کہا :-

" وہی تباہ و برباد ہیں کعبہ کے رب کی قسم ، وہی تباہ و برباد ہیں کعبہ کے رب کی قسم " ابوذر سمجھے کہ حضور پر کوئی اُن کے لئے وحی نازل ہوئی ہے ۔

سوال کیا کہ میرے ماں باپ فدا یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں تو حضور نے جواب دیا " زیادہ مال و دولت والے۔ لیکن جس نے اِس طرح اور اُس طرح دیا وہ بہت تھوڑے ہیں۔

اور ایک واقعہ ابو ذر خود بیان کرتے ہیں کہ سرِ شام میں حضور کے ساتھ ٹہل رہا تھا تو حضور نے فرمایا کہ اے ابوذر کہ اگر اس اُحد پہاڑ کے برابر بھی میرے پاس سونا ہو تو میں پسند نہ کروں گا کہ میرے پاس تین دن تک رہ جائے۔ لیکن صرف اس قدر جو قرض خواہوں کے لئے چھوڑ جاؤں۔ میں سب کو ادھر اُدھر اللہ کے بندوں میں خرچ کر دوں گا۔ ابوذر راوی ہیں کہ پھر آگے چلکر حضور نے فرمایا کہ :۔

" اے ابوذر وہی بے دولت ہیں جو دولت والے ہیں مگر صرف وہ جو اِدھر سے اور اُدھر دے "

ایک بار سرورِ کائنات نے فرمایا کہ اے ابوذر تین شخص ایسے ہیں کہ جنھیں اللہ پیار کرتا ہے۔ ان میں سے ایک وہ شخص ہے کہ فقیر اُس کے قبیلہ میں آتا ہے اور قرابت کا نہیں بلکہ خدا کا واسطہ دیکر مانگتا ہے اور قبیلے کے لوگ اُسے کچھ نہیں دیتے۔ لیکن وہ شخص چپکے سے اُٹھتا ہے اور چھپکر فقیر کے حوالے اس طرح کر دیتا ہے کہ اُس کے دینے کا علم علاوہ اللہ، دینے والے اور لینے والے کے کسی کو نہیں ہوتا۔

دوسرا وہ کہ جب اس کا قافلہ رات کو ٹھہرتا ہے۔ اہلِ قافلہ تھک کر سو جاتے ہیں اور وہ اللہ کی خوشامد کرتا ہے اور تلاوت کرتا ہے۔ تیسرا وہ ہے کہ جب مسلمانوں سے جنگ ہوتی ہے اور مسلمان شکست کھا جاتے ہیں تو وہ سینہ

تان کر دشمنوں سے جنگ کرتا ہے ۔ حتیٰ کہ شہید ہوتا ہے یا ظفر یاب واپس ہوتا ہے ۔

اور تین شخص وہ ہیں جن سے اللہ بغض رکھتا ہے ، وہ ہیں بڈھا زانی فقیر ، بانکا اور ظالم ۔

ابوذر روایت کرتے تھے کہ رسول اکرم نے فرمایا کہ وہ لوگ جو اونٹوں ، گایوں اور بکریوں کی زکوٰۃ نہیں نکالتے ہیں قیامت کے روز اُن کے یہی جانور خوب موٹے ہو کر آئیں گے اور جب تک اُن کے اعمال کا فیصلہ نہ ہوگا کوئی جانور اپنے مالک کو سینگوں سے مارےگا ، کوئی قدموں سے کچلے گا اور جب جانوروں کی ایک قطار مارلے گی تو دوسری آئیگی اور ویسی ہی درگت بنائیگی ۔

(مسند احمد)

ایک مرتبہ آنحضرتؐ مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا اے ابوذر بتا ؤ کہ اس وقت مسجد میں سب سے زیادہ ذی مرتبہ کون ہے ۔ ابوذر نے اِدھر اُدھر دیکھا ایک شخص کے بدن پہ بہت قیمتی لباس تھا ۔ ابوذر نے اُس کی طرف اشارہ کیا ۔ حضورؐ نے فرمایا کہ بتاؤ سب سے کمتر کون ہے ۔ ابوذر نے ایک مسکین کی جانب اشارہ کیا جو بوسیدہ لباس میں تھا ۔ اس کے بعد حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ خدا کی قسم یوم قیامت اس پھٹے کپڑے والے کا وزن نیکی میں اور بھلائی میں ایسے لوگوں سے جن کا لباس قیمتی ہے تمام زمین کے وزن سے زیادہ ہوگا ۔ (مسند احمد)

ابوذر کہتے تھے کہ رسول اکرمؐ نے مجھکو حکم دیا ہے کہ غریب اور مسکین

لوگوں سے محبت کروں اور اُن سے میل و ملت رکھوں۔

ابوذر روایت کرتے تھے کہ آنحضرتؐ نے اُن سے عہد لیا کہ ابوذر کسی سے کبھی کچھ نہیں مانگیں گے۔ حتیٰ کہ ان کا کوڑا بھی اگر گر جائے تو گھوڑے سے اُتر کر خود اُٹھائیں۔ (مسند احمد)

بیان کیا جا چکا کہ بیکسوں کی آہ و زاری نے ابوذر کے دل کو ایسا متاثر کیا کہ ابوذر کو مال و زر سے نفرت ہو گئی تھی اور رہزنی ترک کر دی تھی۔ آبائی مشغلہ کو ترک کرنے کے بعد ابوذر عبادت الٰہی میں مصروف ہو گئے تھے۔ اس لئے کہ ان کو بت پرستی سے کبھی لگاؤ نہ تھا اور وہ پیغام سرور کائنات سننے سے پہلے ہی بتوں پر طعنہ زنی کرتے تھے۔

ابوذر صرف یہ سنکر مکہ کی جانب آئے تھے کہ کوئی مرد قریش کچھ سناتا ہے۔ اور اپنے آپ کو اللہ کا نبی بتاتا ہے۔ اور جب آنحضرتؐ سے پہلی بار شرف ملاقات حاصل ہوا تھا تو ابوذر نے کہا تھا کہ مجھکو وہ سناؤ جو تم کہتے ہو۔ اور جب آنحضرتؐ نے قرآن سنایا تو ابوذر نے فوراً کلمہ طیبہ پڑھا۔

جس قرآن کو ابوذر سننے کے لئے بیچین تھے جب وہ قرآن سن لیا تو اس قرآن کو سمجھنے کا ابوذر کو کتنا شوق ہوگا۔ یقیناً ابوذر نے صحبت رسولؐ میں قرآن کے ہر ہر لفظ کو اسی طرح سمجھا جو سمجھنے کا حق ہے۔

ابوذر مال و زر کی دنیا دیکھ چکے تھے اُس سے انسانیت کو کیا نقصانات ہوتے ہیں، ابوذر کے دست و بازو اس کا تجربہ کئے ہوئے تھے۔ ترک مال و متاع کے بعد ابوذر کو جو قلب مطمئنہ میسر ہوا تھا وہ ایک نعمت بے بدل تھی۔

اس لئے نفسیاتی طور پر بھی قرآن پاک کے معاشی احکامات ابوذر کو سب سے زیادہ عزیز تھے۔

اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ بعد قبول اسلام ایک طرف ابوذر کی نظر ان آیات بابرکات پر تھی جن کو پہلے پیش کیا جا چکا، اور دوسری طرف وہ حضور کی سادگی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ جب کہ دنیائے عرب اسلام کے قبضے میں تھی۔ اس وقت مسلمانوں کا رسول آسانی ایک شاہانہ زندگی گزار سکتا تھا۔ مگر اس وقت ابوذر نے دیکھا کہ الفقر فخری طرف حضور کا قول ہی نہیں بلکہ عمل بھی ہے۔

"سرور کائنات اپنا سارا کام اپنے ہاتھ سے کرتے تھے۔ جب سائل آتا تو اپنے ہاتھ سے دیتے تھے۔ کام کاج میں اپنی ازواج کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ اپنے پھٹے ہوئے کپڑوں میں خود پیوند لگاتے تھے۔ اپنے جوتے خود سیتے تھے۔ اپنی بکریاں آپ دوہتے تھے۔ آپ کی ازواج کی نیچی نیچی جھونپڑیاں ایک قطار میں تھیں بغیر اینٹوں کی بنی ہوئی تھیں جن میں ایک دوسرے کے گھر کے حدود کے لئے کھجور کی ٹہنیوں کے پردے پڑے تھے جن پر مٹی کے چھوپے تھے اور جن کے دروازوں پر چمڑے یا بالوں کے پردے پڑے ہوئے تھے"

(دی ریلیجن آف اسلام۔ از ڈاکٹر اے۔ جلوا ش۔ مطبوعہ۔ قاہرہ)

-THE RELIGION OF ISLAM-

سرور کائنات کی رحلت کے بعد ابوذر نے دیکھا حضرت ابوبکر جس روز خلیفہ بنے اُس کے دوسرے ہی دن حسب معمول کاندھے پر کپڑوں کا گٹھر ڈالے پھیری کو جا رہے تھے کہ راہ میں حضرت عمر سے ملاقات ہوئی۔ اُنھوں نے سوال کیا کہ وہ ایسا کیوں کر رہے ہیں تو جواب ملا کہ حسب معمول بال بچوں کی پرورش کی خاطر۔ حضرت عمر نے ان کی اہم ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ دونوں ناظم بیت المال ابوعبیدہ کے پاس آئے۔ اُنھوں نے مشورہ دیا کہ افلاس مہاجرین کے اوسط درجے کی آمدنی کے برابر خلیفہء وقت کو بیت المال سے وظیفہ ملے۔ چنانچہ چار ہزار درہم سالانہ مقرر ہوئے۔ ڈھائی سال بعد جب دنیا سے کوچ کیا تو یہ وصیت کر کے کہ میرے ترکہ میں سے آٹھ ہزار درہم بیت المال کو واپس کئے جائیں۔ جس کو سُن کر کنز العمال جلد پانچویں ص ۲۲۵-۲۲۸ کے مطابق حضرت عمر نے کہا کہ ابوبکر اپنے بعد آنے والوں کو مشکل میں ڈال گئے۔

ابوذر نے دیکھا کہ حضرت عمر نے جب مسند خلافت سنبھالی تو کہتے تھے کہ "میرے لئے بیت المال یا مال خدا میں سے ہر چیز حرام ہے۔ علاوہ ایک گرم جوڑے اور ایک ٹھنڈے جوڑے کپڑے کے اور ایک اوسط درجے کے قریش کے برابر روزی لے لوں"

(حافظ ابن کثیر - البدایہ والنہایہ ج ، ص ۱۳۴)

حضرت ابوذر نے حضرت عمر کے یہ بھی الفاظ سُنے ہوں گے کہ میں دولت کے معاملے میں صرف تین باتوں کو صحیح سمجھتا ہوں علاوہ ان کے کسی کو نہیں، کہ حق پر لیا جائے، حق پر ہی دیا جائے،

اور باطل سے آنے والی دولت کو رد کا جائے۔"

تمہارے مال سے میرا وہی واسطہ ہے جو یتیم کے مال سے ولی کا ہوتا ہے اگر میں محتاج ہوں تو معروف طریقہ پر استعمال کروں گا۔ اگر حاجت نہیں ہے تو اس میں سے کچھ نہ لوں گا۔ (امام ابو یوسف۔ کتاب الخراج صـ ۱۱۱)

ابوذر نے بغور دیکھا ہوگا کہ رسول کریم نے کبھی بیت المال کا ایک حبہ بھی نہ اپنی آرائش پر صرف کیا اور نہ اپنے اعزاء اور اقربا پر بیجا خرچ کیا۔ ابوذر نے یہ بھی غور کیا ہوگا کہ خلیفۂ اول اور خلیفۂ دوم نے بھی حتی الامکان اس امانت کی امانت کی۔ نہ اپنے لئے محل بنائے اور نہ اپنے اعزاء و اقرباء کو شیش محل آراستہ کر دیئے۔

ابوذر نے دیکھا کہ حضرت علیؑ کو خلافت ثالثہ مل رہی تھی مگر اس شرط کو ماننے سے انکار کر دیا کہ وہ خلیفۂ اول اور خلیفۂ دوم کی ضرور تاسی کریں۔ اس لئے اصحاب شوریٰ نے انکو عہدۂ خلافت ثالثہ سے محروم کر دیا۔ حضرت علیؑ کے نزدیک خلیفۂ اول اور خلیفۂ دوم کی احتیاط کافی نہ تھی۔

مگر حضرت عثمان نے یہ وعدہ کیا کہ وہ گذشتہ دونوں خلفاء کی تاسی کریں گے۔ اسلئے ان افراد پر وہ خلیفہ بنائے گئے۔ آنحضور نے خود مسند خلافت پر بیٹھنے کے بعد اپنی پہلی تقریر میں کہا کہ :-

سنو! میں پیروی کرنے والا ہوں، جدید راہ نکالنے والا نہیں ہوں، سمجھ لو کہ میں کتاب الٰہی اور سنت رسولؐ پر عمل کرنے کے تین باتوں پر تم سے عہد کرتا ہوں کہ میری خلافت سے قبل جو

قواعد ضوابط تم نے مقرر کیے تھے اُن پر عمل کروں گا۔ جو قواعد
ابتک مقرر نہیں ہوا ہے اُن میں تم سب کی راے سے اہل خیر کا
راستہ اختیار کروں گا۔ اور جب تک کہ کوئی قانون (قانون الٰہی) کی رُو
سے مجھ پر اس کے خلاف کوئی کام کرنا ضروری نہ ہو جائے گا
میں اپنے پاؤں تمہارے سر سے نہ اُٹھاؤں گا۔ (طبری جلد ۳ صفحہ ۴۴۶)

ابوذر نے اسلام کا قرآنی نظام خود رسولؐ کو قائم کرتے دیکھا اور رسولؐ کو اس
پر حرف بحرف عمل کرتے دیکھا۔ انہوں نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو
دیکھا اور صحابہ کی جماعت کے پاس جو ارشادات الٰہی تھے اُن پر من و عن
حوالہ جات کے مطابق عمل کرتے دیکھا تو حضرت علیؓ اس سے بھی مطمئن رہے تھے
مگر ابوذر نے حضرت عثمانؓ کی صرف ابتدائی تقریر تو سنی مگر افسوس اُن کے
اقوال وعہد و عقود کو عملی جامہ پہنتے نہ دیکھا۔ اُن کی نگاہ میں تو حیرت تھی کہ
خلیفۂ ثالث نے مسند خلافت پر آتے ہی بنی اُمیّہ اپنے ہی اعزا اور اقربا کو
اہم عہدے عطا کر دیئے اور بعض صوبوں میں خلیفۂ اول یا خلیفۂ دوم کے
نامزد کردہ عہدہ داروں کو برخواست کر کے اُن کی جگہ صرف اپنے اعزہ کا
تقرر کر دیا۔

ابوذر دیکھ رہے تھے کہ خلیفۂ وقت کا خلافت کی ذمہ داریوں
سے صرف اتنا واسطہ ہے کہ وہ اپنے کسی رشتہ دار کو کوئی اہم عہدہ عطا
کر دیتا ہے۔ اس کے علاوہ تمام دفتری کارروائیاں وہی عہدہ دار
کرتا ہے۔ اور جب غلط کار عہدہ داروں کی شکایات خلیفۂ وقت سے

عضو میں پیش کی جاتی ہیں تو ایک کان سنی جاتی ہے اور دوسرے کان اڑا دی جاتی ہے۔

ابوذر کو یہ معلوم ہوگا کہ ایک مرتبہ اپنے دور خلافت میں حضرت عمر نے عبداللہ بن عباس سے حضرت عثمان کے بارے میں کہا تھا کہ اگر میں ان کو (حضرت عثمان کو) اپنا جانشین تجویز کر دوں تو وہ بنی ابی معیط کو لوگوں کی گردنوں پر مسلط کر دیں گے اور وہ ان لوگوں میں اللہ کی نافرمانیاں کریں گے۔ خدا کی قسم اگر میں نے ایسا کیا تو عثمان ایسا ہی کریں گے۔ (ابن عبدالبر الاستیعاب ج ۲ - ص [illegible])

لیکن ابوذر کو یہ بات ضرور کھٹکتی ہوگی کہ حضرت عمر کو جب حضرت عثمان کے بارے میں ایسا یقین تھا کہ جس کے لئے خدا کی قسم کھا کر کہہ سکتے تھے تو حضرت عثمان کا نام ان چھ حضرات کی فہرست میں حضرت عمر نے کیوں رکھا تھا جن میں عہدۂ خلافت کو مقید کیا تھا۔

ابوذر کو گمان ہوگا کہ شاید اسی لئے حضرت عمر نے اپنی وفات سے پہلے حضرت علی، حضرت سعد ابن ابی وقاص اور حضرت عثمان کو الگ الگ بلا کر کہا تھا کہ اگر میرے بعد تم خلیفہ ہو تو اپنے قبیلے کے لوگوں کو مسلمانوں کی گردنوں پر مسلط نہ کر دینا۔ (ابو الاعلیٰ مودودی - خلافت و ملوکیت ص ۱۰۶)

ابوذر کو یقین ہوگا کہ بلاشبہ حضرت عثمان نے حضرت عمر سے وعدہ کیا ہوگا کہ وہ ایسا کبھی نہ کریں گے ورنہ حضرت عمر کبھی ان کا نام امیدواران خلافت میں نہ رکھتے۔ حضرت عثمان کا یہ وعدہ اپنے پیش رو خلیفہ سے تھا۔ یہ عہد اس سے تھا جس کی قدرت میں یہ بات تھی کہ چاہے تو امیدواران خلافت میں ان کا نام رکھے چاہے نہ رکھے۔ بلکہ یہ وعدہ اس محترم الکرام کا ہے۔

ELLECTORAL COLLEGE کے سامنے حضرت عثمان کا الکشن مینیفسٹو انتخابی قرارداد کا ایک اہم جز تھا۔

حضرت عثمان کے مسند خلافت پر آنے کے بعد پہلے خطبے سے ابوذر کی کچھ اُمید بندھی ہوگی کہ وہ اپنے ہر قول پر عمل کریں گے مگر بعد میں دیکھا کہ وہ اپنے قول، وعدے اور قرارداد سے ہٹ گئے۔

اُنھوں نے حضرت سعد ابن ابی وقاص کو جو اُن کے ساتھ ہی اُمیدوار خلافت تھے، صحابی رسول تھے یا جنھیں حضرت عمر نے اس قابل سمجھا تھا کہ خلیفہ بن سکیں، کوفہ کی گورنری سے معزول کر دیا اور اُن کی جگہ اپنے سوتیلے بھائی ولید ابن عقبہ بن ابی معیط اُموی کو گورنر مقرر کر دیا۔ جب وہ ہٹے تو یہ عہدہ اپنے دوسرے رشتہ دار سعید بن عاص اُموی کو دلا کر دیا۔ ابوموسیٰ اشعری کو بصرے کی گورنری سے ہٹا کر اپنے ماموں زاد بھائی عبداللہ بن عامر اُموی کو گورنر بنادیا۔ مصر کی گورنری سے عمرو بن العاص کو نکال کر اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح اُموی کو مقرر کیا۔ معاویہ بن ابوسفیان اُموی جو اُن کی خلافت سے قبل صرف دمشق کے گورنر تھے اُنھیں دمشق کے ساتھ حمص، فلسطین اُردن اور لبنان کی حکومت بھی دیدی۔ اپنے چچازاد بھائی مروان بن الحکم اُموی کو اپنا مشیر خاص، ناظم اعلیٰ بنا لیا۔ اور اس طرح اسلامی حکومت کا ہر حصہ صرف اُموی رشتہ داروں میں تقسیم ہو گیا۔ "اُموی رشتہ داروں" خاص طور سے اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ بنی ہاشم بھی حضرت عثمان کے رشتہ دار تھے اس لئے کہ آپ کی نانی عبدالمطلب کی بیٹی تھیں۔

ان باتوں سے یقیناً عوام پر خراب اثر پڑا اور وہ بھی حکومت کو خدمتِ خلق
کے بجائے ایک خاندانی بادشاہی سمجھنے لگے۔ چنانچہ حضرت عثمان کا غلام جب سعد بن
ابی وقاص کے پاس اُن کی معزولی کا پروانہ لیکر آیا اور بتایا کہ اُن کی جگہ ولید بن عقبہ
کو گورنر مقرر کیا گیا ہے اور سعد بن ابی وقاص کو برانگیختہ ہوتے
دیکھا تو غلام نے کہا کہ:

"اے ابو اسحاق برانگیختہ نہ ہو یہ تو بادشاہی ہے صبح کو کوئی
مزے اڑاتا ہے تو شام کو کوئی" (ابن عبدالبر۔ استیعاب جلد ۲ صفحہ ۶۰)

ممکن ہے کہ کسی خاندان میں ایسی خصوصیات مجتمع ہوں کہ اُس کی ہر فرد ایک
عظیم شخصیت کی مالک ہو۔ اگر ایسا ممکن ہو تو بالیقین ہو گا کہ مملکت میں اس کے
علاوہ دوسرے بہتر صلاحیت کے لوگ موجود ہیں یا نہیں تو فلاحِ مملکت
بہبودِ عوام کے لئے مجبوراً تمام عہدوں پر ایک ہی خاندان کے لوگ لئے جائیں
وہ بادشاہ کا خاندان ہو کہ خلیفہ کا خاندان یا کوئی اور صاحبِ صلاحیت افراد کا
خاندان مگر کسی خاندان کے افراد کو اس بات کی سزا تو نہیں دی جا سکتی کہ
اُن میں سے ایک حاکمِ اعلیٰ ہو چکا ہے۔ اور پھر ممکن ہے کہ عوام اور ملک کو
اُن کی خدمات کی زیادہ ضرورت ہو اور پھر خدشات الٹے کہ اُن افراد کو مناصب
کی چاہ کم ہو۔ لیکن اس صورت میں بھی اگر ایک طرف صرف باصلاحیت خاندان
کے افراد سے خدمات لی جائیں تو دوسری طرف پس ماندہ لوگوں کی صلاحیت
پیدا کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ جلد از جلد وہ بھی حکومت کے عہدوں کو
پُر کر سکیں۔

مگر دورِ حضرت عثمانؓ میں بات بالکل اُلٹی تھی۔ یہاں دیگر صحابہؓ میں صلاحیت کی کمی نہ تھی۔ مگر اُن کو اپنے عہدوں سے معزول کر کے یا دیگر لوگوں کو قطعاً بطور صرف اس صفت پر عہدہ داروں کا انتخاب ہو رہا تھا کہ وہ حضرت عثمانؓ کے رشتہ دار ہوں۔ کسی کا ماضی کیا ہے اس کی پرواہ نہیں۔ حال پر نظر نہیں صرف اتنی صفت کافی ہے کہ وہ خلیفۂ وقت کا رشتہ دار ہے۔

آنحضرتؐ کی آنکھ بند ہوتے ہی جب سقیفہ بنو ساعدہ میں حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ بنایا گیا تو ابوسفیان نے علیؑ کے پاس آکر کہا قریش کے سب سے چھوٹے قبیلے کا آدمی خلیفہ کیسے بن گیا۔ تم اُٹھنے کے لئے تیار ہو تو میں وادی کو سواروں اور پیادوں سے بھر دوں۔ مگر حضرت علیؑ ابوسفیان کا ماضی اور حال جانتے تھے۔ آپ نے جواب دیا کہ "تمہاری یہ بات اسلام کی دشمنی پر دلالت کرتی ہے"۔

(کنز العمال جلد ۵ - حدیث نمبر ۲۳۰۰ - طبری جلد ۳ ص ۲۰۲ - ابن عبدالبر استیعاب جلد ۲ ص ۶۸۹)

الارشاد ص ۱۰۰ ، صواعق محرقہ ص ۳۷ ، تاریخ الخلفاء ص ۴۵ کے مطابق حضرت علیؑ کے الفاظ تھے کہ "خدا کی قسم تم اسلام اور اہل اسلام کے ہمیشہ دشمن رہے ہو"۔

جب تو ابوسفیان کے سارے منصوبے خاک میں مل گئے تھے۔ مگر آج جب حضرت عثمانؓ خلیفہ ہیں اور ابوسفیان نے مبارکباد کے لئے حاضری دیتے ہوئے کہا کہ "بڑی مدت انتظار کے بعد یہ منصب تم تک پہنچا ہے اب اس کو گیند کی طرح اپنی مرضی کے تحت گھماتے پھرو اور بنو امیہ کے ذریعہ سے اس کی بنیادوں کو مضبوط کرو۔ اس لئے کہ جو کچھ ہے بس یہی سلطنت ہی ہے —

رہی جنت و دوزخ تو میں اس کو کچھ نہیں سمجھتا"   (استیعاب)

ان الفاظ پر تو اسی وقت خلیفۂ وقت کو چاہیے تھا کہ ابوسفیان کو گرفتار کر کے سزا دلواتے۔ مگر افسوس کہ جنت و دوزخ کے انکار پر بھی بہ ہمی کا اظہار نہ کیا۔ برخلاف اس کے آئندہ کے واقعات نے بتایا کہ سلطنت کے بارے میں جو مشورہ ابوسفیان نے دیا تھا اس پر عمل کیا گیا اور سارے زعمائے حکومت صرف بنی امیہ سے ہی نامزد کئے۔ دیگر باصلاحیت حضرات جو عہدوں سے ہٹائے جا رہے تھے ان میں سے کئی اور وہ لوگ جو مستحق ہوتے ہوئے عہدوں پر فائز نہیں کئے گئے زندگی کی ہر قدر میں ان سے ہزار درجہ بہتر تھے جن کو عہدے دیئے گئے۔

مثال کے طور پر حضرت عثمان نے سب سے اہم تمدنی منصب اپنے چچا زاد بھائی مروان بن حکم کو دیا تھا۔ فتح مکہ کے بعد جب دشمنان اسلام کو اپنی جان بچانے کے لئے مجبوراً مسلمان ہونا پڑا تو تقریباً تمام قریش مسلمانوں کی صفوں میں نظر آنے لگے۔ ان میں حضرت عثمان کا چچا حکم بھی تھا۔ حکم بہت سے مسلمانوں کے ساتھ مدینہ آ گیا۔ یہ آنحضرت کے پیچھے بیٹھ کر آپ کی نقلیں اتارتا تھا۔ خاموشی سے آنحضرت کے راز کفار تک پہونچاتا تھا۔

(استیعاب جلد ا ص ۱۱۹ ، ص ۲۶۳)

آنحضرت نے اس سے ناراض ہو کر اس کو مدینہ سے نکال دیا اور حکم دیا کہ طائف میں رہے۔ یہ طائف گیا اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا مروان بھی گیا جس کی اس وقت عمر سات یا آٹھ سال کی تھی۔

حضرت ابوبکر کے عہد میں حضرت عثمان نے اُس کو مدینہ بلانے کی اجازت چاہی مگر حضرت ابوبکر نے انکار کر دیا۔ حضرت عمر کے زمانے میں پھر حضرت عثمان نے اجازت چاہی کہ اُسے مدینہ میں بلالیں مگر حضرت عمر نے بھی انکار کیا۔ مگر جب حضرت عثمان خود خلیفہ ہوئے تو اُس کو بلالیا۔

(ابن حجر۔ اصابہ۔ صفحہ ۳۴۴، ۳۴۵)

باوجودیکہ حضرت عثمان وعدہ کر چکے تھے کہ وہ سیرت شیخین پر عمل کریں گے۔ حضرت عثمان نے اعتراض ہونے پر جواز یہ پیش کیا کہ رحلت سے قبل آنحضرتؐ نے مجھ سے وعدہ فرمالیا تھا کہ وہ اس کو مدینہ آنے کی اجازت دیدیں گے۔ فرض کیا کہ اگر حضور نے وعدہ فرمایا تھا تو یہ بات حضرت عثمان نے حضرت ابوبکر اور اُس کے بعد حضرت عمر سے کیوں نہ بتائی۔ ممکن تھا کہ یہ دونوں حضرات حضرت عثمان کی بات کا یقین کر لیتے اور اجازت دیدیتے۔ یا حضرت نے یہ بات دونوں خلفاء کو بتائی مگر دونوں حضرات نے حضرت عثمان کی بات کا یقین نہیں کیا۔ یا اگر دونوں نے یقین کیا تو آنحضرتؐ کے وعدے پر عمل نہیں کیا۔ قرآن تو اعلان کر رہا ہے کہ ابراہیم سے کہا گیا کہ کافر باپ کے لئے دعا نہ مانگو۔

" اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لئے بخشش کی (دعا) مانگنا تو ایک وعدے کے تحت تھا جو وہ اُس سے کر چکے تھے۔ لیکن جب اُن کو معلوم ہو گیا کہ وہ خدا کا دشمن ہے تو وہ اُس سے بیزار ہو گئے کچھ شک نہیں کہ ابراہیم بڑے نرم دل والے اور متحمل تھے۔ (سورۂ توبہ آیت ۱۱۴)

حضرت عثمان کو یہ تو معلوم ہی ہو گیا تھا کہ حکم خدا کا دشمن ہے ورنہ وہ حضور کا مذاق کیوں اڑاتا۔ وہ اسلام کے راز کفار کو کیوں پہنچاتا۔ جو رسول کا دشمن وہ خدا کا دشمن۔ اور یہ بات اُس وقت اور واضح ہو گئی جب حضور نے جلا وطن کر دیا۔ اب اس کے باوجود حضرت عثمان کا اس کے لئے بخشش مانگنا ابوذر جیسے لوگوں کے لئے عجیب بات ہو گی۔ پھر حضرت عثمان کو اُس کے بیٹے کی صلاحیتوں کے بارے میں کیسے معلوم ہوا۔ کیا آنحضرت کی کی خفگی کے باوجود، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی سختی کے باوجود حضرت عثمان کا واسطہ اپنے معتوب و مغضوب چچا سے رہا۔؟

اور اگر فرض کر لیا جائے کہ آنحضرت نے مدینہ آنے کی اجازت دینے کا وعدہ بھی کیا تھا تو کیا یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ حکم کے بیٹے مروان کو مشیر خلیفہ یا ناظم اعلیٰ بنا لیا جائے۔؟

یہ مروان اسلامی قدروں کو کیا جانتا۔ اصحاب رسول کی منزلت کو کیا پہچانتا، یہ قرآن کو کیا سمجھتا، اُس کی شکایات ایک دو نہیں ہزاروں تھیں، یہ اصحاب رسول سے بد کلامی کرتا تھا۔ یہ بیت المال کو اپنی جاگیر بنائے ہوئے تھا۔ اُس کی شکایات حضرت عثمان سے کی جاتی تھیں مگر وہ کوئی اثر نہ لیتے تھے۔ خود حضرت علی نے اُن سے لوگوں کی شکایات تھیں وہ حضرت عثمان تک پہنچائیں اور یہاں تک کہا کہ میں معاملات کو سلجھانے کی کوشش کرتا ہوں اور مروان ان کو پھر بگاڑ دیتا ہے۔ آپ خود منبر رسول پر بیٹھ کر لوگوں کو مطمئن کر دیتے ہیں۔ مگر آپ کے جانے کے بعد آپ ہی سے

دروازے پر کھڑے ہو کر مروان لوگوں کو گالیاں دیتا ہے۔

(طبری جلد ۳ - صفحہ ۳۹۸ - ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۸۴ - ابن خلدون تکملہ جلد ۲ صفحہ ۱۴۳)

حدیہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عثمان کی بیوی نائلہ نے کہا تھا کہ آپ مروان کے کہنے پر چلتے ہیں یہ ایک روز آپ کو قتل کرا کے چھوڑے گا۔ اُس کے دل میں نہ خوف خدا ہے نہ ہیبت [illegible]

(طبری جلد ۳ صفحہ ۳۹۶، ۳۹۷ - البدایہ [illegible] صفحہ ۱۷۲، ۱۷۳)

عبداللہ بن سعد بن ابی سرح اموی حضرت عثمان کا رضاعی بھائی تھا۔ یہ فتح مکہ سے قبل مدینہ آ کر مسلمان ہوا تھا۔ حضور نے اس کو کاتبین وحی میں داخل کر لیا تھا۔ کچھ عرصہ کتابت وحی کرنے کے بعد مرتد ہو گیا اور پھر مکہ واپس چلا گیا۔ اُس نے مکے واپس جا کر قریش کو نزول وحی کے بارے میں غلط باتیں بتائیں اور خوب گمراہ کیا۔ اُس کی باتوں کا کفار و مشرکین اس لئے یقین کرتے تھے کہ ان کی سمجھ کے مطابق اُس سے زیادہ وحی کے بارے میں اور کون جان سکتا تھا۔ اس لئے یہ وحی کے لکھنے کے لئے آتا تھا۔

فتح مکہ کے بعد ایک طرف تو دریائے رحمت الٰہی کو یہ جوش تھا کہ جو [illegible] تھا چونکہ اُس نے آنحضرت کا کچھ لیا [illegible] عبداللہ بن سعد بن ابی سرح خانہ کعبہ کے [illegible] بھی ہو تو اسے قتل کر دو۔

یہ سن کر خوف سے اپنے رضاعی بھائی حضرت عثمان کے پاس آ گیا۔ حضرت عثمان نے اُس کو چھپا لیا۔ مگر جب آنحضرت اہل مکہ سے بیعت

لے رہے تھے تو اچانک حضرت عثمان اُس کو لیکر سامنے آگئے۔ اُس کی معافی کی درخواست کی اور عرض کی کہ حضور اس کی بھی بیعت لے لیں حضور خاموش رہے۔ حضرت عثمان نے درخواست کی حضور پھر خاموش رہے آخر جب تین مرتبہ گذارش کی تو حضور نے بیعت لے لی۔

(ابوداؤد - باب الحکم من ارتد، نسائی باب الحکم فی مرتد، مستدرک حاکم، کتاب المغازی، طبقات ابن سعد)

اور پھر موجودہ اصحاب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم لوگوں میں ایسا کوئی نیک شخص نہ تھا کہ جب میں اس کی بیعت نہیں لے رہا تھا تو اس کو قتل کر دیتا۔ اصحاب شرمندہ ہوئے اور عرض کی ہم تو حضور کے اشارے کے منتظر تھے۔ حضور نے فرمایا کہ اللہ کا رسول آنکھ سے خفیہ اشارے نہیں کرتا۔

(طبقات ابن سعد جلد ۲ ص ۱۳۶ ص ۱۳۵ - سیرت ابن ہشام جلد ۲ ص ۵۱ ص ۵۲ استیعاب جلد ۱ - ص ۳۸ - اصابہ جلد ۲ - ص ۳۰۹)

ابوذر ضرور متعجب ہوں گے کہ ایسے شخص کو حضرت عمر نے اپنے دورِ خلافت میں عمرو بن عاص کی ماتحتی میں فوجی افسر بنایا تھا۔ اور پھر مصر کے علاقہ "صعید" کا عامل مقرر کر دیا تھا مگر حضرت عثمان نے تو پورے مصر اور شمالی افریقہ کا گورنر جنرل اور کمانڈر انچیف بنا دیا۔

ولید بن عقبہ اُموی حضرت عثمان کا سوتیلا بھائی تھا۔ حضور نے ایک مرتبہ بنی المصطلق کے صدقات وصول کرنے کو بھیجا۔ خدا جانے کہ ڈر گیا یا نہ جانے کیا سوجھی کہ واپس آکر حضور کو خبر کی کہ میں وہاں گیا مگر

وہ لوگ مجھکو قتل کرنے کو دوڑے اور صدقات دینے سے انکار کیا
حضورؐ کو یہ بات ناگوار ہوئی کہ اُن کے ہرکارے کو لوگ بوجہ قتل کرنا چاہتے
تھے۔ آپ نے ایک فوجی دستہ اُن کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔
بنی المصطلق والوں کو اس کی بروقت خبر ہوگئی۔ اُن کے بزرگوں نے حضورؐ
کی خدمت میں آکر عرض کی کہ ہم لوگ تو منتظر تھے کہ کوئی آئے اور صدقات
لے جائے مگر یہ شخص تو ہمارے پاس آیا ہی نہیں۔ اللہ کے رسولؐ کے
پاس بصورت آیت قرآن حکم نازل ہوا کہ :-

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو اگر تمہارے پاس کوئی فاسق
آکر کوئی خبر دے تو تحقیق کر لو۔ ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کے
خلاف ناواقفیت میں کوئی کارروائی کر بیٹھو اور اپنے کئے پر
پچتاتے رہو۔" (سورۃ الحجرات)

اس طرح آزمائش میں فیل ہونے کے بعد بھی حضرت عمرؓ نے اس کو اپنے
دور میں بنی تغلب (الجزائر) کا عامل مقرر کیا۔ یہ بات ضرور ابوذر کو کھٹکتی ہوگی
کہ حضرت عمرؓ نے یہ غلطی کیسے کی۔ کیا دیگر باصلاحیت اصحاب رسولؐ کی کمی تھی۔
مگر بہرحال الجزائر میں اس وقت صرف ایک قبیلے کی عرب آبادی تھی لیکن
حضرت عثمان نے تو سعد بن ابی وقاص جیسے عشرۂ مبشرہ کے صحابی کو کوفے کی
گورنری سے معزول کرکے اُس کو گورنر بنا دیا۔

وہاں کے لوگوں کو یہ معلوم ہوا کہ یہ شراب کا بڑا دھتی ہے۔ ایک
روز صبح کی نماز پڑھاتا چلا گیا اور چار رکعات کے بعد پلٹ کر پوچھا :-

" اور پڑھاؤں۔ ؟ " (تہذیب التہذیب جلد ۱۱ - ص۱۴۴ - الفاری جلد ۲۴ ص۲۰۳)

حضرت عثمان سے شکایت کی گئی جس پر انھوں نے مقدمہ قائم کیا۔ حضرت عثمان کے آزاد کردہ غلام نے گواہی دی کہ ولید نے شراب پی تھی۔ صعب بن جثامہ نے شہادت دی کہ ولید نے اُن کے سامنے قے کی جس میں شراب نکلی - ابوزینب ، ابومورع ، جندب ، ابن زبیر ، اور سعد بن مالک نے بھی گواہیاں دیکر جرم ثابت کیا - بخاری ، مسلم اور ابوداؤد نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان نے حضرت علیؓ سے کہا کہ ولید کو چالیس کوڑے لگائے جائیں اور حضرت علیؓ نے عبداللہ بن جعفر سے کوڑے لگوائے -

مگر ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ مسلم کی روایت کمزور ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ لوگوں کو کثرت سے اعتراض تھا کہ حضرت عثمان ولید پر حد نہیں قائم کر رہے تھے - اس روایت کے بارے میں ترمذی نے بخاری سے دریافت کیا تو انھوں نے اس کو قوی بتایا - ابن عبدالبر نے اس کو بہت معتبر مانا ہے - علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں کہ یہ خبر حضرت عثمان تک پہونچ چکی تھی (کہ ولید شراب پیتا ہے) مگر انھوں نے حد قائم نہ کی۔ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ (مسلم کی ایک روایت کے مطابق) جب ایک گواہ نے شہادت دی تو حضرت عثمان نے کہا کہ پیئے بغیر وہ شراب کی قے کیسے کرسکتا تھا -

ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ حضرت عثمان کے آخری حصہ میں جو ایسے لوگ امیر بنا دیئے گئے تھے مگر کو ذیں ولید بن عقبہ جو نماز بہت دیر سے پڑھتا تھا یا ٹھیک طرح سے نہیں پڑھتا تھا تو بعض محتاط لوگ اپنی نماز خفیہ طور سے پڑھ لیتے تھے اور امیر کے پیچھے بھی اس خوف سے پڑھ لیتے تھے کہ امیر کے معتوب نہ ہوں۔ (صحابیت ص ۴۹)

اسلامی نظام کی بلندی پر نظر ڈالیئے اور پھر اس طرح کے گھٹیا معیار کے لوگوں کو دیکھئے اور فیصلہ کیجئے کہ اگر ایسے لوگ حکومت پر حاوی ہو گئے تو وہ کیا گل نہ کھلائیں گے۔ وہ جو کچھ بھی کر رہے تھے اُن سے بعید نہ تھا۔ جس جذبے کے تحت وہ مامور ہوئے تھے (کہ حضرت عثمان کے رشتہ دار ہیں) تو اسی جذبے کے تحت وہ اپنے اعزا و اقربا کو اپنے چھوٹے عہدوں پر مقرر کرتے ہوں گے۔ جب خلیفہ اپنے عمال کے انتخاب میں اہلیت کے بجائے رشتہ دیکھے تو وہ اپنے سے چھوٹے عہدہ داروں کے انتخاب میں کسی اہلیت کو کوئی اہمیت کیوں دیں۔

حضرت ابو بکر نے اپنے عہد خلافت میں اپنے کسی رشتہ دار کو کسی عہدہ پر مامور نہیں کیا۔ حضرت عمر نے اپنے عہد خلافت میں صرف اپنے دو رشتہ داروں کو مناصب عطا کئے۔ نعمان بن عدی کو میسان کا تحصیلدار مقرر کیا۔ جب وہ میسان گئے تو اپنی بیوی کو مدینہ ہی میں چھوڑ گئے۔ وہاں بیوی کے فراق میں کچھ اشعار لکھے جن میں شراب کا بھی مضمون باندھا مگر جب حضرت عمر کو اس کی خبر ہوئی تو ان کو معزول کر دیا اور پھر کبھی کوئی موقع

نہ دیا۔ (استیعاب جلد ۱۔ ص۲۹۶ ۔ معجم البلدان یاقوت حموی جلد ۵ ص۲۴۲ ص۲۴۳)۔

دوسرے ان کے بہنوئی قدامہ بن مظعون تھے جنھیں بحرین کا عامل مقرر کیا گیا تھا۔ یہ اُن لوگوں میں تھے جو قبل ہجرت حبش کو ہجرت کر چکے تھے اور اصحاب بدر میں بھی تھے۔ اُن کے خلاف بھی شراب کی شہادتیں ملیں تو اُن کو معزول کیا اور حد بھی جاری کی۔ (استیعاب جلد ۲ ص۵۲۴۔ اصابہ جلد ۳۔ ص۲۱۹ ص۲۲۰)

حالانکہ ابتک دو ہی رشتہ دار حکومت کے عہدوں پر مامور کئے گئے مگر چونکہ تجربہ ناکام ہوا اس لئے حضرت عمر نے مناسب اقدام کیا۔ آئندہ آنے والوں کو اُس سے سبق لینا چاہئے تھا۔

آج مسلمان یہ کہنے لگا ہے کہ حضرت عثمان نے جو عمال حکومت مقرر کئے تھے وہ سب اصحاب رسول صلعم تھے۔ یہ بالکل صحیح ہے۔ مگر صحابی اور صحابی میں بھی بڑا فرق ہے۔ بالکل بجا کہ صحابی ہونا بڑی اہمیت کی بات ہے مگر یہ کیسے بھلایا جائے کہ صحابی ہونا بڑی اہمیت کی بات نہیں بھی تھی۔

صحابی کی تعریفیں تو ہر دور میں پلٹے کھاتی رہی ہیں۔ جو رسولؐ کی صحبت میں بیٹھا وہ صحابی، جو رسولؐ کی صحبت میں سن دراز ہو کر بیٹھا وہ صحابی، جس نے رسولؐ کریم کو ایک بار بھی دیکھ لیا وہ صحابی، جس نے رسولؐ کریم کی ایک حدیث بھی بیان کی وہ صحابی، جو کسی کام کی غرض سے کوئی خط وغیرہ لے کر حضورؐ کی خدمت میں آیا وہ صحابی، مانا یہ سب صحابی اور کچھ ذہن کے لئے

یہ بھی فرض کرلیا جائے کہ ہر صحابی قابل احترام ہے تب بھی صحابی اور صحابی میں کچھ فرق تو رہیگا ہی۔ کچھ دیر کے لئے مانا کہ ہر صحابی صاحب فضیلت مگر اس فضیلت میں بھی کسی کمی اور بیشی کا معیار تو ہوگا ہی۔ قرآن پاک میں سورۂ حدید اعلان کر رہا ہے :-

"تم میں سے جنھوں نے اللہ کی خاطر فتح مکہ سے پہلے
خرچ کیا اور لڑے ان کے برابر نہیں ہو سکتے بلکہ اُن سے بڑے
درجے میں ہیں جنھوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا اور لڑے"

آیت پاک صحابیوں کا معیار فضیلت بیان کر رہی ہے کہ فتح مکہ کے پہلے والے مسلمان فتح مکہ کے بعد والے مسلمانوں سے افضل ہیں۔ یہ بات تو چھپی ہوئی نہیں ہے کہ حضرت عثمان کے تمام عمّال فتح مکہ کے بعد کے مسلمان تھے جنکو فتح مکہ کے پہلے والے مسلمانوں پر فوقیت عطا کی گئی۔

ابوذر بھی صحابی تھے جو حق کی تلاش میں ٹھوکریں کھاتے ہوئے مکہ کی سمت آئے۔ مشرکین کی متعدد بار مار کھائی اور اسلام قبول کیا اور اُس وقت اسلام قبول کیا جبکہ قبول اسلام بڑے خطرے کی بات تھی۔ بلال بھی صحابی تھے کہ ان کو لوہے کی زرہ پہنا کر کفار گرم ریت پر ڈالتے تھے اور اُن کی زبان سے صرف اَحَدٌ اَحَدٌ نکلتا تھا۔ صہیب بھی صحابی اور عمار بھی صحابی تھے کہ جن کو انگاروں پر گھسیٹا جاتا تھا۔ ابو فکیہہ بھی صحابی تھے کہ جنکی پیٹھ پر پتھر کی چٹانیں رکھدی جاتی تھیں۔ عبداللہ ابن مسعود بھی صحابی تھے جن کو قرآن پڑھنے کی سزا میں خون سے سرخ کردیا جاتا تھا۔

وہ بھی صحابی تھے جو اسلام کی خاطر ننگی تلواروں کے سامنے اپنے سینے
بخوشی پیش کر دیتے تھے۔ لیکن وہ کفار و مشرکین قریش جنھوں نے انتھک کوشش
کی کہ اسلام کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں مگر فتح مکہ کے بعد مجبوراً اس نے ہتھیار
ڈال دیئے کہ اب جان بچانے کی کوئی صورت ہی نہ تھی یا اس لئے اب مسلمان
ہو گئے کہ اسلام کی نقاب ڈال کر ہی اسلام کی بیخ کنی ممکن تھی۔ اب وہ بھی
صحابی تھے۔ مسلمان ہو کر۔ بھی صحابی تھے تو کیا پہلے خوش عقیدہ اور اب والے
مسلمان سب برابر کے صحابی مانے جائیں گے۔

ابوسفیان بھی صحابی تھے کہ اسلام لانے کے بعد بھی ان پر تمام دیگر اصحاب کو
کو شبہ تھا۔ اور رسول اکرمؐ نے ان کو کسی جہاد میں شریک نہیں کیا۔ جنگ
حنین میں جب مسلمانوں کے لشکر کو کمزور پایا تو یہ صحابی رسولؐ بولا کہ "یہ لوگ
یہ (مسلمان) سمندر تک بھاگتے چلے جائیں گے" (طبری جلد ۳ ص۱۲۵)
یا جب یہ جنگ یرموک میں رومی فوجیں مسلمانوں پر غالب آنے لگیں تو اس
صحابی نے کہا کہ "شاباش" اور جب مسلمان آگے بڑھنے لگے تو کہا کہ
"افسوس زرد مہروں کے ہاتھ شوکت بادشاہوں کا نام مٹتا نظر آرہا ہے" الخ

صحابی رسول مسطح بھی تھا کہ جس نے ام المومنین جناب عائشہ پر معاذ اللہ
زنا کا جھوٹا اور بے بنیاد الزام لگایا تھا۔ وہ بھی صحابی تھے جو اس جرم کبیرہ میں
مسطح ایسے کے حامی تھے۔ بدر کے اصحاب کی مدح تو قرآن میں ہے مگر کیا
مسطح بانی اصحاب بدر کی فضیلت کے برابر ہو جائیگا۔ وہ کاتب وحی بھی
صحابی تھا جس کا ذکر پہلے آچکا کہ وہ بعد میں مرتد ہو گیا تھا۔ اور کتابت وحی میں

بتایا یہ ارشاد ہوا کہ مسلمان بھائی بھائی ہیں ایک کو دوسرے پر فضیلت نہیں مگر تقویٰ کی بنا پر۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۴ - صفحہ ۲۱۷)

یہ بھی ارشاد الٰہی ہوا کہ :-

"لوگو سنو! تمہارا خدا ایک ہے، عربی کو عجمی پر یا عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں، نہ کالے کو گورے پر نہ گورے کو کالے پر مگر تقویٰ کی بنا پر (تفسیر روح المعانی جلد ۲۶ - صفحہ ۱۴۸)

اسلامی حکومت میں کسی منصب کے لئے شرط ہی یہ ہے کہ جن لوگوں پر کسی کو حاکم بنایا جائے وہ اُن تمام لوگوں سے افضل ہوں مگر افضلیت کی میزان صرف تقویٰ ہے۔ حتیٰ کہ جب مسلمان نماز کو جمع ہوتے ہیں اور اُس وقت کوئی امام نہیں ہے تو نمازیوں میں جو سب سے افضل بہ لحاظ تقویٰ مانا جاتا ہے وہی امامت کا کام انجام دیتا ہے۔ یہ افضلیت لباس، صورت، اثرات یا خاندانی وجاہت پر نہیں تولی جاتی۔ تب تو کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ خلیفۂ وقت اپنے عمّال حکومت مقرر کرتے وقت یہ نہ دیکھے کہ عوام میں سب سے زیادہ متقی کون ہے۔

حج بھی بڑی فضیلت کی بات ہے مگر ایک وہ جو صرف اللہ کی خوشنودی کے لئے حج کرتا ہے اور حج کرنے کے بعد زہد و تقویٰ میں زندگی گذارتا ہے۔ ایک وہ جو حج تو خلوص نیت سے کرتا ہے مگر واپس ہو کر چور بازاری کرتا ہے۔ یتیم کا مال کھاتا ہے۔ اور ایک وہ جو حج کو جاتا ہی صرف اس لئے ہے کہ واپسی میں ٹیپ ریکارڈر، ریڈیو اور گھڑیاں

تمام اصحاب کو ایک ہی صف میں کھڑا نہیں کیا جا سکتا۔ یہ بتایا جا چکا کہ صحابی مقداد بھی تھے، صحابی ابوذر بھی تھے اور برخلاف اس کے صحابی وہ بھی جو مرتد ہو گئے، جو جہنم میں جائیں گے۔ صحابی وہ بھی تھے جو آنحضرتؐ کی صحبت میں اس لئے بیٹھتے تھے کہ اسلام کے راز ٹٹول کر کفار کو خبر کریں۔ صحابی زنا کے جرم میں پکڑے گئے۔ صحابیوں کو شراب پینے پر سزائیں بھی ہوئیں۔ صحابی جھوٹی حدیثیں بھی گڑھتے تھے۔ اور صحابی وہ بھی تھے جن کے لئے مسند امام احمد کے مطابق قول رسول کریم تھا کہ "ان اصحابی منافقین" میرے اصحاب میں منافقین بھی ہیں۔

جب کوئی حاکم اپنے منصب کو سنبھالتا ہے تو یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ گزشتہ حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے ناکارہ اور بدنام عہدہ داروں کو معزول کر کے اُن کی جگہ پر ایسے لوگوں کا تقرر کرتا ہے جن کے دامن داغدار نہ ہوں۔ اس اصلاح کے تحت دیکھنا چاہیئے کہ جب حضرت عثمان نے منصب خلافت سنبھالا تو جو لوگ اُس وقت مختلف صوبوں کے گورنر تھے اُن کے خلاف کیا شکایات تھیں۔ یا حضرت عثمان کے برسر اقتدار آنے کے بعد اُن عہدہ داروں کی طرف سے بیکار نظام خلافت کوئی عدم تعاون ہوا۔ یا اُن کو صرف اس لئے معزول کیا گیا کہ خلیفۂ وقت کو اپنے رشتہ داروں کے لئے آسامیاں خالی کرانی تھیں۔

بالفرض اگر ان عہدہ داروں کے خلاف کچھ شکایات تھیں تو اُن سے کوئی جواب طلب کیا گیا؟ اور جن لوگوں کو اُن کی جگہ پر مقرر کیا وہ لوگ

اسلامی حکومت کے معیار مطلوب پر پورے اُترتے تھے۔ ؟ اُن میں زیادہ تر وہ تھے جو پہلے سے بدنام تھے اور سزا یافتہ تھے۔

تقریباً تمام اصحاب السابقون الاولون المقدمین اس بات پر ملول تھے اور اُن میں سے ایک ابوذر کی ہی حساس ذات تھی جو یہ دیکھ رہے تھے کہ خلافت اسلامی ایک کنبہ پروری شاہی میں تبدیل ہو گئی۔

بہترین اصحاب رسول کو نظر انداز کر کے اس قسم کے گھٹیا معیار کے لوگ جب حکومت کے چھوٹے بڑے عہدوں پر مامور کر دیئے گئے تو اُن میں اتنی صلاحیت ہی کہاں تھی کہ اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے۔ اُن کے لئے قرآن تو زیادہ سے زیادہ خوش کن سے خوشنما ایک کتاب تھی نہ کہ ایک نظام دین الٰہی کا دستور العمل۔

کسی حکومت کو باقاعدہ چلانے کے لئے عدل اور معاشیات بہت اہم ضروریات ہیں اور دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اگر عدل نہیں تو معیشت کو بالکل اُلٹا استعمال کیا جائیگا۔ بجائے اس کے کہ عوام کی خوشحالی کی صورتیں پیدا کی جائیں خیالی حکومت وہ معیشت سے استعمال کریں گے کہ قوم کی ساری دولت اُن کی تجوریوں میں اکٹھی ہو جائے اور عوام مفلسی کی چکی میں پستے رہیں۔

سیاسی یا دینی اصولوں کی روشنی میں جب دور حضرت عثمان کو دیکھا جاتا ہے تو عدل و انصاف کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ اُن کے دور کی طرف انگشت نمائی کی جائے۔ مگر جمہور اسلام کا حکم یہ ہوتا ہے کہ اصحاب رسول کے کسی فعل پر

انگشت نمائی نہ کرد۔ آج کے تحقیقی دور میں یہ اصول کہ "خطائے بزرگاں گرفتن خطا است" کچھ عجیب سا معلوم ہوتا ہے۔ اپنے علم، علم تحقیق اور خصوصاً تحقیق تاریخ کے دروازے بند کر لینا اپنے آپ پر ظلم ہے۔

ہر بزرگ قابلِ احترام صحیح لیکن اگر اُن کی غلطی کو غلطی نہ کہا جائے تو نسلِ انسانی اپنی اصلاح کیسے کریگی۔ خصوصاً کوئی ایسی غلطی جس سے روحِ اسلام غائب ہوگئی ہو جس سے نظام اسلامی کا خاتمہ ہوگیا ہو، جس سے انسانیت پہ ظلم عظیم ہوا ہو جس سے تا۔ بخ طلاب اسلام اور تاریخ اسلام پر قہقہے مارتے ہوں۔ اس کو غلطی نہ کہنا خود ایک بڑی غلطی ہوگی۔

انسانی لغزش یا خطائے اجتہادی دوسری بات ہے، اور کسی صحیح بات کے خلاف محاذ قائم کرنا دوسری بات ہے۔ غلط فہمی سے بھول ہو جانا اور شئے ہے اور غلط کرنے کے بعد جب لوگ صحیح راستہ بتائیں تب بھی اُن پر عملاً اٹل ہو جانا اور شئے ہے۔ اس موضوع پر حضرت عثمان کی غلطیوں کی فہرست مہیا کرنے کے بعد مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے اپنی کتاب "خلافت و ملوکیت" کے صفحہ ۱۱۶ پر لکھا ہے کہ:۔

"حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پالیسی کا یہ پہلو بلاشبہ غلط تھا۔ اور غلط کام بہر حال غلط ہے خواہ وہ کسی نے کیا ہو۔ اُسکو خواہ مخواہ کی سخن سازیوں سے صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرنا نہ عقل و انصاف کا تقاضا ہے نہ دین ہی کا یہ مطالبہ ہے کہ کسی صحابی کی غلطی کو غلطی نہ کہا جائے۔"

بہر حال یہ بات بہ تقاضائے عقل ہے کہ صحابی اور صحابی میں فرق ہے ایک عابد و زاہد، متقی اور پرہیزگار، قرآن اور قول و عمل رسولؐ کو سمجھنے اور اُس پر عمل کرنے والا صحابی اُس صحابی کے برابر نہیں ہو سکتا جو فتح مکہ کے بعد اس لئے اسلام کے دائرے میں آیا کہ اب جان بچانے کے لئے مسلمان ہونا ضروری تھا۔ اس ہارے ہوئے طبقہ کے دل میں اسلام کو پھونک دینے والے شعلے بھڑکتے ہوں گے۔ آل انڈیا ریڈیو کی زبان کے مطابق ایسے مسلمان اسلام میں "گھس بیٹھے" تھے جن کا مقصد صرف اسلام میں سبوتاژ کرنا تھا۔

اس مختصر کتاب میں یہ گنجائش نہیں کہ حضرت عثمان نے جو عہدہ دار مقرر کئے تھے اُن کے غیر اسلامی اور متضاد قرآن اعمال کی فہرست پیش کی جائے۔ اس کتاب میں صرف اس پر روشنی ڈالی جا رہی ہے کہ حضرت عثمان کے دورِ خلافت میں اور اُس کے اثرات سے آج تک معاشیات قرآن کو کن گوناگوں نقصانات سے دوچار ہونا پڑا۔

جب تمام مناصب حکومت پر ایک ہی خاندان کے اور خصوصاً ایک ہی نظریئے کے لوگ ہوں گے اور جب کہ ناظم اعلیٰ نہ صرف اسی خاندان کا ہو گا بلکہ دیگر عمال کی طرح اُس کے نظریات بھی قطعاً غیر اسلامی ہوں گے تو اُن کے اقدامات بھی عموماً ایک ہی طرح کے ہوں گے۔

حضرت عثمان کے عمال کا مقصد حکومت تو امارت یا ملوکیت تھا اس لئے اپنے آپ کو مضبوط بنانے کے لئے پیسہ جمع کرنا نہایت ضروری بات تھی۔ خواہ وہ پیسہ بیت المال کی امانت ہو یا غریب مسلمان کا خون

چوس کر حاصل کیا گیا ہو۔ چنانچہ اب منصب حکومت قرآن کے اصولوں کا پابند تھا ہی نہیں۔ ہر امیر ریاست کو ٹھیاں بنوا رہا تھا۔ شاہی لباس پہن رہا تھا، ہٹو بچو کے لئے باڈی گارڈ مقرر کر رہا تھا اور اُن تمام اخراجات کیلئے بیت المال اُن کی ذاتی ملکیت تھی۔

مثلاً عبداللہ ابن سعد بن ابی سرح جس کا ذکر پہلے آچکا افریقہ کا خمس تیغ لایا تو اس خمس کی تمام رقم کو بند بولی لگا کر ناظم حکومت مروان بن الحکم نے پانچ لاکھ درہم میں خرید لیا۔ اور اس کے بعد حضرت عثمان نے یہ پانچ لاکھ کی واجب الادا رقم بھی اُس کو معاف کر دی۔ (ابن الاثیر) مگر بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ سارا کا سارا خمس حضرت عثمان نے خود عبداللہ ابن سعد ابن ابی سرح کو بخش دیا تھا۔ ممکن ہے کہ عبداللہ بن سعد نے حضرت عثمان سے بطور عطیہ پانے کے بعد یہ خمس مروان کے ہاتھ پانچ لاکھ درہم میں فروخت کر دیا ہو۔ مگر ——
۔ الکامل فی التاریخ جلد ۳ صفحہ ۷۱ ، کے مطابق حضرت عثمان نے افریقہ کی پہلی جنگ کا خمس کل کا کل عبداللہ بن سعد کو عطا کر دیا اور افریقہ کی دوسری جنگ کا کل خمس مروان کو بخش دیا۔ طبقات ابن سعد جلد ۳ صفحہ ۶۴ کے مطابق یہی واقعہ تھا جس کو انھوں نے امام زہری کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

بہر حال دیکھنا یہ ہے کہ کیسی تانا شاہی کی پالیسی تھی کہ خمس اور زکوٰۃ جو اللہ کی امانتیں ہیں اور جو صرف عوام اسلام کے لیے ہیں یا قرابت داران رسول کریم کے لیے اُن کو خلیفۂ وقت اپنے ہر کاروں میں عطیات کے طور پہ تقسیم

کرے اور وہ بھی اتنی بڑی رقم جو کسی ایک شخص کو یکایک رئیس بنادے۔

اگر پہلا واقعہ صحیح ہے تو سوال یہ ہوتا ہے کہ کیوں نہ حضرت عثمان نے مروان سے سوال کیا کہ اول تو تمام خمس کی یکمشت بولی لگانے والا تو ہوتا کون ہے۔ دوسرے تیرے پاس پانچ لاکھ درہم کی گرانقدر رقم آئی کہاں سے۔ اگر دوسری روایت صحیح ہے کہ یہ دو مختلف جنگوں کی رقمیں تھیں جن میں سے ایک عبداللہ بن سعد کے حوالے کر دی گئی اور دوسری مروان کو سونپ دی گئی تو اللہ کی امانتوں کو اس طرح اپنے مخصوص رشتہ داروں میں تقسیم کرنے کا طریقہ حضرت عثمان نے کس سے سیکھا تھا۔ قرآن پاک کی کس آیت سے یہ حق خلیفۂ وقت کو ہے کہ وہ بیت المال کو اپنے اعزا دیں مقید کر دے۔ رسول اکرمؐ کا کون سا عمل ایسا تھا جس کی متابعت میں ایسا کیا جا سکتا تھا۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے کب کوئی ایسی نظیر قائم کی جس پر عمل کیا گیا اور اگر اللہ کی امانت کو اس طرح خرچ کیا تو پانے والوں نے آپ کو غنی کا لقب کیا غلط دیا۔

بیت المال مالِ خدا تھا کہ خزانہ شاہی کہ جس کو چاہے عطا کر دیا جائے یہی وجہ تھی کہ اب عمال حکومت بھی جس طرح چاہتے تھے خدا کی امانتوں کو اپنے مصرف میں لاتے تھے۔

دوسری طرف شام و فلسطین اور اردن کے علاقہ پر معاویہ حاوی تھے۔ یہ شان و شوکت میں کسی سے کیا کم۔ ان کا اسلام صرف اپنی ذاتی شان و شوکت کے لیے تھا نہ کہ اللہ کی خوشنودی کی خاطر۔ علی بہادر خان

نے اپنی کتاب " صحابیت " کے صفحہ ۱۵۵ پر اُن کے بارے میں یوں لکھا ہے :-

" معاویہ کا مذہب اقتدار پرستی تھا۔ اگر کسی موقع پر اقتدار کے مقاصد کے لئے محبت رسول کا مظاہرہ مفید معلوم ہوا تو اُس سے انکار نہیں تھا۔ اور اگر اقتدار کے مقاصد کی تکمیل رسولؐ کی توہین یا اصول اسلام کی پامالی یا اسلامی تعلیمات پر مضحکہ کرنے سے ہوتی ہو تو ان باتوں سے بھی انکار نہ تھا۔ اقتدار کے مقصد کے لئے گالیاں دینا، گالیاں کھانا، دولت لٹانا، دولت لوٹنا، اگر کسی کو انعام واکرام کی مسکراہٹوں سے نہیں جیتا جا سکتا تو اُس کو قتل کرانا یا زہر کھلا دینا، رسولؐ کی حدیث پر زور دینا، اور رسولؐ کی حدیث کا مذاق اُڑانا سب کچھ معاویہ کے نزدیک جائز تھا۔ اسلام کی کوئی بات اگر اقتدار کے لئے مفید ہے اُسے قبول کرنا اور اگر کوئی بات اقتدار کی راہ میں حائل ہے اُسے چھوڑنا اور مذاق اُڑانا معاویہ کا کیریکٹر تھا۔"

آگے چل کر علی بہادر خاں اُسی کتاب کے صفحہ ۱۶۰ پر لکھتے ہیں کہ :-

" انصار اس زمانے تک یہی عقیدہ رکھتے تھے کہ معاویہ اور اُس کے خاندان کے جو جذبات اسلام کے متعلق جنگ بدر میں تھے وہی عہد معاویہ میں تھے۔ معاویہ کے اسلام لانے پر اُن کو اعتماد نہ تھا۔"

اور آگے تحریر کرتے ہیں کہ :۔

"واضح رہے کہ معاویہ اور ابوسفیان کے ایمان لانے کے بعد بھی مدینہ کے مسلمان عہد رسالت میں بھی اعتماد نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ حدیثوں میں ہے کہ مسلمانان مدینہ ان لوگوں سے ملنا جلنا پسند نہیں کرتے تھے اور ان کو اپنے ساتھ جہاد میں بھی نہیں لے جاتے تھے۔"

حد یہ ہے کہ ایک مرتبہ جب معاویہ مدینہ پہونچے تو صحابی رسول ابوقتادہ سے ملاقات ہوئی۔ معاویہ نے سوال کیا کہ اور انصار کیوں نہیں آئے تو قتادہ نے جواب دیا کہ اُن کے پاس سواریاں نہیں ہیں۔ معاویہ نے پوچھا کہ سواریاں کیا ہوئیں تو ابوقتادہ نے جواب دیا کہ اُن کی سواریاں جنگ بدر میں تمھاری اور تمھارے باپ کی تلاش میں ضائع ہوگئیں۔"

معاویہ کو حضرت عمر نے اپنے عہد خلافت میں دمشق کا عامل بنا کر بھیجا تھا۔ یہ وہ دور تھا جب رومی بادشاہوں سے مسلمانوں کی آئے دن مٹھ بھیڑیں ہوتی رہتی تھیں۔ معاویہ نے اپنے لئے عالیشان قصر تعمیر کرایا۔ جس میں آسائش کے تمام سامان مہیا تھے۔ جب حضرت عمر کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے معاویہ سے محاسبہ کیا۔ معاویہ نے عذر یہ پیش کیا کہ قیصر کی حکومت سے ہر وقت سامنا رہتا ہے اس لئے رعب داب اور شان و شوکت قائم رکھنی پڑتی ہے۔ یہ جواب پا کر انھوں نے معاویہ سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ باوجودیکہ وہ اس معاملے میں بہت سخت تھے۔ مثلاً انھوں نے سعد بن ابی وقاص

کے گھر کا دروازہ اس لئے گروا دیا تھا کہ وہ بہت اُونچا اور شاندار تھا۔ اُنھوں نے اس معاملے پر عمرو بن عاص سے بھی سخت محاسبہ کیا تھا اور ایسے واقعات بھی ملتے ہیں کہ اُنھوں نے سرمایہ دارانہ ذہنیت رکھنے والے اصحاب کے لوگ پر بھی سختی کی تھی۔

یہ بات سمجھ میں ذرا مشکل سے آتی ہے کہ حضرت امیر معاویہ کے اس جواب سے مطمئن کیسے ہو گئے۔ ظاہر ہے کہ قیصری شان و شوکت تعلیم اسلام کے متضاد تھی۔ اسلام کسی بھی حکومت، سلطنت، شخصیت یا فکر و نظر سے قرآن کے اصولوں کے تحت مقابلہ کرنے کو تیار تھا نہ کہ دوسروں میں جو برائیاں ہوں اُن کو اپنے میں داخل کر کے اُن سے مقابلہ کرے۔

آج کی ڈپلومیسیائی زندگی میں تقریباً ہر سفیر، ہر سفارتخانے کا عہدہ دار شراب پیتا ہے۔ ایک دوسرے سے ملاقات میں شراب سے ہی خاطر ہوتی ہے۔ کسی ملک کے قومی دن میں شراب اُنڈیلی جاتی ہے تو کیا اس کا یہ مطلب ہوا کہ اسلامی حکومت کے سفیر بھی شراب اس لئے پئیں کہ آج کی ڈپلومیسیائی زندگی کا تقاضا یہی ہے۔ ہر ملک میں خوشی کے موقع پر شمپین کی بوتل کھولی جاتی ہے تو کیا مسلمان بھی یہی کرنے لگیں۔ ہر ملک میں جب جہاز پانی میں لایا جاتا ہے تو بیئر کی بوتل توڑ کر افتتاح ہوتا ہے تو اب اسلامی ملک کی جہازرانی میں بھی یہ رسم داخل ہو جائے۔

آج تو یہ بھی دستور ہے کہ دوسروں کو مرعوب و متاثر کرنے کے لئے لڑکیوں سے رقص کرائے جاتے ہیں جس میں برہنگی ایک خصوصیت ہے

تو کیا اگر اہلِ روم یہ کرتے تو مسلمانوں کے لئے بھی ضروری تھا کہ وہ اُن کے مقابلے میں لڑکیوں کے رقص کرائیں - ؟

معاویہ نہ صرف عامل حکومت اسلام ہو کر شان و شوکت میں زندگی گزار رہے تھے بلکہ اس کے علاوہ بھی اسلامی اصولوں پر ہر ممکن ضرب لگا رہے تھے - جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا کہ اُن کے لئے قرآن و حدیث اُس وقت تک کوئی حیثیت نہ رکھتے تھے جب تک اُن سے اُن کا ذاتی فائدہ نہ ہو - ورنہ وہ حدیث کا مذاق اُڑاتے تھے اور اکثر معاملات میں اپنی رائے کو حدیث رسول پر ترجیح دیتے تھے - ابن ماجہ نے جلد اول میں ایک حدیث یوں نقل کی ہے:-

"عبادہ بن صامت صحابی رسول ایک جنگ میں معاویہ کے ساتھ شریک ہوئے جو ارضِ روم میں ہوئی تھی - انھوں نے دیکھا کہ لوگ سونے کے ٹکڑے دیناروں سے اور چاندی کے ٹکڑے درہموں سے فروخت کر رہے ہیں - انھوں نے کہا کہ اے لوگو میں نے رسول اکرم سے سُنا ہے کہ مت خرید و فروخت کرو سونے کی سونے سے مگر یہ کہ برابر وزن میں ہو - نہ اس میں زیادتی ہے نہ اُدھار ہے - معاویہ نے عبادہ سے کہا کہ "میری رائے میں یہ سود نہیں ہے سوائے اس کے کہ اُدھار ہو" عبادہ نے کہا کہ میں تو حدیث رسول بیان کر رہا ہوں اور تم اُس کے مقابلہ میں اپنی رائے بتا رہے ہو - اللہ نے اگر مجھکو بچا لیا تو اس زمین میں نہیں رہونگا جس میں مجھ پر تمھاری حکومت ہو - جب وہ لوٹے تو مدینہ چلے گئے"

جب عبادہ مدینہ آئے تو حضرت عمر نے دریافت کیا کہ اپنا گھر بار چھوڑ کر کیوں چلے آئے۔ عبادہ نے پورا واقعہ بیان کیا۔ حضرت عمرؓ نے ان سے گذارش کی کہ واپس جائیے، آپ نہ ہوں گے تو اس زمین سے برکت چلی جائیگی۔ اور معاویہ کو ڈانٹ کر لکھا کہ عبادہ وہاں رہیں گے مگر ان پر تمھارا اقتدار نہ ہوگا۔

آج معاویہ عبادہ کو کوئی نقصان نہ پہونچا سکے مگر اُن کے خلاف معاویہ کے دل میں میل رہا۔ جب حضرت عثمان کا عہد آیا تو گویا معاویہ کا اپنا عہد تھا۔ معاویہ نے حضرت عثمان کو عبادہ کی ایک شکایت روانہ کی کہ عبادہ نے پورے شام کو بگاڑ رکھا ہے ان کو شام سے بلا لیا جائے ورنہ میں شام چھوڑ دوں گا۔ اور حضرت عثمان کے لئے معاویہ کا خط ایسا ہوتا تھا جیسے کسی اپنے سے بالاتر حاکم کا خط۔ آپ نے فوراً عبادہ کو مدینہ بلوا لیا۔ عبادہ آئے تو حضرت عثمان کے دربار میں جبکہ مجمع عام تھا سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ :۔

"رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ میرے بعد ایسے امیر ہوں گے
جو معروف کو منکر سے اور منکر کو معروف سے بدل دیں گے.
لیکن معصیت میں اطاعت نہ کرنا اور اس بدی میں شامل نہ ہو جانا"

اس دوران تقریر میں یہ کھوٹے نکی بات ابوہریرہ بول اٹھے۔ تو عبادہ نے ڈانٹ کر کہا کہ تم چپ رہو۔ جب ہم نے رسول اکرمؐ کے ہاتھوں پر بیعت کی تھی تو تمہارا پتہ بھی نہ تھا۔ ہماری بیعت کے شرائط تھے کہ ہم اچھی باتیں لوگوں کو بتائیں گے، بُری باتوں سے منع کرینگے اور سچ کے معاملہ میں کسی سے دھونس نہ کھائیں گے۔

یہ تمام باتیں سنکر بھی کہ معاویہ معروف کو منکر اور منکر کو معروف میں تبدیل کر رہا ہے، اسلام کے خلیفہ نے معاویہ سے جواب طلب نہ کیا۔ یہ اتنا بڑا سنگین الزام تھا کہ اسی وقت معاویہ کی گرفتاری کا حکم ہونا چاہیئے تھا۔ باقاعدہ مقدمہ چلنا چاہیئے تھا۔ اگر عبادہ کے الزامات صحیح تھے تو معاویہ کو سزا ملنی چاہیئے تھی۔ اگر عبادہ کے الزامات غلط تھے تو اس جرم میں کہ عامل حکومت پر غلط الزامات لگائے عبادہ کو سزا ملنی چاہیئے تھی۔ معروف کو منکر اور منکر کو معروف میں بدلنے کے معنی یہ تھے کہ اسلامی حکومت کا ایک گورنر قرآن پاک کے احکامات کی خلاف ورزی کر رہا ہے، وہ قرآن کے بتائے ہوئے راستوں کے متضاد حکومت چلا رہا ہے وہ قانون الٰہی کو تبدیل کر رہا ہے مگر خلیفۂ اسلام نے ایک کان سنی اور دوسرے کان اڑا دی۔

کعب بن الاشرف ایک دولتمند یہودی تھا۔ وہ علاقے کے یہودیوں کا سرغنہ بھی تھا اور ایک باشوکت قلعہ میں رہتا تھا۔ اس نے آنحضرتؐ سے عہد کیا کہ وہ مسلمانوں سے دشمنی نہ برتے گا اور مسلمانوں کے دشمنوں کی مدد نہ کریگا۔ لیکن جنگ بدر میں اس نے ابو سفیان کو مسلمانوں سے لڑنے کے لیے مدد دی تھی وہ آنحضرتؐ کی معاذ اللہ ہجو بھی کرتا تھا۔ آپ کے خلاف اشعار لکھ کر لڑکیوں سے گواتا تھا۔ آنحضرتؐ نے یہ نہیں کیا کہ اس کے رعب و داب کو کم کرنے کیلئے خود بھی ایک عالیشان قلعہ میں رہنے لگتے۔ یہ بھی نہیں کیا کہ اس کے خلاف اشعار بنکر یا لکھوا کر اس کے مقابلہ میں لڑکیوں سے گواتے۔

کعب بن الاشرف کی جب جرائتیں حد سے بڑھ گئیں تو حضورؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ کوئی کعب کو قتل کر دے۔ آپ کے صحابی محمد بن مسلمہ نے اُس کو اُس کے قصر سے اس بہانے سے بلایا کہ کچھ قرض بیسہ چاہئیے ہے یہودی یہ سمجھا کہ گاہک آیا ہے اور سود ملیگا۔ وہ نیچے آیا تو محمد بن مسلمہ نے قتل کر دیا۔

جب معاویہ کے سامنے اس کا ذکر ہوا تو معاویہ نے کہا کہ اس کا قتل غدر تھا۔ یہ سُنکر محمد بن مسلمہ نے کہا کہ اے معاویہ تیری صحبت میں رسُولِ اکرم پر غدر کا الزام لگایا جاتا ہے۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اب مجھے تیرے ساتھ ایک مکان میں نہیں پایا جائیگا۔

(ابن تیمیہ - الصارم المسلول علی شاتم الرسول صفحہ ۹)

وہ معاویہ جن کا انتہائے اختصار سے مزاج، عقائد، کردار اور ماحول اُوپر بیان کیا جا چکا اُن معاویہ کی شکایات حضرت عثمان تک پہونچی تھیں حضرت علیؑ جو عموماً دربار حضرت عثمان میں اصلاح کی کوشش کرتے رہے اُنھوں نے ایک مرتبہ حضرت عثمان سے کہا تھا کہ آپ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ بہت اعتنیٰ کرتے ہیں۔ اُن کی غلطیوں سے چشم پوشی کرتے ہیں اور معاویہ آپ کی مرضی کے بغیر جو دل میں آتا ہے کر گذرتا ہے اور عوام سے کہتا ہے کہ آپ کے حکم سے کر رہا ہے۔ آپ کو سب معلوم ہوتا ہے پھر بھی آپ اس کو تنبیہ نہیں کرتے۔ (طبری جلد ۵ صفحہ ۹۷)

اُس پر آشوب دور میں جب حاکم کی خوشامد آدمی کو سرخرو کرتی تھی،

جبکہ حاکم کی قیصریت عوام کے دل و دماغ کو مرعوب کئے ہوئے تھی۔ ابوذر بر بالاعلان سرمایہ داروں کی مذمت کرتے پھرتے تھے۔ ابوذر کی نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ مسلمان بھوکا مر رہا ہے۔ اس کے پیٹ بھرنے کو روٹی ہے نہ تن ڈھانپنے کو کپڑا مگر مالِ خدا چند مخصوص ہاتھوں میں مقید ہے۔ اور زعمائے حکومت عالیشان کوٹھیوں میں عیش کر رہے ہیں۔ ابوذر کا خون کھولتا تھا کہ ان عالیشان محلوں کی بنیادوں میں غریب مسلمانوں کا لہو ہے۔ وہ کھلم کھلا عیش پرستوں کو برا کہتے تھے اور قرآن کی وہ آیات پڑھتے پھرتے تھے جن میں حکم ہے کہ مال و زر کو جمع نہ کرو۔ اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرو ورنہ روز محشر یہ مال و زر آتش جہنم میں گرم کیا جائیگا اور اس سے پیشانیاں، پہلو اور پیٹھ داغے جائیں گے۔

(اصابہ جلد ۲ ص ۱۲۰ ۔ اسد الغابہ جلد ۳ ص ۲۹۹)

مگر نیکی کی دنیا تو ویران ہو چکی تھی۔ قرآن کی آیات کا اثر کس پر ہو۔ کہاں وہ قرآن کی تعلیمات، رسول کے اقوال اور مشاہدات و اعمال جو ابوذر کے دل و دماغ میں جذب ہو چکے تھے، اور کہاں عمال حکومت کی عیش پرستیاں، ابوذر کی زبان پر وہ کرو ہی آیات قرآن آتی تھیں جن میں سرمایہ داری، اور سرمایہ پرستی کی مذمت تھی۔ اب ابوذر وہ ارشادات رسول کریم یاد کر کر کے روتے تھے جن میں حضور نے دولت سے دور رہنے کے صریحی احکامات دیئے تھے۔ ابوذر کی دنیا اندھیر تھی۔ کہاں گیا وہ سادہ سماج کہاں گئی وہ مساوات اسلامی۔ ابھی تو بانی اسلام کی قبر تازہ ہے۔ ابھی وہ لوگ ہزاروں کی تعداد میں زندہ ہیں جنھوں نے اپنی آنکھوں سے دولت کے

خلاف حضرت کے ارشادات تھے جن کو انہوں نے اپنی آنکھوں سے حضورؐ
کو عمل کرتے دیکھا تھا۔ قرآن کی تصحیح طرح یاد کی تھی ان کو عزت کا پایا۔ مگر اُن کے
ارشادات کی تو اہمیت در گذر کر دی گئی۔ البتہ ایک عالم پیدا ہو گئے کہ انشاء اللہ
انتہا پسند مسلمانوں سے دین کو بہت زیادہ شان و شوکت حاصل کر لی۔ ان کیفیات
کو ابوذر جیسے محسن نے دین کو ہی نہ دیکھا ہوگا۔

بڑی مظلوم تھی آج ابوذر کی آہ و زاری کو
ناموس کی دیتے تھے ، ان کی وجہ سے نہ دیکھ سکے جہاں کو
بد مذہب کہتے تھے۔ کہا جانے لگا کہ ابوذر تارک دنیا تھے۔ اور تارک مذہب
اور سنیاسی ہو گئے تھے۔ کہا جانے لگا کہ آپ شرک و بدعت کیا کرتے تھے۔
آپ نے تنہا اور ویرانے کو اختیار کیا تھا ، آپ ایمان سے تھے۔ آپ اپنے
تھے۔ آپ پیشاب ان کے وغیرہ۔ اور آج تک
ان سے کہاوتیں گھڑی گئیں کہ دنیا ابوذر کو آج سے پہلے چیلے ، خلیفہ ، الصلوٰۃ ،
جاہل ، دین سے بے خبر ، قبر پرست ، بد زبان ، " بد زبان " میں شمار
کرنے لگے۔ کہا جانے لگا کہ لوگ ابوذر کو پکڑ کر نہلاتے اور بال دھوتے
تھے یا کپڑے بدل دیتے تھے۔ اور ان ہی من گھڑت کہانیوں پر بس نہیں
کہا جانے لگا کہ آج جو " بد زبان " ہیں وہ اس طائفہ مجاذیب د
بہا لیا ہے جس کی بنا ابوذر نے ڈالی تھی۔ کہنے والوں کا مقصد یہ ہے
کہ معاذ اللہ بیٹھے گئے ہیں ، میلی کچیلی دراز لوگ ابوذر کی
تائید کرتے ہیں۔ یہاں تک قصے بنائے گئے کہ ابوذر کو نہانے تک کا خیال نہ تھا

وہ کبھی طاق رکعت پر سلام پھیرتے تھے اور کبھی جفت رکعت پر یا سجدے سے سیدھے کھڑے ہو جایا کرتے تھے یا کھڑے کھڑے سیدھے سجدے میں چلے جایا کرتے تھے، ان کو لوگ ٹوکتے تھے۔

احسن گیلانی نے اپنی کتاب ابوذر غفاری میں لکھا ہے اور وضاحت کی ہے کہ ابوذر نوافل پڑھتے ہوئے مناسبت کا خیال نہ کرتے تھے اس لئے کہ اُن کے ہوش و حواس ٹھکانے نہ تھے۔

ہنسی آتی ہے مجھے حسن کی اس سادگی پر
بس نہیں چلتا تو دیوانہ بنا رہتا ہے

یہ تمام لغو اور بے بنیاد قصے اس لئے گھڑے گئے ہیں کہ عثمان پرستوں اور مال حق کو بیجا صرف کرنے والوں کے کردار پہ پردے ڈالے جائیں کہ اُن کے اسراف اور اُن کی خیانتیں حق بجانب تھیں۔ مگر چونکہ ابوذر پاگل، مجذوب، دیوانے اور مدہوش تھے اس لئے بیوجہ اُن کو ٹوکتے تھے۔ اس طرح شہادت ابوذر بھی چھپ جائے گی اور تابعین ابوذر کا دامن بھی صاف رہیگا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابوذر غلو سے کام لیتے تھے اور احکام دین میں تشدد برتتے تھے۔ مقصد اس سے بھی یہ ہے کہ بعد رسول اکرم جو بھی عمال حکومت کرتے تھے احکام شریعت کے مطابق کرتے تھے مگر چونکہ ابوذر غلو اور تشدد کا شکار تھے اس لئے بیوجہ اُن پہ انگشت نمائی کرتے تھے۔

ابوذر کو ضرور یہ بالکل بجا فخر تھا کہ سرورِ کائنات نے جو اسلام

ابوذر کو دیا اس کو ابوذر بغیر کسی تبدیلی کے بعینہ تھامے رہے۔ طبقات ابن سعد اور مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے سوال کیا کہ کون ہے تم میں جو مجھ سے بالکل اسی طرح ملیگا جس طرح میں چھوڑ کر جاؤں گا۔ تو ابوذر نے عرض کی کہ میں، اور حضورؐ نے فرمایا کہ ابوذر تم سچ کہتے ہو۔

ابوذر کے ان اعلانات سے دمشق میں ایک انقلابی لہر نمودار ہوئی۔ غریب اور تمام حال مسلمان ابوذر کے گرد فوراً جمع ہونے لگے۔ اور ابوذر سے قرآن، تفسیر قرآن اور حدیث رسول کریم سن سن کر امراء اور دولتمند طبقے کو بری نگاہ سے دیکھنے لگے۔ سرمایہ داروں میں کھلبلی مچ گئی۔ مگر اس طوفان کو روکنے کی صورت ہی کیا تھی۔ نتیجہ ہوا کہ غریب طبقہ بھی قرآن کریم کی ان آیات کو جن میں سرمایہ داری اور سرمایہ پرستی کی مذمت ہے با آواز بلند پڑھنے ہی نہیں لگا بلکہ دولتمندوں پر آوازے کسنے لگا کہ روز حشر ان کی پیشانیاں داغی جائیں گی۔

سرمایہ دار گھبرائے اور معاویہ سے شکایتیں کرنے لگے کہ ابوذر ہمارے خلاف غریبوں کو بھڑکاتے ہیں۔ یہ طعن و تشنیع دیگر سرمایہ داران دمشق پر کم تھے خود معاویہ پر زیادہ۔ اس لئے معاویہ بہت برہم ہوئے۔

خود ابوذر کا ان قرآنی احکامات پر عمل یوں تھا کہ جب سال بھر کا وظیفہ بیت المال سے ملتا تھا تو اپنا اور اپنے عیال کا ایک سال کا اناج وغیرہ خرید کر جو رقم بچتی تھی وہ سب خدا کی راہ میں خیرات کر دیتے تھے۔

جب ابوذر سے کسی عامل حکومت کی ملاقات ہوتی تھی تو طعن کرتے کہ پوچھتے کتنی کوٹھیاں بنوائیں؟ کوئی بڑی زمینداری بھی حاصل کی؟ جانور کتنا

کتنے گلے جمع کیے ؟ (ابوذر غفاری ص۱۰۸ — طبقات ابن سعد)

ابوذر کسی کی پرواہ کے بغیر مسجدوں اور بازاروں میں آوازِ بلند تلاوت قرآن کرتے رہتے تھے کہ

" جو لوگ سونا اور چاندی کو سینت سینت کر رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے اُن کو دردناک دُکھ کا مژدہ سنادو اُس دن وہی سونا اور چاندی آگ میں گرم کیا جائیگا۔ پھر اُنکی پیشانیاں، پہلو اور پیٹھے اُس سے داغے جائیں گے اور کہا جائیگا کہ یہ وہی ہے جسے اپنے فائدے کے لئے تم نے جمع کیا تھا۔ پس چکھو اس چیز کو جسے تم لوگ جمع کرتے تھے "

طبری نے لکھا ہے کہ غربا اس سے دلچسپی لینے لگے اور امیر دل پر یہ بات واجب کر دی کہ وہ اسے خرچ کریں۔

حافظ عبدالرب نے ابوذر کے خیالات کے بارے میں لکھا کہ " ابوذر سے بکثرت ایسی باتیں منقول ہوئی ہیں جو بتاتی ہیں کہ کھانے پینے اور سامانِ زندگی کے علاوہ ہر ایک قسم کے مال کو جمع کرنے کو " کنز " کہتے تھے اور اُس کے مرتکب کو قابلِ مذمت کہتے تھے اور قائل تھے کہ وعید کی آیت قرآن مجید میں ان لوگوں کے حق میں ہی نازل ہوئی ہے "

قاضی عیاض نے خیال ظاہر کیا کہ " ابوذر عام طور پہ ہر شخص کے لئے اس کو حکم نہیں سمجھتے تھے بلکہ اُن کی دھمکیاں اُن بادشاہوں کے ساتھ مخصوص تھیں جو عوام سے دولت وصول کر کے اپنے عیش و آرام اور شان و شوکت میں

خرچ کرتے تھے اور حقداروں کو محروم رکھتے تھے۔"

قاضی عیاض کے اس خیال پر علامہ نووی کو مرچیں لگ گئیں اور انھوں نے لکھا کہ

"ابوذر لوگوں کو اپنے دور میں دھمکاتے پھرتے تھے۔ بھلا اس طرح کے ظالم اور عیش پسند بادشاہ اس زمانے میں کہاں موجود تھے اس لیے کہ وہ خلفائے راشدین ابوبکر و عمر و عثمان کا دور تھا۔"

علامہ نووی کی بربڑاہٹ کی وجہ تو سمجھ میں آئی۔ وہ یہ کہ مسلمان حقیقت سننے کا عادی نہیں رہا ہے۔ مگر یہ دلیل کتنی بھونڈی ہے کہ "ظالم و عیش پسند بادشاہ اس زمانے میں کہاں موجود تھے" یا تو علامہ نووی نے جان بوجھ کر دورِ حضرت عثمان کی تاریخ کو پڑھا ہی نہیں یا اگر پڑھا تو بھلا دیا۔ یا اگر یاد رہی تو مکر گئے۔ لہٰذا اس بات کو بتانے کی ضرورت ہے کہ دورِ حضرت عثمان میں ہر شخص جو عامل مقرر ہوا تھا وہ بنو امیہ میں سے تھا اور ہر عامل عوام کی دولت کو اپنی شان و شوکت پر خرچ کر رہا تھا۔ افریقہ کے خمس کی بخشش کی بات دورِ حضرت عثمان کی ہے۔ علامہ نووی کو یہ بھی یاد نہ رہا کہ ابوذر کے تمام اعلانات خصوصاً اس دور کے ہیں جب وہ دمشق میں تھے اور جس وقت دمشق کے حاکم معاویہ تھے۔ جنھوں نے روم کے بادشاہوں کے مقابلہ میں قصرِ خضری بنوایا تھا۔ ابوذر کی مخالفت خصوصی طور پر معاویہ کے ذاتی عیش و عشرت سے تھی۔ اسی وجہ سے معاویہ ان سے برہم ہوئے تھے آگے کے واقعات بتائیں گے کہ ان کا اعتراض براہ راست معاویہ اور

ہوا خواہان معاویہ اور اُمرائے خلافت ثالثہ پر تھا۔

بہر حال قاضی عیاض کی بات کا یہ گوشہ قطعاً درست نہیں کہ ابوذر کا یہ اعتراض صرف بادشاہوں یا اُمرائے حکومت تک محدود تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ دولت جمع کرنے، سونے اور چاندی کو اکٹھا کرنے، کوٹھیاں بنوانے عیش و آرام کی زندگی گذارنے، زمینداریاں بڑھانے جیسی چیزوں کے سخت خلاف تھے اور اُن کا مذہب تھا کہ یہ تمام باتیں قرآن حکیم کی مخالفت کرتی ہیں خواہ ان کا مرتکب کوئی بھی ہو۔ پہلے ذکر آچکا کہ جب وہ کسی عامل حکومت سے ملاقات کرتے تھے تو طنزیہ سوال کرتے تھے کہ کوٹھی بنوائی؟ زمینداری حاصل کی، گلہ جمع کیا؟۔ تاریخ میں ملتا ہے کہ ایک مرتبہ اُنھوں نے ایسے ہی طنزیہ سوالات ابوہریرہ سے بھی کئے تھے۔ ابوذر کا قول تھا کہ جو دولت جمع کرے وہ میرا بھائی نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے عجیب توجیہ دی کہ ابوذر کا مذہب یہ نہ تھا کہ اپنا مال جمع کرنے میں انسان داغا جائیگا۔ بلکہ ان کا خیال تھا کہ جو دوسروں کا مال لیکر جمع کرے اور جب مال کا مالک مانگے تو جمع کرنے والے کو نہ دے تو اس کے لئے عذاب ہے۔ اس لئے کہ زکوٰۃ نکالنے کے بعد اگر ایک پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو تو کوئی ڈر نہیں۔

ابن حجر نے سرمایہ داروں کی للو پتو کرنے میں حد کر دی۔ حافظ جی نے اس آیت سے یہ مطلب کیسے نکالا جسکو ابوذر پر یہ ڈھال دیا کہ دوسروں کا مال جمع کر کے واپس نہ دینے پر عذاب ہے۔ کیا حافظ جی کو یہ بھی توفیق

اس طرح کے شخص پر بھی عذاب نہ ہوگا۔ ظاہر ہے کہ دوسرے کا مال لیکر نہ دینا
تو عین خیانت ہے اور خیانت کی قرآن میں بڑی مذمت ہے۔ مگر مذکورہ بالا
آیت یہ کب کہہ رہی ہے کہ جس نے دوسروں کا مال جمع کیا ہو اور جب اصل مالک
مانگے اور نہ دیا جائے تو نہ دینے والا مرتکب کنز ہے اور اس پر عذاب ہے
کیا حافظ صاحب کے علم میں کوئی واقعہ تھا کہ کسی نے کسی کے پاس مال
رکھا یا اور پھر مالک نے طلب کیا تو جمع رکھنے والے نے نہ دیا جس کو
دیکھکر ابوذر نے یہ آیت پڑھی۔

آیت مذکورہ آفتاب کی طرح چمک رہی ہے کہ وہ لوگ سونے اور
چاندی کو سینت سینت کر رکھتے ہیں۔

تاریخ اسلام کی کمزوریوں پر غلاف چڑھانے والوں نے قرآن کو معنی
بھی نئے پہنا دیئے۔ یہ عجیب تماشہ ہے کہ بعض لوگ ابوذر کی ہمدردی کو یوں
طرح ابنٹتے ہیں کہ ابوذر کو برا نہ کہیں مگر ابوذر کے اجتہاد کا مقصد ہی غائب
کر دیں تاکہ شاہانِ اسلام پر کوئی انگشت نمائی نہ کر سکے۔

اسی موضوع پر حافظ ابن عمر و عبدالبر فرماتے ہیں کہ

"کل مال کا مجموعہ" جو ہر ایک قسم کے مال پر پورا اترتا ہے
قابل اصلاح ہے۔ بلکہ یہ کہنا چاہئے ہیں کہ "کل ذھب وفضہ"
یہ کہتے ہر ایک لرز رہا ہے کہ جن آیات قرآن اور ارشادات رسول اکرم
کو ابوذر پڑھتے پھرتے تھے وہ تمام سرمایہ دارانہ نظام کے مخالف ہیں۔ اور یہ
سرمایہ داری دَور حضرت عثمان میں عموماً اور اس وقت علاقہ حکومت معاویہ میں

خصوصاً اسلام کا مذاق اڑا رہی تھی۔

احسن گیلانی نے فرمایا کہ اُن کے خیال سے ابوذر علاوہ نقدین یعنی سونا اور چاندی جمع کرنے کے کسی جموتی کے خلاف نہ تھے۔ شاید احسن گیلانی نے سونے اور چاندی کو مجبوراً اس لئے منظور کر لیا کہ شاید دور حضرت عثمان اور علاقہ معاویہ میں سونے اور چاندی کی تلاش مشکل ہو جائے۔ رہی باقی جموتی تو یہ کہدیا کہ ابوذر اس کے خلاف نہ تھے۔ مگر تاریخ اسلام میں اُموی کوٹھیوں کی بلندی ابتک قہقہے مار رہی ہے۔ زرنگار پردے ابتک جھلملا رہے ہیں۔ حق کی آواز بند کرنے والی مضبوط تجوریاں ابتک تاریخ کے صفحات میں اپنے پورے حجم کے ساتھ موجود ہیں۔

احسن گیلانی خود لکھ چکے ہیں کہ ابوذر سالانہ وظیفہ پاتے ہی اپنے گھر کا سال بھر کا اناج خرید کر باقی تمام رقم خیرات کر دیتے تھے۔ احسن صاحب نے اپنی کتاب میں یہ بھی منظور کیا کہ ابوذر لباس کے معاملات میں بڑے سادہ تھے۔ احسن صاحب یہ بھی تحقیق سے لکھ چکے کہ ابوذر کوٹھیوں کی مذمت کرتے تھے۔ احسن صاحب نے یہ بھی قبول کر لیا کہ ابوذر زمینداری کی وجہ مطعون کرتے تھے۔ پھر یہ عجیب مطلب نکال لیا کہ ابوذر صرف سونا اور چاندی جمع کرنے کے خلاف تھے۔ اور دیگر چیزوں کو جمع کرنے کو منع نہیں کرتے تھے۔

سونا اور چاندی تو جب ہی بچ سکتے جب خرچ سے بچ جاتے ہیں۔ اگر ابوذر پیسہ بچانے کے خلاف تھے تو جو سونا اور چاندی اور دیگر عیش کی چیزیں خریدی گئیں [illegible] تو [illegible] وہ ضروریات زندگی پر صرف کرنے کے بعد

ساری بچی ہوئی رقم غرباء میں تقسیم کر دیتے تھے۔

احسن گیلانی صاحب لکھتے ہیں کہ ابوذر کا مقصد تھا کہ اگر روپے اشرفیاں حاجت سے زیادہ ہوں تو اُن کو فوراً کسی مفید چیز کی صورت میں بدل دو تاکہ ایک مفید جائداد ہو جائے یا روزمرہ کی ضرورتوں میں کام آئے مثلاً اُس سے زمین خریدلی جائے۔ بکریاں مول لی جائیں اور اگر یہ چیزیں کسی کے پاس ضرورت سے زیادہ ہوں تو پھر تجارت شروع کرے۔ احسن صاحب تو خود ہی لکھ چکے کہ ابوذر لوگوں سے طنزاً پوچھتے تھے کہ کوٹھیاں بنوائیں۔؟ زمینداری حاصل کی ؟ گلہ جمع کیا ؟ اگر ابوذر صرف سونے اور چاندی کے دشمن تھے اور دیگر چیزوں کے دشمن نہ تھے بلکہ چاہتے تھے کہ پیسہ دوسری جائدادیں بنانے میں صرف کیا جائے تو یہ طنزیہ سوالات کوٹھی، گلے اور زمینداری وغیرہ کے لئے کیوں کرتے تھے۔ احسن صاحب لکھ چکے کہ وہ سال بھر کا اناج وغیرہ خرید کر تمام بچی ہوئی وظیفہ کی رقم غرباء میں تقسیم کر دیتے تھے تو آخر خود اس بچی ہوئی رقم سے بکریاں کیوں نہیں خریدتے تھے۔ خود زمینداری کیوں نہیں حاصل کرتے تھے۔ خود جائداد کیوں نہیں بٹورتے تھے۔ کیا ابوذر اپنے لئے کوئی اور قانون چاہتے تھے اور دوسروں کے لئے کوئی اور ؟

احسن صاحب خود ہی لکھ چکے کہ ابوذر کی ان باتوں سے غرباء رئیسوں پر طنز کرنے لگے اور کہنے لگے کہ اُن کی پیشانیاں داغی جائیں گی۔ اگر صرف سونے اور چاندی کے ہی خلاف ابوذر کے اعلانات تھے تو غرباء کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ فلاں فلاں کے پاس سونا اور چاندی جمع ہے۔ کیا اُن

کے رؤسا نے سونے اور چاندی کی اینٹوں کے مکانات بنوائے تھے؟ حقیقت یہ ہے کہ غربا ہر دور میں رئیس کے مکان، لباس، جائداد، زمینداری اور شان و شوکت سے پہچانتے ہیں کہ کون رئیس ہے اور اس دور میں بھی جن لوگوں کے پاس یہ چیزیں تھیں اُن کو غربا مطعون کرتے تھے۔ اگر ابوذر کا اعلان صرف سونا اور چاندی کے خلاف تھا تو غریبوں کو پتہ ہی کیسے چلا کہ سونا اور چاندی کس کے پاس ہے۔ ابوذر کا علانیہ یہ فتویٰ تھا کہ "صاحب المال کافر" مال والے کافر ہیں۔" آج ابوذر کے مسلک پر صرف اس لئے پردہ ڈالا جا رہا ہے کہ ایک طرف تو سرمایہ دار بنی اُمیہ کا دامن داغدار نظر نہ آئے اور دوسری طرف مولوی صاحبان کو یہ ڈر ہے کہ آج کا کوئی رئیس مسلمان اُن سے ناراض نہ ہو جائے یہاں تک کہ بعض نے جرأت کی کہ یہ آیت منسوخ شدہ ہے۔

اسلام اپنی ضروریات زندگی کے بعد ایک حبہ بھی رکھنے کے خلاف ہے۔ اس کا ثبوت طبرانی کی اس حدیث میں ہے:

"حضورؐ کے دور میں مدینہ میں ایک مدرسہ تھا جس میں غریب طلباء کو تعلیم دی جاتی تھی۔ عموماً یہ طلباء اسی اسکول کے ہوسٹل میں رہتے تھے اور مسلمان ان غریب طلباء کی امداد کرتے تھے ایک مرتبہ ایک طالب علم کا انتقال ہو گیا۔ حضور تجہیز و تکفین میں بنفس نفیس موجود تھے۔ غسل دیتے وقت جب اُس طالب علم کی تہبند اُتاری گئی تو اُس میں سے ایک اشرفی برآمد ہوئی۔

حضورؐ نے دیکھکر فرمایا کہ " یہ ایک داغنے والا آلہ ہے"، چند دنوں کے بعد ایک دوسرے طالبعلم کا انتقال ہوا۔ اُس کی لنگی سے دو اشرفیاں نکلیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ " یہ دو داغنے والے آلے ہیں"

اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ اپنی ضروریات زندگی کے بعد انسان کے پاس جتنا بھی مال ہوگا اُتنا ہی زیادہ اُس کے لئے باعث عذاب ہوگا۔ حد ہے کہ ایک اشرفی کی رقم بھی رکھنی باعث عذاب ہے۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ کسی جہنمی کو جہنمی کہنا سنت رسولؐ ہے۔ انسان جنت میں نہیں داغا جائیگا۔ داغنے کی جگہ دوزخ ہے۔ ایسا بھی نہ ہوگا کہ کسی کو معمولی سزا دے کر ایک آدھ بار داغ کر یا آگ کے کچھ پھپارے دیکر جنت میں بھیج دیا جائے۔ یہ طالبعلم مستحق عذاب ہوئے ــــ اور رسول اکرمؐ نے بیدھڑک کہدیا کہ یہ داغنے کا ایک آلہ ہے اور یا یہ داغنے کے دو آلے ہیں۔ اب یہ اصول کہ جس نے رسول اکرمؐ کو ایک بار بھی دیکھ لیا وہ صحابی ہے۔ اور صحابی پر تنقید گناہ کبیرہ ہے۔ " اصحابی کالنجوم" " الصحابہ کلھم عدول" بالکل ڈگمگا گیا۔

یہ طلباء جو مسلمان تھے۔ مدینے میں دورِ رسالت میں رہتے تھے۔ یہ حضورؐ کو دیکھتے ہی رہتے ہوں گے۔ اکثر رسولؐ مدرسے جاکر اُن سے خطاب کرتے ہوں گے۔ یہ طلباء مسجد میں نماز کے لئے بھی آتے ہوں گے۔ حضورؐ سے مصافحے کا بھی شرف حاصل ہوگا۔ پھر دورِ رسالت میں پہلا مدرسہ دینی مدرسہ ہوگا۔ پھر بھی عذاب کی علامت دیکھکر حضورؐ نے کہدیا کہ یہ ایک داغنے کا آلہ ہے۔

اور یہ دو داغنے کے آلے ہیں۔ اب وہ بھی حدیث غلط معلوم ہوتی ہے جس کی رو سے ہر وہ شخص جنت میں جائیگا جس کا جسم حضور کے جسم سے مس ہو گیا۔ آخر یہ طلبا حضور سے مصافحہ تو کرتے ہی ہوں گے۔ بہر حال معلوم ہوا کہ صحابی کے فعل حرام کی مذمت کرنا سنتِ رسول ہے۔

آیئے اپنے موضوع پر واپس چلیں۔ سرمایہ داری اپنے عروج پر تھی۔ کوٹھیاں بن رہی تھیں۔ ابوذر کی آواز نقار خانے میں طوطی کی آواز تھی۔ غلط کار اپنی غلطیوں پر نازاں تھے۔ مگر ابوذر کا مسلک غریب کے دماغ تک پہونچ چکا تھا۔ جس سے وہ اُمرا پر طعنہ زنی کرنے لگے تھے۔ جس کی شکایات معاویہ کے پاس پہونچ رہی تھیں۔ معاویہ اصلاح کیسے کرتے۔ سب سے زیادہ شان و شوکت تو خود اُن کی تھی۔

معاویہ کی جرأت کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اپنے قصر خضری کے بارے میں ابوذر سے دریافت کیا کہ وہ اس کو کیسا سمجھتے ہیں۔ ابوذر نے بیباکانہ جواب دیا کہ اگر تم نے اسکو اللہ کے مال سے بنایا ہے تو خیانت کی۔ اگر خود اپنے پیسے سے بنایا ہے تو اسراف کیا۔ (کتاب البلدان ص ۱۵۶)

ابوذر کے خیالات عام مسلمانوں کو معلوم تھے۔ معاویہ کے پاس انکے خیالات کے اظہار کے خلاف شکایات پہونچ چکی تھیں۔ سب کو علم تھا کہ ابوذر مال و دولت جمع کرنے کو جُرم سمجھتے ہیں۔ یہ بھی سب جانتے تھے کہ ابوذر اسراف کو غیر اسلامی جانتے ہیں۔ پھر ان سے اپنے قصر کے بارے میں جو عالم اسلام میں پہلا قصر تھا، یہ سوال کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا معاویہ

یہ سمجھتے تھے کہ ابوذر ڈر جائیں گے اور یہ کہیں گے کہ حضور صحابی رسول ہیں جو کہیں حق ہے - آپ کا قصر دنیا میں جنت ہے - ایسا بالکل نہ تھا - معاویہ جانتے تھے کہ ابوذر کا جواب صرف قرآن اور حدیث کے مطابق ہوگا - لیکن ضرورت اس کی تھی کہ وہ ابوذر کو مجبور کریں کہ اُن سے براہ راست ٹکرلیں - ابوذر حق بات کہیں اور حق گوئی پر ان کو سزا ملے تاکہ دمشق میں گونجنے والی آیات قرآن خاموش ہو جائیں۔

- قصور ڈھونڈ کے پیدا کیئے جفا کیلئے "

ابوذر قرآن کریم کی یہ آیت کیسے بھول سکتے تھے کہ

" اور قرابت داروں اور محتاجوں اور مسافروں کو اُن کا حق دو - اور فضول خرچی (اسراف) سے مال نہ خرچ کرو کہ فضول خرچ کرنے والے تو شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کی نعمتوں سے انکار کرنے والا ہے "

(سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۶ - ۲۷)

ابوذر نے تو رسول کریم کا حکم سنا ہوگا کہ

" تم میں سے اگر کوئی منکر کو دیکھے تو اُس کی اصلاح ہاتھ سے کرے - اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے - اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے بُرا جانے اور یہ آخری درجہ اسلام کا سب سے کمزور درجہ ہے "

آج ابوذر قصر خضریٰ کے بارے میں دریافت کیا جا رہا تھا - ہاتھ سے

رُد کنے کا وقت نہ تھا۔ اگر مصلحت ہاتھ سے رُد کنے کے خلاف نہ ہوتی تو علیؑ بیٹھے نہ رہتے۔ ہاں زبان سے رُد کنے کا وقت تھا تو اس فرض کو پورا کیا۔

سورۂ توبہ کی یہ آیت ابوذر کے وردِ زبان تھی :۔

"اے ایمان والو یہود و نصاریٰ کے مذہبی پیشوا لوگوں کا مال ناحق کھاتے ہیں اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے رُد کتے ہیں۔ اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اُسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے اُن کو عذاب الیم کی خبر سنا دو"

معاویہ نے یہ نہیں بتایا کہ قصرِ خضریٰ کو اُنھوں نے بیت المال کی رقم سے بنایا ہے یا اپنی کسی رقم سے۔ اس لئے کہ اگر اپنی رقم سے کہتے تو سوال ہوتا کہ یہ رقم آئی کہاں سے۔

ایک نئی منطق نکالی کہ یہ آیت مسلمانوں کے لئے نہیں ہے بلکہ یہود و نصاریٰ کے لئے ہے اس لئے کہ آیت کے شروع میں یہود و نصاریٰ کا ذکر ہے۔

بدقسمتی سے عبداللہ ابن عمر بھی ابوذر سے بگڑ گئے۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ آیت حکم زکوٰۃ سے قبل کی ہے اور زکوٰۃ کا حکم اس لئے آیا کہ جمع شدہ مال پاک ہو جائے۔ لیکن اس کے باوجود معاویہ نے جو مطلب نکالا تھا عبداللہ ابن عمر نے اُس کی ہمنوائی نہیں کی۔ بہرحال جب ابوذر کو یہ معلوم ہوا کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ زکوٰۃ نکالنے کے بعد جمع شدہ مال پاک ہے تو اُنھوں نے سورۂ بقر کی اس آیت کو پیش کیا :۔

"ایمان اسے نہیں کہتے کہ تم اپنے مُنہ مشرق یا مغرب کی طرف کرلو۔

بلکہ ایمان تو یہ ہے کہ اللہ، یوم آخرت، ملائکہ، کتاب، انبیاء
پر ایمان لائے اور اپنا مال اللہ کی خوشنودی کے لئے اقرباء،
یتیموں، مسکینوں اور سائلوں اور غلاموں کی آزادی کیلئے
دے اور نماز پڑھے اور زکوٰۃ دے۔"

ابوذر زور دیتے تھے کہ زکوٰۃ دینا کافی نہیں ہے اس لئے کہ زکوٰۃ سے پہلے آیت میں دیگر اہم مصارف بتائے گئے ہیں۔ اُن دیگر اخراجات کے بعد بھی زکوٰۃ ایک اہم ٹیکس ہے جس کی ادائیگی ضروری ہے۔

دوسری طرف عبداللہ بن عمر قرآن چھوڑ کر صرف حدیث کو اپنی دلیل میں پیش کرتے تھے جو بخاری میں موجود ہے کہ

"جس مال کی زکوٰۃ دیدی وہ کنز نہیں رہا۔ نبی صلعم نے فرمایا کہ نہیں ہے زکوٰۃ اُس مال پر جس کے پاس پانچ اواق سے کم ہو"

عبداللہ بن عمر کا مطلب صرف حکومت کے عائد کردہ ٹیکس سے تھا۔ لیکن وہ یہ بھول رہے تھے کہ کسی حکومت میں کسی شہری پر ٹیکس دوسری بات ہے جسے جبراً دینا پڑے گا مگر ابوذر ایمان کی بات بتا رہے ہیں کہ حکم خدا ہے کہ مال جمع ہی نہ کرو۔ یہ ایک دینی، اخلاقی اور اشتراکی ذمہ داری ہے۔ ______ مثلاً حکومت کے قانون کے مطابق میرے لئے ضروری ہے کہ انکم ٹیکس دوں۔ اُس کو ادا کرنے کے بعد میرے پاس جو مال ہے اُس پر حکومت کو کوئی اعتراض نہیں مگر اچھے شہری کے فرائض کچھ اور بھی ہیں کہ وہ غرباء کی مدد کرے۔ اسپتالوں، مسافر خانوں، ریڈ کراس وغیرہ

میں چندہ دے - اس پر حکومت مجبور کیسے کرے - ابوذر تو حاکم اسلام کو بتا رہے تھے کہ بحیثیت حاکم اس کا فرض کیا ہے -

اسلام ایک ذہنی انقلاب چاہتا ہے - وہ چاہتا ہے کہ انسان خود اتنا رحمدل ہو کہ وہ اپنی دولت، اپنی جسمانی قوت، اپنا دماغ دوسرے انسانوں کی بہبود کے لئے استعمال کرے -

پھر ابوذر نے قصر خضریٰ کے بارے میں جواب دیا تھا کہ اگر تم نے مال خدا یعنی بیت المال یا عوام کے مال سے یا پبلک ٹریژری PUBLIC TREASURY سے پیسہ لیکر بنوایا ہے تو اللہ کے مال یا پبلک فنڈ سے خیانت کی - اور اگر تمہارے پاس پیسہ تھا اور تم نے اس طرح اپنی آسائش کے لئے بیدریغ صرف کیا تو تم نے اسراف کیا -

ابوذر نے سورۂ کہف کے اس واقعے کو پڑھا تھا جس میں دولت پر فخر کرنے والوں کے لئے عبرت تھی -

"اور ان سے دو شخصوں کا حال بیان کرو - جن میں سے ہم نے انگور کے دو باغ عطا کئے تھے اور ان کے گرد کھجوروں کے درخت لگا دیئے تھے اور ان کے درمیان کھیتی پیدا کر دی تھی - دونوں باغ پھل لائے اور ان میں کسی طرح کی کمی نہ ہوتی اور ہم نے دونوں میں ایک نہر بھی جاری کر دی تھی اور اس کو پیداوار (ملتی رہتی تھی) - (ایک دن) جب وہ اپنے دوست سے گفتگو کر رہا تھا کہنے لگا کہ میں تم سے مال و دولت میں بھی زیادہ

ہوں۔ (اور جماعت) کے لحاظ سے بھی زیادہ عزت والا ہوں
(اور وہ) اپنے حق میں ظلم کرتا ہوا اپنے باغ میں داخل ہوا۔ (اور)
کہنے لگا کہ میں نہیں خیال کرتا کہ یہ باغ کبھی تباہ ہوں گے۔ اور نہ خیال
کرتا ہوں کہ قیامت برپا ہو۔ اور اگر میں اپنے پروردگار کی طرف
لوٹایا بھی جاؤں تو ضرور اس سے اچھی جگہ پاؤں گا۔ تو اس کا دوست
جو اس سے گفتگو کر رہا تھا کہنے لگا کہ کیا تم اس سے کفر کرتے ہو
جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر نطفے سے تم کو پورا مرد بنایا۔ مگر
میں تو کہتا ہوں کہ خدا میرا ہی پروردگار ہے اور میں اپنے پروردگار
کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔ اور جب تم اپنے باغ میں گئے
تو تم نے ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ کیوں نہ کہا۔ اگر تم مجھے
مال و اولاد میں سے کمتر خیال کرتے ہو تو عجب نہیں کہ میرا پروردگار
مجھے تمہارے باغ سے بہتر عطا فرمائے اور (تمہارے باغ پر)
آسمان سے آفت بھیج دے اور وہ ایک صاف میدان ہو جائے
یا (اس کی نہر کا) پانی گہرا ہو جائے پھر تم اسے نہ لا سکو۔ اور
اس کے میووں کو عذاب نے آگھیرا اور اپنی چھتریوں پر گر کر
رہ گیا۔ تو جو مال اس نے اس پر خرچ کیا تھا اس پر ہاتھ ملنے لگا
اور کہنے لگا کہ کاش میں اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک
نہ بناتا۔ (آیات ۳۲ تا ۴۲)

انہوں کو سورۂ مریم کی آیت ۴۷ یاد تھی کر۔

"اور ہم نے اُن سے پہلے بہت سی اُمتیں ہلاک کر دیں۔ وہ لوگ ٹھاٹھ باٹھ اور نمود میں بہت اچھے تھے۔"

ابوذر کو ارشاد رسول کریم یاد ہوگا کہ :۔

"جو شخص ہماری حکومت کے کسی منصب پر ہو، اگر وہ بیوی نہ رکھتا ہو تو شادی کر لے۔ اگر خادم نہ رکھتا ہو تو خادم لے لے۔ اگر سواری نہ رکھتا ہو تو سواری لے لے۔ اس سے آگے جو شخص قدم بڑھاتا ہے وہ خائن ہے یا چور ہے۔" (کنز العمال جلد ۶۔ ۲۲۴۶)

ابوذر نے معاویہ کے سوال پر اُس وقت جواب دیا جب کہ گنہگار ہوں میں صرف خضری ہی نہیں بلکہ دیگر زعماء کو مت کے بہت سے عالیشان محل تھے۔ اور دوسری جانب مفلس و بے نوا مسلمانوں کی تباہ حالی خوب بڑھ رہی تھیں۔ قرآن کے دلائل کو کوئی رد نہیں کرتا اور کسی کو اس کی ضرورت بھی نہ تھی کہ ابوذر کو قائل کرنے کی کوشش کرتا۔ معاویہ نے تو سوال اسی لئے کیا تھا کہ ابوذر سے خلاف موقع ہاتھ لگے۔ ابھی خود مرکزی حاکم نہ تھے ورنہ ابوذر کو آج ہی حجر کندی کی طرح بیدردی سے قتل کر دیا جاتا۔

حضرت عثمان کو شکایت نامہ بھیج دیا گیا۔ عبادہ بن صامت کے واقعہ کے بعد ہمت بڑھ چکی تھی۔ معلوم تھا کہ حضرت عثمان کیا حکم بھیجیں گے۔ اس دوران ابوذر اتنا محتاط ضرور رہے کہ اُن کی وجہ سے دمشق کے دوسرے لوگ معاویہ کی جانب سے معتوب نہ ہوں۔ ایک طرف تو حضرت عثمان کے حکم کا انتظار تھا۔ دوسری طرف جب لوگ آ کر

پاس بیٹھتے تھے تو ابوذر ان کو منع کرتے تھے کہ میرے پاس سے چلے جاؤ۔ معاویہ کا حکم ہے کہ میرے پاس کوئی نہ بیٹھے۔ میں تمھارے لئے کوئی مصیبت تیار کرنا نہیں چاہتا۔ (طبقات صفحہ ۱۶۸)

ابن خلدون نے بیان کیا ہے کہ لوگوں کی جماعتیں ابوذر کے پاس معاویہ کے خلاف آتی تھیں مگر ابوذر ان کو واپس جانے کا حکم دیتے تھے۔

یہ بات ثابت کرتی ہے کہ ابوذر کا مقصد یہ نہ تھا کہ حکومت کا تختہ الٹا جائے۔ ابوذر کوئی تشدد آمیز انقلاب نہیں چاہتے تھے ان کا مقصد صرف اصلاح تھا۔

چنانچہ وہی ہوا کہ عبادہ بن صامت کی طرح ابوذر کے لئے بھی ممکن آگیا یہ نہیں ہوا کہ ابوذر کے پاس خلیفہ وقت کا خط آتا کہ مدینہ چلے آؤ۔ بلکہ معاویہ کے پاس حکم پہونچا کہ ابوذر کو مدینہ روانہ کردو۔ (کتاب البلدان صفحہ ۱۵۶)

اگر صحبت رسول سے کوئی منقبت حاصل ہوتی ہے تو آج خلیفہ وقت کو یہ بھی دیکھنا چاہیئے تھا کہ ابوذر اور معاویہ میں فرق کیا ہے۔ قضیہ اصول اسلام کا ہے اس لئے چھان بین کی جائے کہ اسلام کے اعلیٰ درجہ پر کون ہے۔ حضرت عثمان کو سوچنا چاہیئے تھا کہ ابوذر کس طرح مصائب جھیل کر اسلام کے دائرے میں آئے اور معاویہ نے کس طرح ہتھیار ڈالتے ہوئے مجبوراً اسلام قبول کیا۔ حضرت عثمان کے سامنے ابوذر کی منقبت میں متعدد احادیث رسول تھیں جن میں سے کئی کا ذکر ہوچکا ہے۔ اور معاویہ کی شان میں کوئی حدیث رسولؐ نہ تھی۔ جو ارشادات تھے وہ سراسر معاویہ کی ذات کے خلاف

تھے۔ مثلاً

"رسول اکرم نے ابن عباس کو حکم دیا کہ معاویہ کو بلاؤ۔ وہ واپس آئے اور جواب دیا کہ معاویہ کھانا کھا رہے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد ابن عباس کو پھر بھیجا گیا کہ معاویہ کو لائیں۔ اور وہ پھر واپس آئے کہ ابھی تک کھانا کھا رہے ہیں۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ اس بڑے کھانے والے کا پیٹ کبھی نہ بھرے گا"

(صحابیت ص۸۰)

دو بار خدمت رسولؐ میں طلب کیئے گئے مگر ہمیشہ اپنے پیٹ بھرنے کو دعوت رسولؐ پر ترجیح دی اور بہر حال خاتم النبیین کی بد دعا یا پیشین گوئی پوری ہو کر رہی۔ یوں دنیا معاویہ کی شان میں ہزاروں حدیثیں بنا لے مگر سچی حدیث ایک نہیں ہے۔

بخاری کے استاد ابن راہویہ نے صاف لکھا کہ معاویہ کی تعریف میں کوئی حدیث نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبل نے بھی لکھا ہے کہ معاویہ کی تعریف میں کوئی حدیث نہیں ہے۔

امام نسائی مسجد میں بعد نماز حضرت علیؑ کے فضائل بیان کر رہے تھے کہ معاویہ کے ماننے والوں نے ضد کی کہ کوئی حدیث معاویہ کی شان میں سنائیے۔ وہ بر بنائے مصلحت ٹالتے رہے۔ لوگ ضد کرتے رہے آخر امام نسائی کو کہنا پڑا کہ معاویہ کی منقبت میں انھیں کوئی حدیث نہیں معلوم ہاں ایک حدیث معلوم ہے جس میں رسولؐ اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ بڑا کھانے والا

ہوگا۔ جس پر لوگوں نے امام نسائی کو خوب مارا جس کے بعد انہیں زخموں کے سبب سے امام نسائی شہید ہوئے۔

پھر حضرت عثمان کو یہ بھی غور کرنا چاہیے تھا کہ ابوذر کی ذات سے کبھی کسی صحابی کو شکایت نہ ہوئی اور معاویہ اسی طرح عبادہ کی شکایات کر چکے ہیں۔ اس کے علاوہ روز ہی معاویہ کی شکایات آتی رہتی تھیں۔ حضرت علیؓ مسلمانوں کی شکایات حضرت عثمان تک پہونچاتے رہتے تھے۔ جس پر ایک مرتبہ حضرت عثمان نے کہا تھا کہ معاویہ کو تو عمر نے گورنر مقرر کیا تھا۔ اور حضرت علیؓ نے جواب دیا تھا کہ عمر کی بات اور تھی معاویہ ان سے ڈرتا تھا۔ مگر تمہارا معاملہ دوسرا ہے۔

حضرت عثمان کا یہ استدلال عجیب تھا کہ معاویہ کو حضرت عمر نے گورنر بنایا تھا۔ اول تو حضرت عمر نے صرف دمشق کا گورنر بنایا تھا مگر حضرت عثمان نے تو اردن، حمص، فلسطین، لبنان اور قرب وجوار کے تمام اہم علاقے دیکر معاویہ کو مطلق العنان بنا دیا تھا۔ حضرت عمر نے تو عبادہ بن صامت کے معاملہ میں معاویہ کو ڈانٹ دیا تھا اور فیصلہ کر دیا تھا کہ عبادہ معاویہ کے تحت نہیں ہیں۔ بالفاظ دیگر حضرت عمر نے یہ بتا دیا تھا کہ معروف منکر کے تحت نہیں ہو گیا۔ اور اگر حضرت عمر نے معاویہ کو گورنر بنایا تھا تو کیا کوئی ایسا بھی مرکزی جانب سے عہد کر لیا تھا کہ اب معاویہ کچھ بھی کرے اس کو آنے والا کوئی خلیفہ معزول نہیں کر سکتا۔ جب سعد بن ابی وقاص جیسوں کو بغیر کسی تحقیقات کے معزول کیا جا سکتا تھا تو معاویہ کے خلاف تو فرد جرم قائم تھی۔ بالفرض

معاویہ کی تقرری میں حضرت عمر سے غلطی بھی ہوئی تھی تو کیا اس غلطی کا کوئی ازالہ تھا ہی نہیں - کیا حضرت عثمان نے جو عہد کیا تھا کہ اپنے پیش رو خلفاء کی تاسی کروں گا تو اس تاسی کی صرف ایک یہی صورت تھی -

ابوذر ملزم ، مجرم اور معتوب کی طرح مدینہ لائے گئے - اب خلیفہ وقت کو لازم تھا کہ قرآن کے اصولوں کے تحت فیصلہ کرے - قرآن اس معاملے خاموش تو نہ تھا -

" ہم نے تمھاری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی ہے جو تصدیق کرتی ہے پہلے آئی ہوئی کتابوں کی اور ان پر نگہبان ہے بس جو کچھ اللہ نے نازل کیا ہے اُس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلے کرو اور لوگوں کی خواہشات کی پیروی میں اس حق سے منہ نہ موڑو جو تمھارے پاس آیا ہے - "

(سورۂ مائدہ آیت ۴۸)

" اے داؤد ہم نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے لہذا تم حق کے ساتھ لوگوں میں فیصلے کرو - اور خواہش نفس کی پیروی نہ کرو کہ وہ تم کو اللہ کے راستے سے بھٹکا لے جائے -

(سورۂ صٓ آیت ۲۶)

" اُن کے درمیان اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ کرو - اور اُن کی خواہشات کی پیروی نہ کرو "

(سورۂ مائدہ آیت ۴۸)

"اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو"

(سورۂ نساء آیت ۵۸)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ انصاف پر قائم رہنے والے اور اللہ کی گواہی دینے والے بنو۔ خواہ تمھاری گواہی خود تمھارے خلاف ہو۔ یا تمھارے والدین یا قریبی رشتہ داروں کے خلاف ہو"

(سورۂ نساء آیت ۱۳۵)

"ہم نے اپنے رسولوں کو واضح ہدایات کے ساتھ بھیجا اور اُن کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔ اور ہم نے لوہا نازل کیا جس میں سخت قوت ہے اور لوگوں کے لئے نفع ہے" (سورۂ حدید آیت ۲۵)

حضرت عثمان نے وعدہ کیا تھا کہ مسند خلافت پر آنے کے بعد وہ خلیفۂ اول اور خلیفۂ دوم کی تاسی کرینگے۔ اور اگر وہ یہ وعدہ نہ کرتے تو اُن کو خلافت نہ ملتی اب انھیں یہ غور کرنا چاہیے تھا کہ معاویہ نے عبادہ بن صامت کی شکایت نہیں لکھی۔ عبادہ معاویہ کے خیالات جانکر اُن سے نفرت کرنے لگے اور خود ہی ترک وطن کرکے مدینہ آ گئے تو حضرت عمر نے معاویہ کی سرزنش کی۔ یہانتک کہ ایک شہری کو معاویہ کی حدود گورنری میں رہتے ہوئے معاویہ کے احکامات سے آزاد کر دیا۔ آج تو معاویہ نے شکایت لکھی ہے اس لئے پوری تحقیقات ضروری ہے۔

حضرت عثمان کو معلوم ہوگا کہ حضرت عمر جب خلیفہ تھے تو ایک مرتبہ

میں گرفتار کر کے لائے گئے - جن پر یہ الزام تھا کہ بالاعلان حضرت علیؑ کو برا کہہ رہے تھے اور اُن میں ایک شخص خدا کی قسم کھا کر کہہ رہا تھا کہ وہ حضرت علیؑ کو قتل کرے گا مگر حضرت علیؑ نے کسی کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی اور گرفتار کر کے لانے والوں سے کہا کہ اگر تم چاہو تو اُن کی بدزبانی کا جواب بھی زبانی سے دیدو لیکن جب تک اُن سے کوئی باغیانہ عمل سرزد نہ ہو تو محض زبانی مخالفت پر اُن کو سزا نہیں دی جا سکتی - (المبسوط للسرخسی ج ۱ ص ۱۲۵)

کیا ابوذر کو یہ حق نہ تھا کہ وہ سرمایہ دارانہ نظام کی مخالفت میں آیات قرآن کی تلاوت کریں - وہ اُن احادیث رسولؐ کو کیوں نہ پڑھتے جن میں دولت کی جموئی کی مخالفت تھی - یہ حق ابوذر کو بحیثیت مسلمان ورثے کے طور پر ملا تھا اور اُس حق کا استعمال ابوذر کے لئے ایک فرض بھی تھا - کون انکار کر سکتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مسلمان کے حقوق و فرائض نہیں ہیں -

" اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو اور درست بات کہو " (سورۂ مائدہ آیت ۲)

" منافق مرد اور عورت ایک ہی قماش کے ہیں اور برائی کا حکم دیتے ہیں اور بھلائی سے روکتے ہیں ---------
مومن مرد اور مومن عورت ایک دوسرے کے ساتھی ہیں وہ بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں "

(سورۂ توبہ آیات ۶۷ اور ۷۱)

"توبہ کرنے والے ، عبادت کرنے والے ، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے ، رکوع کرنے والے ، سجدہ کرنے والے، نیک کاموں کی ترغیب دینے والے ، بُری باتوں سے منع کرنے والے (یہی مومن ہیں) اور (اے پیغمبر) مومنوں کو بہشت کی خوشخبری سُنا دو۔"

(سورۂ توبہ آیت ۱۱۲)

ان آیات کے علاوہ ارشادات رسول کریم کو کیسے بھلایا جا سکتا ہے کہ

"تم میں سے جو کوئی بُرائی دیکھے اُسے چاہیے کہ اس کو ہاتھ سے بدل دے۔ اگر ایسا نہ کر سکے تو زبان سے روکے اور اگر یہ بھی نہ کر سکے تو دل سے بُرا سمجھے۔ اور روکنے کی خواہش رکھے اور یہ (آخری) ایمان کا ضعیف ترین درجہ ہے۔"

(مسلم کتاب الایمان - باب ۲۰ - ترمذی - ابواب الفتن باب ۱۲ - ابوداؤد - کتاب الملاحم باب ۱۷ - ابن ماجہ ابواب الفتن باب ۱۲)

"پھر اُن کے بعد نالائق لوگ اُن کی جگہ آئیں گے۔ کہیں گے وہ باتیں جو کرینگے نہیں۔ اور کرینگے وہ کام جن کا انھیں حکم نہیں دیا گیا ہے۔ پس جو اُن کے خلاف ہاتھ سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو اُن کے خلاف دل سے جہاد کرے وہ مومن ہے، اور اس سے کمتر کے ایمان کا درجہ ذرہ برابر بھی نہیں ہے۔"

(مسلم - کتاب الایمان - باب ۲۰)

"سب سے افضل جہاد ظالم حکمراں کے سامنے انصاف

کی بات کہنا ہے ۔"

(ابوداؤد۔کتاب الملاحم باب ۱۷ - ترمذی کتاب الفتن باب ۱۲ - نسائی کتاب البیعۃ باب ۳۶ - ابن ماجہ ابواب الفتن باب ۲)

"لوگ جب ظالم کو دیکھیں اور اس کے ہاتھ نہ پکڑیں تو عجب نہیں کہ اللہ اُن پر عذاب نازل کر دے ۔"

(ابوداؤد۔کتاب الملاحم باب ۱۷ - ترمذی کتاب الفتن باب ۱۲)

"میرے بعد کچھ لوگ ایسے حکمراں ہوں گے کہ جو اُن کے جھوٹ میں اُن کی تائید کرے اور اُن کے ظلم میں اُن کی مدد کرے وہ مجھ سے نہیں اور میں اُس سے نہیں ۔"

(نسائی کتاب البیعۃ باب ۳۴ و ۳۵)

"جلد ہی تم پر ایسے لوگ حاکم بن بیٹھینگے جن کے ہاتھ میں تمہاری روزی ہوگی ۔ وہ تم سے بات کرینگے تو جھوٹ بولینگے اور کام کرینگے تو برے کام کرینگے ۔ وہ تم سے اس وقت تک راضی نہ ہوں گے جب تک تم اُن کی برائیوں کی تعریف اور جھوٹ کی تصدیق نہ کرو گے ۔ پس تم اُن کے سامنے حق پیش کرو جب تک وہ اُسے گوارہ کریں ۔ پھر اگر وہ اس سے تجاوز کریں تو جو شخص اس پر قتل کیا جائے وہ شہید ہے ۔"

(کنز العمال ج ۶ - ح ۲۹۷)

"جس نے کسی حاکم کو راضی کرنے کے لئے وہ بات کہی

جو اُس کے رب کو ناراض کردے وہ اللہ کے دین سے

نکل گیا۔" (کنز العمال جلد ۶۔ ح ۳۰۹)

ان تمام احکامات وارشادات کو بالائے طاق رکھدیا گیا۔

ایک صورت یہ تھی کہ ابوذر سے کہا جاتا کہ معافی مانگیں یا مدح معاویہ میں قصیدے پڑھیں مگر ہر ایک جانتا تھا کہ ابوذر سچے ہیں۔ وہ خود کہتے ہیں کہ

"میرے دوست (رسول اکرم) نے مجھ سے وصیت کی ہے کہ سچ بات کہوں اگرچہ وہ تلخ کیوں نہ ہو۔"

(مسند امام احمد)

پھر آنحضرتؐ کا یہ ارشاد بھی تازہ تھا کہ

"کسی زبان والے پر آسمان نے اپنا سایہ نہیں ڈالا اور نہ زمین نے اُس کا بوجھ اٹھایا جو ابوذر سے زیادہ سچا ہو۔"

ابوذر اکثر یہ کہا کرتے تھے کہ

"اگر ابوذر کی اس رگ گردن پر تلوار کی دھار بھی رکھدی جائے اور کسی سچی بات کی تبلیغ اُس سے رہ گئی ہو تو وہ اُسے کہہ کے رہے گا۔"

ابوذر کے مدینہ پہونچتے ہی لوگ جوق در جوق اُن کے پاس پہونچنے لگے۔ یہاں بھی ابوذر نے فرض امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے مُنہ نہ موڑا۔ یہاں بھی سرمایہ داری کے خلاف آیات قرآنی اور ارشادات نبوی

ابوذر بیان کرتے رہے - مدینہ اب مرکز خلافت بنوامیہ تھا - یہاں سرمایہ دارانہ ذہنیت کے لوگوں کی اب کمی کب تھی - یہاں کے سرمایہ داروں نے بھی ابوذر کے خلاف حضرت عثمان سے شکایات شروع کردیں -

(طبقات جلد ۴ صـــ ۱۶۶)

حضرت عثمان خود صحابی رسول ہونے کا شرف رکھتے تھے - اس کے علاوہ اس وقت مدینہ میں ہزاروں اصحاب رسول موجود تھے جن میں بہت سے قرآن کو سمجھنے والے اور ارشادات رسول پر عمل کرنے والے تھے - حضرت عثمان نے کسی سے نہ کہا کہ ابوذر سے اسلام کے معاشی نقطۂ نگاہ پر مناظرہ کرلو - برخلاف اس کے قرآن کے فہم کے معاملہ میں حضرت عثمان ابوذر جیسے جلیل القدر صحابی کے مقابلہ میں کعب احبار کو لائے - ابوذر کو یہ بات بھی بڑی گراں گذری ہوگی کہ کعب احبار ان سے مناظرہ کرے - لیکن حکم حاکم بجا لائے -

کعب احبار نے کہا

" آپ کو معلوم ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب میں سب سے زیادہ آسان اور معتدل شریعت مذہب اسلام ہے - اس کا ہر قانون انسانی قوتوں کے موافق اور ان کی فطرتوں کے مطابق ہے - اور آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ موسوی شریعت تمام ملتوں میں سخت ہے - اور جب کہ موسوی شریعت میں مال کے جمع کرنے کی ممانعت نہیں ہے - اور یہودیوں کو یہ حکم نہیں دیا گیا ہے کہ وہ اپنی ساری دولت خدا کی راہ میں تقسیم کردیں تو اسلام

جیسے مذہبی فریب میں یہ کہنا قانون کیسے ہو سکتا ہے کہ جو کچھ بعد از ضرورت بچ گیا اسے خدا کی راہ میں اٹھا دیا جائے ورنہ روز قیامت اس شان سے داغے جائیں گے۔ یہ کس درجہ گمراہ کن، جاہلانہ اور احمقانہ منطق ہے وہ بھی خلیفۂ اسلام کے سامنے اور خلیفۂ اسلام کی حکومت کے تحت۔ مباحثہ تو یہ ہونا تھا کہ ابوذر جو آیات پڑھتے ہیں ان کی رو سے مال کا جمع کرنا ممنوع ہے کہ نہیں۔ ابوذر جو ارشادات نبوی پیش کرتے ہیں وہ صحیح ہیں کہ ابوذر اپنی طرف سے گھڑ رہے ہیں۔ ان آیات کی تفسیر کی کوئی بحث نہیں۔ ان ارشادات نبوی کا کوئی ذکر نہیں۔ یہ بھی نہیں کہ یہ ارشادات ہیں کہ نہیں۔ ان ارشادات کا یہ مطلب ہے کہ وہ مطلب بجائے اس کے ایک جاہلانہ بحث کہ جب یہودیوں کو حکم نہیں دیا گیا جن کی قسمت تنگ گیر ہے تو مسلمانوں کو یہ حکم کیوں ملا جن کی قسمت معتدل ہے۔ یہ سوال تو خدا سے کیا جاتا۔

آج بھی کسی عدالت میں بحث کریں تو کیوں کہ جب انگلستان کی جمہوریت میں یہ قانون نہیں تو ہندوستان کی جمہوریت میں کیوں ہے۔ فیصلہ یہ منظور شدہ قانون اور قلمبند دستور کے تحت ہوتا ہے یا یہ طے ہوتا ہے کہ جب یہودیوں کو یہ حکم نہیں دیا گیا تو مسلمانوں کو یہ حکم کیسے دیا جا سکتا ہے۔ حضرت عثمان نے یہ نہ کہا کہ ایسے اور ویسے کی بات نہیں۔ بات صرف یہ طے کرنی ہے کہ قرآن کی جو آیات ابوذر پیش کرتے ہیں ان کے مطابق سونا، چاندی جمع کرنا، مال جوڑنا، کوٹھیاں بنوانا اور شاہی زندگی گزارنا اسلام میں جائز ہے کہ ناجائز، اور ابوذر جو اقوال رسول پیش کرتے ہیں وہ صحیح اقوال رسول ہیں کہ نہیں

اور اس سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ نہیں کہ کوٹھیاں نہ بنوائی جائیں ۔

یہودیوں کو بہت سے حکم وہ نہ ملے جو مسلمانوں کو ملے ۔ اس لئے کہ مسلمانوں کا رسول نبی آخر تھا ۔ مسلمانوں پر آخری کتاب الٰہی نازل ہوئی تھی ۔

مولانا احسن گیلانی نے اپنی کتاب ابوذر غفاری میں کعب احبار کے اس مسلک کی حمایت میں جواز یہ پیش کیا ہے کہ "ابوذر صرف سونا اور چاندی کا ذکر نہ جمع کرنے کے مخالف تھے ۔ پیسہ اور اس سے دیگر چیزیں جمع کرنے کے مخالف نہ تھے اس کی وجہ یہ دی کہ آج تیرہ سو سال بعد دنیا نے بھی سمجھا کہ بینک قائم کر کے تمدن و عمران میں ایک مفید جزء کا اضافہ کیا گیا " احسن صاحب یہ بھول گئے کہ آج کی دنیا نے سود کو جائز قرار دیا ہے ۔ آج کا عیسائی گرجے میں WINE شراب پیتا اور پلاتا ہے ۔ تو یہ سب جائز باتیں ہیں ۔

کعب کی وقعت کیا تھی ۔ ایک یہودی جو آنحضرتؐ کی وفات کے بعد اسلام لایا ہو وہ ابوذر کو یہودی اصولوں سے قائل کرنا چاہ رہا تھا ۔ ابوذر نے لکڑی اٹھا کر کہا کہ

" او یہودی کیا بکواس کر رہا ہے " یا " او یہودیہ کے بیٹے کیا بکواس کر رہا ہے " (ابن خلدون)

بات بھی غصے کی تھی ۔ یہ بات تو سب ہی جانتے تھے کہ یہ آیات قرآن میں موجود ہیں اور مال کی جمع کی کے خلاف آنحضرتؐ کے متعدد ارشادات تب تو کعب کے اصولوں کے مطابق اسلام ایک معتدل شریعت نہ رہی ۔ اسلام موافق فطرت انسانی نہ رہا ۔ اس کی اس بحث کا جواب سوائے لکڑی کے اور دیا کیا جا سکتا تھا ۔

کعب احبار بھاگا۔ ابوذر لاٹھی لئے ہوئے پیچھے دوڑے۔ آخر کعب کو حضرت عثمان کے عقب میں پناہ ملی۔ ابوذر نے تب بھی نہ چھوڑا۔ آخر اس یہودیہ کو کیسے برداشت کرتے جو خلیفہ کے دربار میں اسلام کے خلاف یا آیات قرآن کے مقابلہ میں یہودی اصول پیش کر رہا تھا۔

ابوذر نے ایک لکڑی جما ہی دی۔ تفسیر روح المعانی جلد ۴ صنہ ۲۰ کے مطابق یہ لاٹھی بجائے کعب احبار کے حضرت عثمان پر پڑی۔ ممکن ہے کہ کعب احبار لاٹھی پڑتے وقت ہٹ گیا ہو اور لاٹھی حضرت عثمان پہ پڑ گئی ہو اس لئے کہ کعب اب اُن کی پناہ میں تھا۔ مگر ابن خلدون نے لکھا ہے کہ لاٹھی کعب احبار پہ پڑی اور کعب کا سر پھٹ گیا۔

مورخین نے ابوذر پہ ایک مزید ظلم عظیم یہ کیا ہے کہ اس دور میں عبداللہ بن سبا کی ان سازشوں میں جو اسلام میں فتنہ برپا کرنے کے لئے تھیں ابوذر کو شامل کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ ابوذر کے حالات سنکر دنیا حضرت عثمان پہ انگشت نمائی نہ کرے۔ ایک واقعہ یوں بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان کو ابوذر پر شبہ ہوا کہ ابوذر ان سازشوں میں شریک ہیں اس لئے ابوذر نے صفائی کی خاطر خود حضرت عثمان سے عرض کی کہ اُن کو مدینہ سے چلے جانے کی اجازت دیدیں۔

مورخین کی ان تاریخی خیانتوں سے مقصد یہ ہے کہ پڑھنے والوں کو خیال ہو کہ اگر عبداللہ بن سبا کی سازشوں میں ابوذر پر شبہ تھا تو سیاسی مصالح کا تقاضا تھا کہ اُن کو جلا وطن کیا جائے یا وہ مدینہ سے باہر چلے جائیں۔ لیکن اگر ایسا تھا تو ابوذر کو حضرت عثمان سے مدینہ چھوڑنے کی اجازت لینا کیوں لازم رکھی تھی۔

کیا ابوذر دمشق سے لاکر مدینہ میں نظر بند کئے گئے تھے ۔؟

حقیقت یہ ہے کہ ابوذر کو جرم مخالفت سرمایہ داری میں جلاوطن کر کے ربذہ میں نظر بند کیا گیا ۔

حد یہ ہے کہ طبقات ابن سعد میں مندرجہ بالا تمام واقعات تو درج کئے مگر یہ نہ بتایا کہ حضرت عثمان نے ابوذر کے لئے کیا فیصلہ دیا ۔ مقصد صرف یہ ہے کہ خلیفۂ اسلام پر انگشت نمائی نہ ہو ۔

یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ ابوذر کسی سازش میں شریک نہ تھے ۔ وہ کوئی سیاسی انقلاب لانا نہیں چاہتے تھے ۔ وہ صرف احکامات قرآن کے ذریعے مسلمانوں کے ذہن میں اسلامی انقلاب لانا چاہتے تھے ۔

ایک طرف تو یہ مشہور کیا گیا کہ ابوذر پر یہ شبہ ہوا کہ وہ سبائی پروپیگنڈے میں شامل تھے اور اس کی صفائی کی خاطر وہ حضرت عثمان سے اجازت لیکر ربذہ چلے گئے اور دوسری طرف یہ گڑھا گیا کہ قتل حضرت عثمان سبائی سازشوں کا نتیجہ تھا ۔ اس سے دو مطلب حل کئے گئے ۔ ایک یہ کہ ابوذر کے خلاف جو کارروائی ہوئی وہ سیاسی مصالح کی وجہ سے ہوئی اور حضرت عثمان کا قتل ملک کی بدنظمی ، رعایا کی بے اطمینانی اور بنی امیہ کی ملوکیت کی وجہ سے نہیں ہوا بلکہ یہودیوں کا ایک حملہ تھا جس میں مسلمان بھی شامل ہو گئے ۔

آمدم برسر مطلب ۔ اگر بالفرض ابوذر جو کہتے تھے غلط کہتے تھے تو آج کے مسلمان فیصلہ کریں کہ ابوذر صحابئ رسولؐ تھے ۔ صحابی السابقون الاولون سے تھے ۔ صحابی کی غلطی غلطی نہیں ہوتی بلکہ خطائے اجتہادی ہوتی ہے ۔

خطائے اجتہادی قابل مذمت نہیں ہوتی تو آخر ایک صحابی کو خطائے اجتہادی پر اتنی بڑی سزا کیوں دیگئی - ابوذرؓ کو حکم ہوا کہ مدینہ چھوڑ دیں اور ربذہ میں رہیں -

اگر ابوذر کا مقصد کوئی طوفان کھڑا کرنا ہوتا تو پھر جاتے کہ میں نہیں جاؤنگا۔ دمشق اور مدینہ کے ہزاروں غریب تو ابوذر کے موافق تھے ہی - پھر ہزاروں اصحاب رسولؐ ابوذر سے متفق تھے - اس وقت حضرت عثمان کی کمزور حکومت کے خلاف ایک گروہ کو جمع کر لینا کوئی بات نہ تھی - وہ اہل مدینہ جو قاتلین حضرت عثمان کے مقابلہ میں نہ نکلے وہ اب بھی زیادہ سے زیادہ غیر جانبدار رہتے مگر ابوذر کو آنحضرتؐ کا یہ ارشاد یاد تھا کہ " ابوذر بیچارہ اکیلا ہی چلتا ہے اکیلا ہی مرے گا - اکیلا ہی اٹھایا جائیگا " (صحاح زاد المعاد)

ابوذر کے لیے دو باتیں اور تھیں - یا تو اپنے اجتہاد اور مذہب کو بالائے طاق رکھکر معاویہ سے صلح کر لیتے - حضرت عثمان سے معافی مانگ لیتے - یا ہر مصیبت گوارہ کرنے مگر ارشاد الہی پر عمل پیرا رہتے -

" اے نبی جب ایمان والی عورتیں تمھارے پاس ان باتوں پر بیعت کرنے کے لئے آئیں کہ اللہ کے ساتھ شرک نہ کریں گی .... اور کسی جائز حکم میں تمھاری نافرمانی نہ کریں گی تو انکی بیعت قبول کرو " (سورۃ الممتحنہ آیت ۱۲)

" نیکی یا پرہیزگاری میں تعاون کرو - اور گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو - اور اللہ سے ڈرو - اللہ سخت عذاب دینے والا ہے " (سورۃ مائدہ آیت ۲)

"... اُن میں سے کسی گناہگار اور ناشکرے کی اطاعت نہ کرو۔"

(سورہ دھر آیت ۲۴)

ابوذر کے دل و دماغ پر سرورِ کائنات کے یہ ارشادات چھائے ہوئے تھے :-

"ایک مسلمان پر اپنے امیر کی اطاعت فرض ہے۔ خواہ اس کا حکم اسے پسند ہو کہ ناپسند ہو۔ تاوقتیکہ اُسے معصیت کا حکم نہ دیا جائے۔ اور جب معصیت کا حکم ہو تو پھر کوئی اطاعت نہیں ہے" (بخاری کتاب الاحکام باب ۴۔ مسلم کتاب الامارۃ باب ۸ ابوداؤد کتاب الجہاد باب ۹۵۔ نسائی کتاب البیعہ باب ۳۴۔ ابن ماجہ ابواب الجہاد باب ۴۰)

"اللہ کی نافرمانی میں کوئی اطاعت نہیں۔ اطاعت صرف معروف میں ہے" (مسلم کتاب الامارۃ باب ۸۔ ابوداؤد کتاب الجہاد باب ۹۵ نسائی کتاب البیعہ باب ۳۳)

ابوذر جانتے تھے کہ یہ حکم معروف نہیں مگر تمہیں حکم مسلماً معروف کی تھی

ابوذر کے ذہن میں حضرت ابوبکرؓ کے الفاظ گونجنے لگے کہ

"جو شخص محمد مصطفیٰ صلعم کی اُمت کے معاملات کا ذمہ دار بنایا گیا اور پھر اُس نے لوگوں کے درمیان کتاب اللہ کے مطابق کام نہ کیا اس پر اللہ کی لعنت ہے۔"

(کنز العمال جلد ۵۔ حدیث ۲۵۰۵)

یا یہ کہ :-

" میری اطاعت کرو جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا رہوں۔ اور جب میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو میری کوئی اطاعت تم پر نہیں ہے "

(کنز العمال جلد ۵ - حدیث ۲۲۸۲)

ابوذر نے مندرجہ احکامات قرآن، ارشادات نبوی اور سنت معروفین کو قربان نہ کیا اور حضرت عثمان کی دی ہوئی جلاوطنی کو برداشت کرنا بہتر جانا۔ روانگی سے قبل اہل قریش کو مخاطب کر کے صرف اتنا کہا کہ :-

" تم اپنی دنیا کو لو اور اسے خوب زور سے تھامو - ہم کو اس کی ضرورت و حاجت نہیں ہے "

ابوذر کا مندرجہ بالا جملہ اسلام کی گذری ہوئی تاریخ کو یاد دلا کر اعلان کر رہا ہے کہ ہم مومن ہیں۔ ہم کو صرف دین چاہیئے۔ تم کو دولت کی ضرورت ہے۔ تم اسی سے خوش ہولو۔ عجب نہیں کہ اس جملہ کا پس منظر یہ ہو کہ جب جنگ حنین کے بعد مال غنیمت آیا تو سرور کائنات نے تالیف قلوب کے تحت ابوسفیان کو چالیس اوقیہ اور سو اونٹ عطا کئے۔ ابوسفیان نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میرے بیٹے زید کو تو حضور نے اس کے لئے بھی چالیس اوقیہ اور سو اونٹ عطا کئے۔ پھر ابوسفیان نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میرے بیٹے معاویہ کو تو حضور نے اس کے لئے بھی چالیس اوقیہ اور سو اونٹ عطا کئے۔ یہ دیکھ کر انصار کو شکایت ہوئی کہ سب مال تو ابوسفیان اور آل ابوسفیان

کو ملگیا۔ اور ہم جنھوں نے جانفشانی سے جنگ لڑی ان کو کچھ نہ ملا۔ حضورؐ کو جب اس شکایت کی خبر ہوئی تو فرمایا کہ

- اے قوم انصار! کیا تم کو پسند نہیں کہ یہ لوگ مال اور اونٹ لے جائیں اور تم اپنے ساتھ خدا کے رسول کو لے جاؤ۔

(ابن القیم۔ زاد المعاد)

آج اسی لئے ابوذر نے کہدیا کہ تم اپنی دولت کو سنبھالے رہو۔

ابوذر نے بحسرت و یاس مدینۂ رسول کو چھوڑ دیا۔ ایک وقت تھا کہ کس بیتابی سے حضور سے ملنے کے لئے یہاں آئے تھے اور اپنے ہمراہ ان لوگوں کو بھی لائے تھے جو آن کے ہاتھوں داخل اسلام ہوئے تھے۔ دل رو رہا ہوگا کہ آج مجھکو خلیفۃ المسلمین نے تفسیر قرآن کے جرم میں وہ سزا دی ہے جو کچھ عرصہ پہلے آنحضرتؐ نے خود خلیفۃ المسلمین کے چچا حکم کو اسلام کے خلاف جاسوسی یا حضورؐ سے بے ادبی کے جرم میں دی تھی۔ یہ بھی سوچتے ہوں گے کہ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد تو معتوب حکم کو مدینہ آنے کا موقع یوں مل گیا کہ خود اس کے بھتیجے نے مسند خلافت سنبھالی۔ مگر مجھکو بلانے والا کون ہے۔

خلیفۂ وقت کے خلاف احتجاج کیسے کریں۔ آنحضرتؐ کے وہ الفاظ کانوں میں گونج رہے ہیں کہ

"اے ابوذر جنگ نہ کرنا۔ اگرچہ کوئی حبشی غلام ہی جسکی ناک کان کٹے ہوئے ہوں حاکم ہو۔ وہ جدھر ہانکے نکل جانا۔"

دنیا نے اس جلاوطنی پر بڑے پردے ڈالے۔ کسی نے کہا کہ لوگوں کے ہجوم سے تنگ آکر ابوذر نے حضرت عثمان سے اجازت لی اور مدینہ چھوڑ دیا مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر ابوذر لوگوں کے ہجوم سے تنگ آگئے تھے تو اپنے اعلانات ترک کر دیتے۔ ابوذر کے اعلانات تو لوگوں کی توجہ مبذول کرانے کیلئے ہی تھے۔ کسی نے کہا کہ سبائی سازشوں میں شرکت کا حضرت عثمان کو شبہ ہوا لہذا ابوذر صرف اپنے آپ کو بری الذمہ کرنے کی خاطر حضرت عثمان سے اجازت لے کر ربذہ چلے گئے۔

یہ بات بھی غور طلب ہے کہ کوئی ایسی سازش تھی بھی یا سبا کے نام سے ایک داستان ہے تاکہ بصرہ، کوفہ اور مصر کے وہ لوگ جو شکایات لیکر آئے تھے اور مطمئن نہ ہونے پر جنہوں نے حضرت عثمان کو قتل کر دیا۔ ان کو یہودی سازش سے منسلک کرنے کے لئے ایک مفروضہ سبائی سازش بنائی گئی ہے؟ اگر بالفرض کوئی ایسی سازش تھی بھی تو حضرت عثمان کو اس سازش میں ابوذر کیوں نظر آئے؟ ابوذر کا کوئی قول یا عمل حکومت وقت کا تختہ الٹنے کی کوشش میں پایا گیا؟ سبائی سازش اسلام کے خلاف تھی یا مسلمانوں کے غیر اسلامی رہن سہن کے خلاف تھی؟

کسی نے تمام واقعات صرف وہاں تک قلمبند کئے جہانتک کہ ابوذر کی لاٹھی سے کعب احبار کا سر پھٹا تاکہ واقعہ صرف ابوذر کے تشدد پر ختم ہو اور دنیا دوسروں کو معصوم سمجھے۔

اور اگر ابوذر مدینہ اس لئے چھوڑنا چاہتے تھے کہ وہ سبائی سازشوں کا اڈہ بن گیا تھا تو ربذہ جیسے سنسان جنگل کی طرف جانے کی کیا ضرورت تھی۔ عرب کے دوسرے بڑے بڑے شہر مثلاً مصر، بصرہ، کوفہ موجود تھے۔ پھر مکہ معظمہ کیوں نہ چلے گئے کہ اللہ کے حرم میں زندگی گذار دیتے۔

ربذہ ایک چھوٹی سی چوکی تھی جو مدینہ سے باہر آکر عراق اور مکہ کے راستے پر واقع تھی۔ اور جہاں دورِ رسالت میں بیت المال کے گھوڑے باندھے جاتے تھے۔ ابوذر اکثر اس دور میں رسولؐ اکرم کی جانب سے یہاں آتے بھی تھے۔ (فتح الباری جلد ۳)

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس چھوٹے سے دیہات میں کل مرد اور عورت ملا کر بارہ نفوس آباد تھے۔ (تاریخ کامل ابن اثیر) جن کا والی ایک حبشی غلام تھا۔ یہ تمام اعداد و شمار بالکل غلط ہیں۔ اس کا ثبوت ابوذر کی شہادت کے بعد ملیگا کہ لاش اٹھانے والا کوئی نہ تھا۔

"حبشی غلام" مورخین نے اس لئے چسپاں کیا کہ حدیث رسول میں حبشی غلام کا لفظ آیا تھا۔ تاکہ دنیا سمجھے کہ رسولؐ کا مقصد اس حبشی غلام سے تھا حکومت وقت سے نہ تھا۔

دراصل آنحضرت کا مقصد ارشاد یہ تھا کہ کسی دور میں بھی خود سے آمادہ بہ پیکار نہ ہونا، جنگ کی ابتدا کبھی نہ کرنا خواہ حاکم کا فیصلہ حق سے کتنا ہی خلاف ہو۔ "حبشی" سے شاید آنحضرتؐ کی مراد یہ تھی کہ اگر نکالنے والے کا عمل تو ہا اسلام کے متضاد بھی ہو تو برِ بنائے مصلحت کہنا مان لینا۔

غلام سے غالباً حضور کا مقصد یہ تھا کہ اگر حاکم زہد و تقویٰ میں تم سے کمتر بھی ہو تو شیرازۂ اسلامی کو بکھرنے نہ دینا اور آمادہ بہ جنگ نہ ہونا۔

"ناک اور کان کٹے ہوئے" سے شاید حضور کا مقصد یہ تھا کہ حاکم کے عیوب پر بالکل غور نہ کرنا۔ صرف مسلمانوں کو خونریزی سے بچانے کے لئے حکم حاکم تسلیم کرلینا۔

ابوذر بیوی اور بیٹی کے ساتھ ربذہ آگئے۔ کمبلوں کی ایک جھونپڑی بنا کر رہنے لگے۔ صرف بیوی اور بیٹی کا ساتھ، عالم غربت، جنگل کا معاملہ پھر ضعیفی کا عالم۔ کہاں تک سختیاں اٹھاتے۔ اور پھر یہ ذہنی الجھن کہ ابھ کون ہے جسکی اصلاح کی خاطر قرآن پڑھوں۔ کس کو ارشادات رسول کریم سناؤں حق امر بالمعروف و نہی عن المنکر چھن چکا ہے۔

آخر داعی اجل کو لبیک کہا۔

اکثر عالم غربت میں ابوذر کہا کرتے تھے۔ پتلی ہونے والی ہڈیاں مجھے ناامید نہیں کرسکتیں۔ وہ مسلمان تھے، مومن تھے، صحابی رسولؐ تھے۔ سخت سے سخت مصیبت میں بھی حق سے کنارہ کشی نہ کی۔

ابن خلدون اور ابن سعد نے لکھا ہے کہ یہاں عراق کے کچھ لوگ آکر ابوذر سے ملے اور اُن کو بغاوت کی طرف راغب کرنا چاہا۔ مگر ابوذر نے انکار کردیا۔

یہ بات قرین قیاس ہے۔ اس لئے کہ یہ وہ دور تھا جب بصرہ، مصر، اور عراق میں حضرت عثمان کے اُمراء کے خلاف سخت بےچینی تھی۔ اور

لوگ منظم ہو رہے تھے کہ مدینہ پہونچکر حضرت عثمان سے اُن کے اُمراء کی شکایت کریں ۔ ممکن ہے کہ جب وہ لوگ مدینہ آرہے ہوں تو راستے میں ابوذر سے ملاقات ہوئی ہو ۔ یا عراق میں اس بات سے مزید تیکھینی بڑھ گئی ہو کہ حضرت عثمان نے معاویہ کی بیجا شکایت پر رسول کے جلیل القدر صحابی کو جلا وطن کر دیا ۔ اور اُس گروہ نے وہاں سے روانگی کے قبل ہی یہ طے کر لیا ہو کہ اپنے ساتھ ابوذر کو بھی لیا جائے ۔ یہ اُسی گروہ کے لوگ ہو سکتے ہیں جس نے مدینہ جا کر حضرت عثمان کو قتل کیا ۔ بہر حال اگر اس جماعت کا ابوذر تک پہونچنا ثابت بھی ہو جائے تو ابوذر کی صلح پسندی کا ایک مزید ثبوت ہے ۔

یہ بھی گڑھا گیا کہ ابوذر ربذہ سے حج کو گئے ۔ اس واقعے کو امام احمد بن حنبل نے عوف شیبانی سے یوں نقل کیا ہے کہ ایک شخص ابوذر کے لئے کچھ تحائف لیکر ربذہ پہونچا ۔ وہاں معلوم ہوا کہ ابوذر حج کو گئے ہیں ۔ پھر اُسی عوف شیبانی کی زبانی ایک دوسرا واقعہ نقل کیا جاتا ہے کہ وہ شخص جو ابوذر کے لئے تحائف لایا تھا جب اُس کو معلوم ہوا کہ ابوذر حج کو گئے ہیں تو وہ بھی حج کو گیا ۔ اور وہاں کعبہ میں علم ہوا کہ حضرت عثمان نے بجائے قصر نماز پڑھنے کے چار رکعات نماز پڑھیں جس پر دیگر صحابہ کرام مثلاً عبداللہ ابن مسعود، عبدالرحمن ابن عوف وغیرہ کو سخت اعتراض ہوا ۔ جب ابوذر کو معلوم ہوا تو حضرت عثمان کے پاس آئے اور کہا کہ میں نے رسول اللہ کو یہاں دو ہی رکعت پڑھتی دیکھی ہیں ۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو بھی میں نے دو ہی رکعات پڑھتے

پایا ہے اور آپ چار رکعت پڑھتے ہیں ۔ تو حضرت عثمان سے ابوذر کی کچھ گفتگو ہوئی اور اس کے بعد ابوذر نے ایک مطیع کی حیثیت سے چار رکعات خود بھی پڑھیں ۔

یہ واقعہ بھی ایک بڑی مصلحت کی بنا پر بنایا گیا ہے ۔

اوّل تو یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ ابوذر نظر بند نہ تھے ۔ وہ حج تک کو جا سکتے تھے ۔ سوال یہ ہوتا ہے کہ اگر ان کی نقل و حرکت پر پابندی نہیں تھی تو مدینہ سے نکالنے کی کیا ضرورت تھی ۔ یا بہ فرض محال خود ابوذر کو مدینہ چھوڑنے کی کیا ضرورت تھی ۔ نکالنے یا خود سے مدینہ چھوڑنے کی وجہ تو یہی تھی کہ ابوذر کے پاس عوام جمع ہوتے تھے اور ابوذر قرآن کی وہ آیات سناتے تھے جن میں سرمایہ داری کی مذمت تھی ۔ اور جن کو سن کر عوام امراء وقت پر طعنہ زنی کرتے تھے ۔ اگر ابوذر حج کے لئے آسکتے تھے تو ان کیلئے میدان زیادہ وسیع تھا ۔ یہاں ابوذر کا پروپیگنڈہ تمام عالم اسلامی تک بآسانی پہنچ جاتا ۔ جس سے تمام امراء وقت کو سخت نقصان پہونچتا ۔ اس میں کیا عقلمندی کی بات تھی کہ ابوذر دمشق والوں کو قرآن نہ سنائیں ۔ مدینہ والوں کو اسلام کی سادگی سے باخبر نہ کریں ۔ مگر مکہ کی آبادی میں اپنا مسلک بیان کر سکیں ۔

مکہ نہ صرف ایک بڑا اہم شہر تھا بلکہ یہاں تمام علاقوں سے حاجی اور عوام جمع ہوتے تھے ۔ یہ جگہ تو کسی مسلک کے لئے عالم اسلامی میں ریڈیو اسٹیشن کا ایسا کام کر سکتی تھی ۔

یہ واقعہ اس لئے بھی خصوصاً پیش کیا گیا کہ حضرت عثمان نے غلطی سے جو چار رکعات پڑھ لی تھیں جن پر اصحاب رسولؐ کو اعتراض تھا۔ اس غلطی کو یوں نبھا جائے کہ کوئی ایسی ہی شرعی بات تھی کہ ابوذر جیسے "شدت پسند" صحابی نے اس کی تاسی کی۔ اور یہ بھی ظاہر ہو کہ جلاوطنی کے بعد بھی ابوذر نے تاسی حضرت عثمان نہ چھوڑی۔ اور جب ابوذر ان کو لائق تاسی سمجھتے تھے تو ہم کیوں نہ سمجھیں۔ یا یہ کہ ابوذر حضرت عثمان کے ہر فعل کو صحیح مانتے تھے لہذا اپنی جلاوطنی کو بھی حق بجانب مانا ہوگا۔

لیکن یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ اگر حاجی کے لئے خانہ کعبہ میں قصر ضروری ہے اور اگر رسولؐ اکرم قصر ہی پڑھتے تھے یا حضورؐ کے بعد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر قصر پڑھتے تھے تو حضرت عثمان کا چار رکعات پڑھنا معروف ہے؟ پھر اگر ابوذر اور عبداللہ ابن مسعود بیک وقت حج میں تھے تو عبداللہ ابن مسعود نے تجہیز و تکفین کیسے کی؟

بہرحال طبری نے اس من گھڑت کی تردید کی ہے۔ اس کے کہنے کے مطابق یہ واقعہ تو درست ہوا کہ حج میں حضرت عثمان نے چار رکعات پڑھیں مگر یہ ۲۹ھ کا واقعہ ہے جبکہ ابوذر کو ۳۲ھ میں جلاوطن کیا گیا تھا۔ اس کے مطابق ابوذر ربذہ سے حج کو نہیں آئے اور عوف شیبانی نے یہ بات جھوٹ کہی۔

جیسے کہ عالم مسافرت اور ضعیفی میں ابوذر کا کچا ساتھ خصوصاً جب موت سلام کر رہی تھی اس وقت ابوذر کی بیوی اور بیٹی کے دلوں پر کیا

گذر رہی ہوگی۔ اس لئے ابوذر نے وصیت کی کہ گھبراؤ نہیں۔ مجھے یاد ہے کہ ایک روز ہم لوگ بیٹھے تھے تو رسولؐ اکرم نے فرمایا تھا کہ تم لوگوں میں سے ایک شخص ایک چٹیل سنسان وادی میں مریگا۔ جس کے جنازے میں مسلمانوں کا ایک گروہ آکر شریک ہوگا۔ وہ لوگ جو اس وقت محفل میں تھے سب مر چکے اور کسی پر ایسی نہ گذری۔ صرف میں باقی ہوں۔ اس لئے فکر کی کوئی بات نہیں۔ جب میں مر جاؤں تو تم سرِ راہ منتظر رہنا۔ جب مسلمانوں کا کوئی قافلہ گذرے تو کہنا کہ رسول کے صحابی ابوذر نے انتقال کیا ہے اس کو دفن کرا دو۔

اب مورخین کے اعداد و شمار کہاں گئے کہ ربذہ میں کل بارہ مرد اور عورت کی آبادی تھی۔ یا عورت و مرد کی ایک آبادی تھی جن میں بارہ مرد تھے جبکا والی ایک حبشی غلام تھا۔ اگر یہاں کوئی آبادی تھی تو اس فکر کی کیا ضرورت تھی کہ مرنے کے بعد تجہیز و تکفین کون کریگا۔ کیا بارہ مرد دفن و کفن کے لئے کافی نہیں ہوتے۔

ابوذر نے حق کو لبیک کہا۔ بیوی اور بیٹی نے سرِ راہ آکر انتظار کیا۔ ایک قافلہ گذرا۔ دونوں نے چلا کر اہلِ قافلہ کو بتایا کہ صحابی رسول ابوذر نے عالمِ غربت میں انتقال کیا ہے اور لاش تجہیز و تکفین کے لئے اُن کی منتظر ہے۔ اس قافلہ میں صحابیٔ رسولؐ عبداللہ ابن مسعود بھی تھے۔ وہ اور تمام قافلے والے چیخیں مار مار کر رونے لگے۔

یہاں پر یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کی شہادت، غربت یا مصیبت پر عبداللہ ابن مسعود جیسے جلیل القدر صحابیٔ رسولؐ یا اُن کے ساتھیوں کے لئے

جیخ جیخ کر کہنا بدعت تھا نہ بزدلی نہ خلاف شریعت اسلامی۔

عبداللہ ابن مسعود اور ان کے ساتھیوں نے ابوذر کو غسل دیا۔ کفن پہنایا اور دفن کر دیا۔ اس واقعہ کو بیان کر کے مولانا علی نقی صاحب نے اپنی کتاب شہید انسانیت میں کیا خوب لکھا ہے کہ۔ یہ حکومت وقت کی سیاست ملوکانہ کے خلاف پہلی قربانی تھی جو رسول کے مقدس صحابی ابوذر غفاری نے پیش کی۔

اس کتاب کے شروع میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ اسلام مذہب (عقیدہ) نہیں ہے بلکہ وہ ایک دین ہے جو اللہ کے تابع فرمان قرآن کے احکامات کے مطابق اور اقوال واعمال رسول اکرم حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کی روشنی میں ایک روحانی نظام چاہتا ہے جس میں بندگان خدا کے بیچ مساوات کے ساتھ انتہائی عادلانہ طور پر قوانین ہوں کہ ہر بشر کے اپنے حقوق ہیں۔ ہر انسان کے پیٹ بھرنے کو روٹی میسر ہو۔ ہر شخص تن ڈھکنے کو کپڑا پہنتا ہو۔ اور ہر بنی آدم کے سر چھپانے کے لئے مکان ہو۔ کسی شہری کو اس بات کا حق نہیں ہے کہ وہ دوسرے شہری کے مقابلہ میں بربنائے دولت، اقتدار خاندانی اثرات یا قوت فوقیت و فضیلت حاصل کرے۔ بجز تقویٰ اور پرہیزگاری کے۔

قرآن پاک کی وہ آیات اور رسول اکرم کی وہ احادیث نقل کر کے ثابت کیا جائے گا کہ حکومت اسلامی کے اولی الامر صرف وہ لوگ ہو سکتے ہیں جو تقویٰ کی میزان کے مطابق دیگر تمام لوگوں سے بھاری بھرکم ہوں۔ جو

اسلام کے اصولوں کو صدقِ دل سے تسلیم کر چکے ہوں اور جن میں یہ صلاحیت بھی ہو کہ قرآن کے نظام کے تحت حکومت چلا سکیں۔

یہ بھی ثابت کیا جا چکا کہ اولی الامر کے انتخاب میں رشتہ داری، قبیلہ پرستی اور عصبیت کو کوئی دخل نہیں۔ اور اگر کوئی حاکم ان چیزوں کے تحت اولی الامر کا انتخاب کریگا تو وہ قرآن کی مخالفت کریگا۔

یہ بھی ثابت ہو چکا کہ قرآن اور ارشادات رسولؐ کریم کے بموجب ہر شخص کو نظام اسلامی میں اچھی باتوں کی طرف بلانے اور بری باتوں کو ٹوکنے کا فرض ہے اور حق ہے۔

یہ بھی واضح کیا جا چکا کہ قرآن اور احکامات رسالتمآب کے مطابق اسلامی نظام کو چلانے کے لئے عدل سب سے اہم شے ہے اور عدل سے کام نہ لیا گیا تو احکامات الٰہی اور ارشادات نبوی کی خلاف ورزی ہوگی۔

یہ بھی ثبوت فراہم کئے جا چکے کہ قرآن اور احادیث کے مطابق اسلام ایک ایسا نظام لایا تھا جس میں سرمایہ داری کی کھلم کھلا مذمت ہے۔ اپنی ضروریات زندگی پر خرچ کرنے کے بعد بچی ہوئی دولت کو عوام الناس پر تقسیم نہ کرنا۔ بیت المال کو اپنے مصرف میں لانا، کوٹھیاں بنوانا۔ رئیسانہ ٹھاٹھ باٹھ سے زندگی بسر کرنا۔ قیمتی لباس پہننا، زمینداریاں حاصل کرنا، اسلام میں حرام ہے۔

یہ بھی بیان کیا جا چکا کہ اسلام کے اصولوں کے تحت انسان کو نہایت سادہ زندگی بسر کرنی چاہیئے تاکہ تمام [illegible] ایک ساتھ خوشحال

زندگی بسر کریں۔

اور ان باتوں کی وضاحت کے ساتھ ساتھ یہ ثبوت بھی فراہم کئے جاچکے کہ حضرت عثمان نے اولی الامر کے انتخاب میں مندرجہ بالا اصولوں کو نظر انداز کر دیا اور اس کے بجائے صرف اپنے اقرباء کو نامزد کیا جو کردار میں پست تھے۔ اسلامی سلامتیوں سے دور تھے۔ جن کے لئے اسلام سے زیادہ عزیز دنیاوی ٹھاٹھ باٹ تھے۔ کوٹھیاں بنوانا اور بیت المال کو اپنے مصرف میں لانا جن کے لئے زیادہ اہم بات تھی بجائے اس کے کہ قرآن کی بتائی ہوئی سادگی پر عمل کریں۔

یہ ثبوت بھی مہیا کئے جاچکے کہ اپنے اہلکاروں کی بداعمالیوں کو حضرت عثمان خوب جانتے تھے اس کے باوجود بھی اس لئے نظر انداز کرتے تھے کہ انہیں رشتہ داری کا زیادہ پاس و لحاظ تھا۔

یہ بھی بیان ہو چکا کہ ابوذر صاحب فضیلت، عالم و عامل قرآن تھے نہ صرف وہ قرآن کی وہ آیات پڑھ کر سناتے تھے جس میں مال و زر کے نفرت کا حکم دیا گیا ہے بلکہ وہ خود عمل کر کے دکھاتے تھے۔

آیئے ان اصولوں کے تحت یہ جائزہ لیا جائے کہ ابوذر کی جلاوطنی، عالم بیکسی کی شہادت سے اسلامی اسباب کو کیا عظیم نقصانات ہوئے۔

اگر اس وقت ابوذر کے احتجاج پر حضرت عثمان نے اصلاح کی ہوتی معاویہ کو سزا دی ہوتی اور دیگر امراء حکومت سے ناجائز جمع کی ہوئی دولتیں چھین کر مال خدا کو صحیح مصرف میں لایا ہوتا تو پہلی بات یہ ہوتی کہ اس وقت کا

مسلمان مطمئن ہو گیا ہوتا ۔ وہ دیکھتا کہ مجرموں کو سزائیں مل رہی ہیں ۔ کچھ مجرمین سزاؤں کے ڈر سے خود بخود اپنی اصلاح کر لیتے اور حضرت عثمان کے خلاف لوگوں کے وہ جذبات نہ ابھرتے جن کی وجہ سے اسلامی حکومت میں یہ مشکل غیر نظیر بغاوت قائم ہوئی کہ دور دور کے شہروں مختلف گوشوں سے آئے ہوئے شہریوں نے خلیفۂ وقت کے گھر کو چالیس دن گھیرے رکھا ۔ آخر خلیفۂ وقت کو قتل کیا ۔ اور تین روز تک خلیفہ کی لاش بے گور و کفن پڑی رہی اور معتمدوں ... سے عوام المسلمین بغیر کسی ظاہری خلیفہ کے رہے ۔

اگر حضرت عثمان نے ابوذر کی شکایت آنے پر ایک باقاعدہ عدالتی کارروائی کی ہوتی اور معاویہ جیسے امراء کو سزا دی ہوتی تو معاویہ مزید پنپتے نہ ہوتے کہ حضرت عثمان کے قتل کو بہانہ بنا کر ... بیت المال کی تمام دولت اور اپنے صوبوں کی طاقت خلیفۂ وقت علیؑ کے خلاف استعمال کرتے ۔ اور بہ بنا بر مصلحت امام حسنؑ کو ایک وقت میں ان سے صلح کرنا پڑتی ۔ جس کے بعد وہ قرآنی حکومت یا اسلامی خلافت کے بجائے بادشاہ ہو گئے اور نظام اسلامی دنیا کو سلام کہہ کے واپس چلا گیا ۔ قرآن صرف حفظ کرنے اور محض پڑھنے والی ایک کتاب رہ گئی نہ کہ ایک دستورِ عالم جو انسان کو ایک صحیح حکومت کے طور سکھانے آیا تھا ۔

اگر حضرت عثمان نے معاویہ کو ناشائستگی اور سرمایہ داری و سرمایہ پرستی کے جرم میں جیسی بھی سزا دی ہوتی تو معاویہ حاکم شام نہ ہوتے جس کے بعد انہوں نے اسلامی قوانین کی ضد کی اور اپنے بیٹے یزید کو جبراً اور قہراً ولیعہد بنایا

جس نے نواسۂ رسول کو شہید کیا۔ اہلبیت رسول کو تشہیر کیا۔ مدینۂ رسول کی بےحرمتی کی۔ قبر رسول پر گھوڑے بندھوائے۔ اصحاب رسول کی ازواج کو اپنی افواج پر مباح کیا۔ خانۂ کعبہ میں آگ لگوائی اور ان کے بعد آنے والے لوگوں نے اسلام کو خاکستر کر دیا۔

اگر حضرت عثمان ابوذر کے احتجاج پر چونکے ہوتے اور ان کے بعد بھی مجرموں کو معزول کیا ہوتا یا ان پر مقدمات چلا کر باقاعدہ سزائیں دی ہوتیں تو اسلامی حکومت اپنی روح کے ساتھ قائم رہتی۔ ایک ایسی حکومت جس میں عدل کے سوا کچھ نہ ہوتا۔ جس میں مساوات کے علاوہ کوئی شے نہ ہوتی۔ جس میں سرمایہ داری اور سرمایہ پرستی کو کبھی پنپنے نہ دیا جاتا۔ جس میں ہر شہری کو پیٹ بھر کھانا دینا، ہر شہری کے تن ڈھانپنے کے لئے کپڑا مہیا کرنا۔ ہر شہری کے سر چھپانے کو مکان دینا۔ ہر شہری کو باعتبار صلاحیت حکومت کے مناصب ملنا۔ ہر شہری کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جیسی آزادی رائے دینا۔ ہر شہری کو بدکاری پر بلا امتیاز قرابت و قبیلہ و خاندان سزا دینا شان امتیازی ہوتا۔

آج دنیا کے لوگ اشتراکیت پر فدا ہیں۔ وہ کمیونسٹ ہونا پسند کرتے ہیں۔ سوشلسٹ ہونا بہتر جانتے ہیں۔ وہ مزدور طبقے کی رفاقت کرنے والی پارٹی سے تعاون اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ دنیا اسلام کی طرف متوجہ نہیں ہوتی کہ یہ اصول بھی ہر ایک کو روٹی، ہر ایک کو کپڑا، ہر ایک کو مکان، ہر ایک کو برابری، ہر ایک کو آزادی تقریر و تحریر، آزادی رائے

دینے والا سیاسی نظام ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ دنیا نے اسلام
کو محض ایک مذہب سمجھ لیا ہے اور اس کو سیاسی نکتہ نظر کے قریب سمجھتا
نہیں ہے۔ اگر اسے بتایا بھی جائے کہ اسلام بھی ایک سیاسی نظریہ ہے
اس میں بھی وہ ابھی مبتلا ہیں جو آج کا مسلمان مطالبہ کر رہا ہے تو اس کا نظر
مسلمانوں پر جائیگی۔ اس کی توجہ مسلمان حکومتوں کی طرف مبذول ہوگی۔ وہ
دیکھے گا کہ جو لوگ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں وہ خاص طور سے سرمایہ دارانہ
ذہنیت رکھتے ہیں۔ " ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز "
پر عمل تو صرف مسجدوں میں ہوتا ہے۔ یہ مساوات تو گرجے میں بھی ہے۔ ۱۹۴۷ء
کے بعد سے ہندوستان کے مندروں میں بھی اس پر عمل ہوتا ہے۔ گردواروں
میں بھی اس کے مظاہرے ہوتے ہیں۔ مگر نجی زندگی میں مسلمان بہت دولت پرست
ہے۔ کہاں ہے وہ مسلمان جو قرآن پر عمل کرکے دولت سے نفرت کرے۔ یا
دولت کو دوسروں پر صرف کرنا دولت کا صحیح مصرف جانے۔ وہ تو اپنے سماج
میں دولتمند کو صاحب فضیلت جانتا ہے۔ وہ ایک دوسرے سے شادی
میں جہیز طلب کرتا ہے جس کی وجہ سے ہزاروں خاندانوں کی سلیقہ مند اور خوبصورت
لڑکیاں بیٹھی رہ جاتی ہیں یا حسب دلخواہ بر نہیں جڑتا۔ ہر لڑکی والا مسلمان شادی
کرنے کے لئے دولتمند، صاحب جائداد، صاحب منصب لڑکے کا متلاشی
ہے۔ چاہئے اسے کہ کردار کو تلاش کرے وہ بینک اکاؤنٹ کی کھوج میں
رہتا ہے۔ مسلمان تو اتنا منصب کا بھوکا ہے کہ اس کی لڑکیاں بھی تلاش
منصب میں غیر مسلموں سے شادیاں کر لیتی ہیں۔ کسی کو آئی۔ اے۔ ایس کی

تلاش ہے تو کسی کو میجر کی۔ دولت سے محبت مسلمان کے ہر معیار پہ ہے۔
مسلمان کے لئے دولت سب سے زیادہ عزیز شے ہے۔

سال گذشتہ کی بات ہے کہ ایک صاحبزادی سے ملاقات ہوئی۔ اُن کی بہن کا انتقال ہو چکا تھا۔ جس کا اُن کو بہت صدمہ تھا۔ صاحبزادی کو سخت شکایت تھی کہ اُن کے بھائی کے پاس پیسہ ہے مگر بہن کی قبر نہیں بنواتا اُن کو اس بات کی بڑی تمنا تھی کہ بہن کی قبر پکی ہو جائے مگر اُن کے پاس پیسہ نہ تھا۔ دو ہی دنوں بعد وہ بازار میں ملیں۔ دیکھا کہ وہ ہزاروں روپے کی اپنے لئے سونے کی زنجیر خرید رہی ہیں۔ معلوم ہوا کہ صاحبزادی کو بہن سے محبت ضرور ہے اُن کی نشانی قبر کی بھی بڑی چاہت ہے مگر سونے سے اور زیادہ محبت ہے۔ بہرحال قبر کو بھی شانِ ریاست کے لئے دلکش ہونا لازم سے مستثنیٰ ہے۔

کہنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ دولت و ثروت کی چاہ آج مسلمان میں سب سے زیادہ ہے۔ اب اگر کوئی سوشلسٹ اسلام کے نظریۂ سیاست کی طرف متوجہ ہو تو اس کی نظر مسلمان پر پہلے پڑے گی کہ جو لوگ اس نظریۂ سیاست کو اپنائے ہوئے ہیں وہ خود حد درجہ حریص اور سرمایہ پرست ہیں۔

آج دنیا میں متعدد مسلم آبادیوں کی حکومتیں ہیں جن میں کچھ کو یہ فخر ہے کہ اُن کی حکومت اسلامی حکومت ہے۔ لیکن کیا یہ بات دنیا سے پوشیدہ ہے کہ کسی بھی اسلامی حکومت کا دستور العمل قرآن نہیں ہے۔ وہ کون سی اسلامی حکومت ہے جہاں غریب و امیر کا امتیاز نہ ہو۔ جہاں مزدور کو

ساتھ عزت مانا جاتا ہو، جہاں رشوت ستانی عام نہ ہو۔ ایسی اسلامی حکومت کہاں ہے جہاں ارباب حکومت کے لئے تقویٰ کی شرط ضروری ہو۔ وہ اسلامی حکومت کدھر ہے جہاں غریب کے پیٹ بھرنے کی ضمانت ہو، جہاں اقتدار کی ہوس نہ ہو، جہاں عہدہ داروں کے انتخاب میں رشتہ داری کو اہمیت نہ ہو، جہاں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی آزادی ہو

اسلام کو نظریہ حیات اور نظریہ سیاست سمجھ کر دیکھنے والا یہ غور کریگا کہ قرآن نے جو اصول حکومت بتائے ہیں وہ غیر مسلم ریاستوں میں مسلمان ریاستوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہیں۔ مسلمان حکومتوں میں تو آزادی رائے کا گلا گھونٹ دیا جاتا ہے۔ وہاں تو صرف کشت و خون ہے۔ ہر سارجنٹ صدر حکومت بننا چاہتا ہے۔ کسی مسلمان حکومت میں عدل و انصاف قرآن کے بموجب نہیں۔ جو عصبیت جس کے خلاف اسلام ابھر کر آیا تھا وہ سب سے زیادہ مسلمانوں میں پائی جاتی ہے۔ عراقی کو مصری سے نفرت ہے۔ مصر کو بھی سعودی سے دشمنی ہے۔ ایرانی اور ترکی کے دشمن تمام عرب ہیں۔

ان حالات میں کسی سے یہ کیسے کہا جائے کہ اسلامی نظریہ سیاست کو اپناؤ۔ اس سے کیسے کہا جائے کہ دنیا میں مسلمان تو کروڑوں ہیں مگر قرآن پر عمل کرنے والا ایک نہیں۔ اس لئے جب اسلام کے اصولوں کی بات ہو تو مسلمانوں کے عمل کو مت دیکھو۔ جواب یہ ملے گا کہ پہلے مسلمان کو مسلمان کرو تب دوسروں کو دعوت دو۔

اگر مسلمان اسلامی اطوار اپنائے رکھتا۔ اگر وہ قرآن کو اپنا دستور مانتا

اور اس پر عمل پیرا ہوتا تو سارا زمانہ اسلام کی طرف رُخ کرتا مگر برخلاف اس کے مسلمان کے کردار کے سبب دنیا کو مسلمان سے نفرت ہے جس کی وجہ سے دنیا اسلام کو بدترین جماعت سمجھنے لگی۔

یہ سب کیوں ہے؟ مسلمان کے یہ حالات بالکل نہ ہوتے اگر اس وقت حضرت عثمان نے تقویٰ پر رشتہ داری کو فوقیت نہ دی ہوتی اور صرف اسلام کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے والوں کو مناصب حکومت عطا کئے جاتے۔

چلئے ایک غلطی ہوگئی تھی تو اس کا سدھارنا ممکن تھا۔ جب ان امراء سلطنت نے لوٹ کھسوٹ شروع کی تھی۔ جب وہ معروف کو منکر سے بدل رہے تھے تو فوراً ان کے خلاف سخت گیر پالیسی برتنی چاہئے تھی اور خصوصاً جب کہ عبادہ بن صامت کی شکایت آئی تھی۔ جب حضرت علیؓ ان کی توجہ معاویہ اور مروان کے کارناموں کی طرف دلاتے تھے۔ یا جب ابوذر کا مقدمہ آیا تھا تب انکو فوراً اصلاح کرنی چاہئے تھی۔ اگر وہ سمجھتے تھے کہ وہ اس مسئلہ میں کمزور ہیں اور اپنے رشتہ داروں کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکتے تو ان کو چاہئے تھا کہ منصب خلافت سے مستعفی ہو جاتے۔ خصوصاً جب بصرے، کوفے اور مصر کے لوگ شکایات لیکر آئے تھے اور ان سے گذارش کر رہے تھے کہ وہ منصب خلافت سے الگ ہو جائیں۔

منصب خلافت سے دست برداری اسلامی برادری میں کوئی معیوب بات نہیں تھی۔ حضرت ابوبکر نے مسند خلافت پر آنے کے بعد پہلی تقریر میں کہا تھا :-

میں تم لوگوں پر حکمراں بنایا گیا ہوں۔ حالانکہ میں تم میں سب سے بہتر آدمی نہیں ہوں۔ اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ میں نے یہ منصب اپنی طلب اور رغبت سے نہیں لیا۔ نہ میں نے چاہا کہ کسی دوسرے کے بجائے مجھ کو ملے اور نہ ہی میں نے کبھی اللہ سے اُس کے حصول کے لئے دعا کی تھی، نہ کبھی میرے دل میں اس کے لئے حرص ہوئی۔ میں نے اس کو تو انتہائے عجز سے قبول کیا ہے کہ مجھے مسلمانوں میں فتنۂ اختلاف اور عرب میں فتنۂ ارتداد برپا ہونے کا اندیشہ تھا۔ میرے لئے اس عہدے میں کوئی راحت نہیں ہے بلکہ یہ ایک عظیم بار ہے جو مجھ پر ڈالا گیا ہے جس کے اُٹھانے کی مجھ میں طاقت نہیں ہے علاوہ اس کے کہ اللہ میری مدد فرمائے۔ میں یہ چاہتا تھا کہ میرے بجائے کوئی اور یہ بار اُٹھالے۔ اب بھی اگر تم لوگ چاہو تو اصحاب رسول کریم میں سے کسی دوسرے کو اس کام کے کرنے کے لئے منتخب کر لو۔ میری بیعت تمہاری راہ میں حائل نہ ہو گی۔ تم لوگ اگر مجھے رسول اکرم کے معیار پر جانچو گے اور مجھ سے وہ توقعات رکھو گے جو حضور سے رکھتے تھے تو میں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ اس لئے کہ وہ شیطان سے محفوظ تھے اور اُن پر آسمان سے وحی نازل ہوتی تھی۔ اگر میں ٹھیک کام کروں تو میری مدد کرو۔ اگر غلط کام کروں تو مجھے سیدھا کر دو۔ سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت۔ تمہارے درمیان جو کمزور

ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے یہانتک کہ مجھے اللہ توفیق دے کہ میں اس کا حق اس کو دلواؤں۔ تم میں سے جو طاقتور ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے یہانتک کہ اگر اللہ توفیق دے تو میں اُس سے حق وصول کروں۔ کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی قوم اللہ کی راہ میں جدوجہد چھوڑ دے اور اللہ اس پر ذلت کو سوار نہ کر دے۔ اور کسی قوم میں فحش باتیں پھیلیں اور اللہ اُس قوم کو عام مصیبت میں مبتلا نہ کر دے۔ میری اطاعت کرو جبتک میں اللہ و رسولؐ کا مطیع رہوں۔ اور اگر میں اللہ و رسولؐ کی نافرمانی کروں تو تم پر میری کوئی اطاعت نہیں ہے۔ میں پیروی کرنے والا ہوں۔ کوئی نئی راہ نکالنے والا نہیں ہوں"

(طبری جلد ۲ ص ۴۵۰ - ابن ہشام - السیرۃ النبویہ جلد ۲
ص ۳۱۱ - کنز العمال جلد ۵ - ح ۲۲۶۱ - ۲۲۶۴ - ۲۲۶۸ -
۲۲۷۸ - ۲۲۹۱ - ۲۲۹۹ -)

آپ نے یہ بھی اسی تقریر میں فرمایا کہ اگر میں سیدھا چلوں تو میری مدد کرو۔ اگر ٹیڑھا ہو جاؤں تو مجھے سیدھا کر دو۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے منبر پر کہا تھا کہ میں نے اپنے عمّال کو اس لئے نہیں بھیجا ہے کہ وہ تم کو ماریں اور تمہارا مال چھینیں بلکہ اس لئے بھیجا ہے کہ تمہیں تمہارے دین اور نبیؐ کا راستہ دکھائیں۔ (ابو یوسف کتاب الخراج ص ۱۱۵۔
مسند ابو داؤد۔ طیالسی ح ۵۵۔ ابن الاثیر جلد ۳ ص ۳۰۔ طبری جلد ۳۔ ص ۲۷۳)

ایک مرتبہ حضرت عمر نے مجمع کو مخاطب کرکے پوچھا کہ

".. اگر میں بعض معاملات میں ڈھیل دوں تو تم کیا کرو گے۔ اس پر بشر بن سعد نے جواب دیا کہ اگر آپ ایسا کرینگے تو ہم آپ کو تیر کی طرح سیدھا کر دینگے۔ اس پر حضرت عمر نے کہا کہ تب تو تم کام کے لوگ ہو" (کنز العمال ج ۵ - ح نمبر ۱۴۱۴۲)

مندرجہ بالا باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر خلیفہ وقت غلطی کرے تو اس پر نکتہ چینی مسلمان کا حق ہے۔ اور اگر وہ اس کے بعد بھی نہ اصلاح کرے تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس کو سیدھا کر دیں ۔ ظاہر ہے کہ ٹیڑھے تیر کو سیدھا کرنے میں تشدد اور طاقت کو استعمال کرنے کی ضرورت ہے۔ اس بنا پر حضرت عثمان کو یا تو اپنی غلطی مان لینی چاہیے تھی اور اپنے افراد کو معزول کر کے سزائیں دینی چاہئے تھیں۔ اور اگر کسی جذباتی کمزوری کی بناء پر یہ ممکن نہ تھا تو حضرت ابوبکر کے قول کے مطابق مسلمانوں کو یہ حق تھا کہ خلیفہ کو تبدیل کر دیں اور اگر خلیفہ معزول ہونے پر نہ راضی ہو تو حضرت عمر کے قول کے مطابق وہ کام کے لوگ ہوئے جو خلیفہ کو تیر کی طرح سیدھا کر دیں۔

بہر حال معزولی کا مطالبہ کرنے والے بصرے، کوفے اور مصر کے نمائندے تھے۔ اگر خلافت میں جمہوریت کو کوئی اہمیت ہے تو خلیفہ وقت کو اندازہ لگا لینا چاہیئے تھا کہ جمہور اسلام اُن کے خلاف ہو چکا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو مدینہ کی آبادی باہر سے آنے والوں سے زیادہ تھی۔ وہ لوگ باہر سے آنیوالوں کا مقابلہ کرکے مار بھگاتے۔ اس کتاب کا مقصد یہ نہیں ہے کہ

علاوہ ابوذر رضی اللہ عنہ معاشیات اسلام کے کوئی دوسری بحث کی جائے ورنہ یہ موضوع وسیع ہے۔ احاطۂ موضوع کو قصیر کرنے ہی کی خاطر اس میں اقوال و افعال و اعمال درج کئے گئے ہیں وہ صرف عہد حضرت عثمان تک کے ہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت علیؓ کے اولی الامر ہونے کے بارے میں نہ اقوال کا ذکر ہے نہ عمل کا اور نہ ہی معاویہ کی معروف سے منکر اور منکر سے معروف کو بدلنے کی وہ ہزاروں باتیں درج کی گئی ہیں جو انھوں نے حضرت عثمان کے عہد کے بعد بحیثیت خود مختار گورنر دمشق یا بحیثیت خلیفۃ المسلمین کیں۔

حضرت عثمان نے اصلاح کی نہیں یہانتک کہ کنبہ پروری پر نثار ہو گئے۔ اُنھوں نے ابوذر کو سزا دی کہ وہ لوگوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض اور حق یاد دلاتے تھے اور دنیا کو اسلامی معاشیات اور اسلامی نظریہ حکومت کی طرف متوجہ کرتے تھے۔ حضرت عثمان معصوم تو مانے نہیں جاتے۔ غلطی ہوئی مگر مسلمانوں کی اصلاح اس لئے ناممکن سی نظر آتی ہے کہ حضرت عثمان کی غلطی کو غلطی نہیں کہا جاتا۔ ہر تاریخی بات کو مان تو لیا جاتا ہے مگر یا تو بعد میں کچھ لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہاں حضرت عثمان کی یہ ایک کمزوری تھی۔ بہر حال وہ صحابی رسول خلیفہ ثالث تھے، رضی اللہ عنہ تھے۔ اور کچھ لوگ یہ ماننے کو تیار ہی نہیں کہ اُن سے غلطی ہوئی۔ یا تو اُن کی غلطی پر خطائے اجتہادی کی مہر لگا دی جاتی ہے۔ یا یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ وہ جلیل القدر صحابی تھے۔ یا غنی تھے۔ بھلا ہماری کیا مجال جو اُن کی شان میں یہ گستاخی کریں کہ اُن کی غلطی کو غلطی کہیں۔ اور کچھ وہ ہیں جو اُن کے ہر فعل کو فعل حق کہتے ہیں۔

اور اسی وجہ سے معاویہ کی ہر کارستانی کو حق بجانب کہتے ہیں۔ معاویہ کو بھی وہی درجہ عطا ہو گیا ہے۔ وہ بھی رضی اللہ عنہ، وہ بھی خلیفۃ المسلمین، وہ بھی امیر المومنین ہو گئے۔

انھیں عقائد اور انھیں ہٹ دھرمیوں کی وجہ سے آجتک مسلمان ہیں اصلاح لہر آئی ہی نہیں۔ وہ ساری دنیا کی نگاہ میں ایک ذلیل قوم ہو کر رہ گیا۔

ہم کس منہ سے کسی سے یہ کہیں۔ سوشلسٹ بننے کی ضرورت نہیں۔ کمیونسٹ بننے کی حاجت نہیں۔ بس اسلامی نقطۂ نگاہ اپناؤ اور ایسی حکومت کی بنا ڈالو جو تابع قرآن ہو۔ اگر ہم نے یہ ہمت کی تو وہ کہے گا کہ آؤ تم کو دمشق کے محل دکھاؤں۔ کیا یہی اصول قرآن ہے کہ عہدہ دار اللہ کے مال کو اپنے آپ پر خرچ کریں۔ وہ تاریخ میں مذکور حوالے دیگا کہ مسلمانوں کا خلیفہ تو آیا ہوا خمس اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کرتا ہے۔ وہ کہیگا کہ مسلمانوں میں تو جب کوئی حاکم بنایا جاتا ہے تو صرف اپنے رشتہ داروں کو چن چن کر عہدے دیتا ہے۔

وہ یاد دلائے گا کہ مسلمانوں کا خلیفہ کسی عہدہ دار کی شکایت پر اُلٹا شکایت کرنے والے کو سزا دیتا ہے۔

کوئی غیر مسلم تو درکنار آج کسی مسلمان سے کہئے کہ تم کو سوشلسٹ بننے کی کیا ضرورت۔ تم کمیونسٹ کیوں بنتے ہو۔ تم تو مسلمان ہو جس کے پاس ایک مکمل آئین ہے۔ تو وہ جواب دیگا کہ اسلام تو ایک مذہب ہے اور مذہب کو سیاست سے لگاؤ نہیں۔ اور اگر اسے یقین بھی دلایا گیا کہ اسلام میں مکمل سیاسی دستور ہے تو اس کی نظر ماضی پر جائیگی کہ تین

لوگوں کی وہ عزت کرتا ہے، جنھیں وہ رضی اللہ کہتا ہے آنھوں نے قرآن پر کیونکر عمل کیا۔

ایک سیاسی جماعت، جماعت اسلامی ہے جو کم از کم یہ اعلان کرتی ہے کہ اگر وہ اقتدار میں آئی تو اُس کی حکومت قرآن کے مطابق ہوگی۔ اور وہ حکومت کے معاملات میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علیؑ کی تاسی کریگی لیکن سوال یہ ہوتا ہے کہ ان چاروں کی ایک ساتھ پیروی نہیں کی جاسکتی۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے جو نظائر قائم کئے تھے اُن کی حضرت عثمان نے صریحی خلاف ورزی کی اور حضرت علیؑ نے تو خلافت ثالثہ قبول کرنے سے انکار ہی اس لئے کر دیا تھا کہ وہ پہلے اور دوسرے خلیفاؤں کی تاسی نہ کرینگے۔

پھر کیا جماعت اسلامی جب حضرت عثمان کی تاسی کریگی تو صدر حکومت اپنے رشتہ داروں کو عہدے کیوں نہ دے گا۔ حضرت عثمان کی تاسی کے تحت تو جب کسی عامل کی شکایت آئے تو سزا شکایت لانے والے کو دینی پڑے گی۔

یہ بھی سوال ہوتا ہے کہ اگر حضرت علیؑ کی بھی تاسی کی گئی تو حضرت علیؑ کے معاویہ کے بارے میں خیالات کا کیا ہوگا۔ مسلمان تو معاویہ کو بھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ ایسی صورت میں حضرت علیؑ کی تاسی کیسے کریگی۔

غرض یہ کہ ابوذر کے ساتھ جو ناانصافی ہوئی وہ اتنی سخت تھی کہ آج تک نہ صرف مسلمان اس کا خمیازہ بھگت رہا ہے بلکہ دنیا نعمت نظام قرآنی سے محروم ہے۔ اگر ابوذر کی بات مان لی گئی ہوتی اور ناکارہ عہدہ داروں کو

سزا دی گئی ہوتی تو حضرت عثمان کا قتل نہ ہوتا۔ عوام کی فلاح ہوتی۔ غیر مسلم اس دنیا میں جنت حاصل کرتے۔ سلسلۂ خلافت اسلامی ختم نہ ہوتا۔ اور اسلامی حکومت کی مساوات و عدل دیکھکر، عوامی خوشحالی پہ نظر کرکے ساری دنیا نظام اسلامی کو اپنا تی اور دنیا جنت بنجاتی۔

چلئے جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ "دیر آید درست آید" صحیح ہے۔ کسی نظریئے کے لئے تیرہ سو سال کا عرصہ کوئی بہت بڑا عرصہ نہیں ہوا۔ اصلاح ہر وقت ممکن ہے۔ مگر اصلاح صرف اس صورت میں ہو سکتی ہے کہ ہم اچھے اور برے میں امتیاز کریں۔ پہلے غلطی کا اعتراف کیا جائے۔ صداقت کو تسلیم کیا جائے۔ اگر کسی حکومت میں حاکم اعلیٰ کے لئے یہ عیب کی بات ہے کہ وہ چُن چُن کر تمام عہدے اپنے اقرباء کو دے تو کہیئے کہ حضرت عثمان نے یہ غلط کیا۔ اگر کسی نظام کے لئے یہ بُری بات ہے کہ حاکم اعلیٰ پبلک فنڈ کو اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کرے تو مانئے کہ حضرت عثمان نے غلطی کی۔ اگر کسی سلطنت کے لئے یہ بات غلط ہے کہ حاکم اعلیٰ اپنے اہلکاروں کے خلاف شکایات سنکر کوئی کارروائی نہ کرے تو تسلیم کیجئے کہ حضرت عثمان سے غلطی ہوئی۔ اگر کسی سیاسی نظام کے تحت بر ملا کہ خلاف آواز اٹھانے کی آزادی کو ختم کرنا خلاف اصول ہے تو منظور کیجئے کہ ابو ذر حق پر تھے اور اُن کے خلاف جو فیصلہ ہوا وہ غیر عادلانہ ہوا۔

اس مسئلہ کو چھوڑیئے کہ صحبت رسول میں بیٹھنے والا ہر شخص قابل تقلید ہے ورنہ آپ کو مسلم کی بھی تقلید کرنی پڑیگی جو نا ممکن ہے۔ ولید بن عقبہ کی بھی پیروی کرنی پڑیگی۔ ابو سفیان کی بھی ماتحتی کرنی پڑیگی۔ پھر اگر کسی مسلمان حکومت

میں کوئی صوبہ بغاوت کرے تو اُسے بُرا نہ کہیے بلکہ کہیے کہ یہ تاسی معاویہ ہے۔

خود منصف بنیے - قرآن کو دستور بنائیے - ابوذر کا مقدمہ سنیئے اور فیصلہ کیجیئے کہ ابوذر غلطی پر تھے یا سچائی پر۔ سزا ابوذر کو ملنی چاہیے تھی کہ معاویہ کو۔ اور انصاف سے فیصلہ کر کے آج وہ سماج بنائیے کہ حتی الامکان آپ خود قرآن پر عمل کریں - دولت کے انبار نہ لگائیے، حرص سے دُور رہئیے مال کو قرآن پر فوقیت نہ دیجیئے - عدل کو ہمیشہ اپنا اصول بنائیے۔ انسان کو صرف اُس کے کردار سے فضیلت دیجیئے - سرمایہ دار کے سامنے خوشامدانہ سجدے نہ کیجیئے۔

یقیناً اس صورت میں مسلمان ایک حسین قوم کی حیثیت سے نظر آئیں گے - ہزاروں عیوب کا خود بخود ہو جائیں گے - غریب و امیر کا امتیاز مٹ جائیگا - جہیز کی لعنت ختم ہو جائیگی۔

اور جب مسلم سوسائٹی صرف قرآن پر عامل ہوگی تو وہ ایک قابلِ رشک قوم ہوگی - دنیا کو خود تلاش ہوگی کہ وہ کون سی کتاب ہے جو اس قوم کو فرشتہ بنائے ہوئے ہے - دنیا جب خود بخود آپکی طرف متوجہ ہوگی تو اسلام خود بخود پھیلنے لگے گا - آج کے سوشلسٹ اور کمیونسٹ خیال رکھنے والے آپ کی طرف دوڑیں گے اور مجبور ہوں گے کہ قرآن کا مطالعہ کریں۔ یقیناً اس کے بعد وہ فلاحِ انسانی کی خاطر دنیا سے کہیں گے کہ خوشحال سماج کے لئے ضروری ہے کہ ساری دنیا مسلمان ہو جائے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورة الزخرف - آيات ٢٣-٢٤-٢٥

وَكَذٰلِكَ مَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ إِلَّا قَالَ
مُتْرَفُوْهَا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلٰى أُمَّةٍ وَّإِنَّا عَلٰى آثَارِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ۝
قَالَ أَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِأَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ آبَاءَكُمْ قَالُوْا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ
بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ع

سورة الفجر آيات ١٨-١٩-٢٠-

وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۙ وَتَأْكُلُوْنَ التُّرَاثَ
أَكْلًا لَّمًّا ۙ وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ؕ

سورة البلد - آيات ٥-٦-٧-

أَيَحْسَبُ أَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ أَحَدٌ ۘ يَقُوْلُ أَهْلَكْتُ مَالًا
لُّبَدًا ؕ أَيَحْسَبُ أَنْ لَّمْ يَرَهٗ أَحَدٌ ؕ

سورة العلق - آيات ٦-٧-

كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَيَطْغٰى ۙ أَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ؕ

سورة الهود - آيت ٨٧-

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ أَصَلٰوتُكَ تَأْمُرُكَ أَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا
أَوْ أَنْ نَّفْعَلَ فِيْ أَمْوَالِنَا مَا نَشٰؤُا ؕ إِنَّكَ لَأَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ۝

سورۃ اللھب - آیت ۲ -

مَآ أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُۥ وَمَا كَسَبَ ط

سورۃ المومنون - آیت ۶۴ - ۶۵ - ۶۶ -

حَتَّىٰٓ إِذَآ أَخَذْنَا مُتْرَفِيهِم بِٱلْعَذَابِ إِذَا هُمْ يَجْـَٔرُونَ ۝ لَا تَجْـَٔرُوا۟
ٱلْيَوْمَ إِنَّكُم مِّنَّا لَا تُنصَرُونَ ۝ قَدْ كَانَتْ ءَايَٰتِى تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَكُنتُمْ
عَلَىٰٓ أَعْقَٰبِكُمْ تَنكِصُونَ لا

سورۃ آل عمران - آیت ۱۳۱ -

تُفْلِحُونَ ۝ وَٱتَّقُوا۟ ٱلنَّارَ ٱلَّتِىٓ أُعِدَّتْ لِلْكَٰفِرِينَ ۝

سورۃ الزخرف - آیت ۳۱ -

وَقَالُوا۟ لَوْلَا نُزِّلَ هَٰذَا ٱلْقُرْءَانُ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنَ ٱلْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ ۝

سورۃ القصص - آیت ۵ -

وَنُرِيدُ أَن نَّمُنَّ عَلَى ٱلَّذِينَ ٱسْتُضْعِفُوا۟ فِى ٱلْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ
أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ ٱلْوَٰرِثِينَ لا

سورۃ الھود - آیت ۱۱۶ -

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ ٱلْقُرُونِ مِن قَبْلِكُمْ أُو۟لُوا۟ بَقِيَّةٍ يَنْهَوْنَ عَنِ
ٱلْفَسَادِ فِى ٱلْأَرْضِ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّنْ أَنجَيْنَا مِنْهُمْ ۗ وَٱتَّبَعَ ٱلَّذِينَ ظَلَمُوا۟

مَا اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۝

سورۃ التوبہ - آیت ۸۶ -

وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ
اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ۝

سورۃ التوبہ - آیت ۹۳ -

اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا
مَعَ الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

سورۃ الھود - آیت ۱۵ - ۱۶ -

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا
لَا يُبْخَسُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا
صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

سورۃ القلم - آیات ۲۲ تا ۳۱ -

اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ۝ فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ۙ
اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ۝ وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ۝ فَلَمَّا
رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ۝ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ۝ قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ
لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ۝ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ
يَّتَلَاوَمُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ۝

سورۃ المعارج آیات ١٥ تا ١٨ ۔

كَلَّا ۖ إِنَّهَا لَظَىٰ ۝ نَزَّاعَةً لِّلشَّوَىٰ ۝ تَدْعُو مَنْ أَدْبَرَ وَتَوَلَّىٰ ۝ وَجَمَعَ فَأَوْعَىٰ ۝

سورۃ المزمل ۔ آیات ١١ ۔ ١٢ ۔ ١٣ ۔

وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيلًا ۝ إِنَّ لَدَيْنَا أَنكَالًا
وَجَحِيمًا ۝ وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَعَذَابًا أَلِيمًا ۝

سورۃ ق ۔ آیات ٢٢ ۔ ٢٣

وَقَالَ قَرِينُهُ هَٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيدٌ ۝ أَلْقِيَا فِي جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيدٍ ۝

سورۃ التوبہ آیت ٦٩ ۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَ
بِئْسَ الْمَصِيرُ ۝ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ
إِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا ۚ وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِن فَضْلِهِ ۚ
فَإِن يَتُوبُوا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۖ وَإِن يَتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ عَذَابًا أَلِيمًا فِي الدُّنْيَا
وَالْآخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۝

سورۃ العدیات آیات ٨ تا ١١ ۔

وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ ۝ أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُورِ ۝
وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ ۝ إِنَّ رَبَّهُم بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيرٌ ۝

*

سورة المنٰفقون - آيات ١٠-١١-

وَأَنفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ
لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُن مِّنَ الصَّالِحِينَ ۝ وَلَن يُؤَخِّرَ
اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا ۚ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝

سورة الزخرف - آيات ٣٣-٣٤-٣٥-

وَلَوْلَا أَن يَكُونَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَن يَكْفُرُ بِالرَّحْمَٰنِ
لِبُيُوتِهِمْ سُقُفًا مِّن فِضَّةٍ وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُونَ ۝ وَلِبُيُوتِهِمْ أَبْوَابًا وَسُرُرًا
عَلَيْهَا يَتَّكِئُونَ ۝ وَزُخْرُفًا ۚ وَإِن كُلُّ ذَٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ
وَالْآخِرَةُ عِندَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِينَ ۝

سورة محمد آيت ٢٨-

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اتَّبَعُوا مَا أَسْخَطَ اللَّهَ وَكَرِهُوا رِضْوَانَهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ۝

سورة الشعراء آيات ١٢٨-١٢٩-

أَتَبْنُونَ بِكُلِّ رِيعٍ آيَةً تَعْبَثُونَ ۝ وَتَتَّخِذُونَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ
تَخْلُدُونَ ۝

سورة التكاثر

أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝
ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ ۝ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ ۝

ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ ۙ ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ۝

سورة القصص آيات ٧٨ تا ٨٥ -

قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِنْدِي ۚ أَوَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ أَهْلَكَ مِنْ
قَبْلِهِ مِنَ الْقُرُونِ مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَأَكْثَرُ جَمْعًا ۚ وَلَا يُسْأَلُ عَنْ
ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ ۝ فَخَرَجَ عَلَىٰ قَوْمِهِ فِي زِينَتِهِ ۖ قَالَ الَّذِينَ يُرِيدُونَ
الْحَيَاةَ الدُّنْيَا يَا لَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَا أُوتِيَ قَارُونُ إِنَّهُ لَذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ۝ وَقَالَ
الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللَّهِ خَيْرٌ لِمَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقَّاهَا
إِلَّا الصَّابِرُونَ ۝ فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِدَارِهِ الْأَرْضَ فَمَا كَانَ لَهُ مِنْ فِئَةٍ
يَنْصُرُونَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِينَ ۝ وَأَصْبَحَ الَّذِينَ تَمَنَّوْا
مَكَانَهُ بِالْأَمْسِ يَقُولُونَ وَيْكَأَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ
وَيَقْدِرُ ۖ لَوْلَا أَنْ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ۖ وَيْكَأَنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ ۝
تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۚ
وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ۝ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِنْهَا ۖ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ
فَلَا يُجْزَى الَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ إِنَّ الَّذِي فَرَضَ
عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلَىٰ مَعَادٍ ۚ قُلْ رَبِّي أَعْلَمُ مَنْ جَاءَ بِالْهُدَىٰ وَمَنْ
هُوَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝

سورۃ آل عمران آیت ١٩٥ -

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِنْكُمْ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ
أُنْثَىٰ ۖ بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْضٍ ۖ فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ

وأوذوا في سبيلي وقاتلوا وقتلوا لأكفرن عنهم سيئاتهم ولأدخلنهم
جنات تجري من تحتها الأنهار ثوابا من عند الله ۗ والله عنده
حسن الثواب ۝

سورة البقرہ - آیات ٢٦٨ - ٢٦٩ -

الشيطن يعدكم الفقر ويأمركم بالفحشاء ۚ والله يعدكم مغفرة
منه وفضلا ۗ والله واسع عليم ۝ يؤتي الحكمة من يشاء ۚ ومن يؤت
الحكمة فقد أوتي خيرا كثيرا ۗ وما يذكر إلا أولوا الألباب ۝

سورة الحشر آیت ٧

ما أفاء الله على رسوله من أهل القرى فلله وللرسول ولذي
القربى واليتامى والمساكين وابن السبيل كي لا يكون دولة بين
الأغنياء منكم ۚ وما آتاكم الرسول فخذوه ۚ وما نهاكم عنه فانتهوا ۚ
واتقوا الله ۖ إن الله شديد العقاب ۝

سورة الحديد - آیت ٧ -

آمنوا بالله ورسوله وأنفقوا مما جعلكم مستخلفين فيه ۖ
فالذين آمنوا منكم وأنفقوا لهم أجر كبير ۝

سورة الانفال - آیت ٦٠ -

وأعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون

بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ
اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَ
اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝

سورۃ البقرۃ - آیت ٢٥٤ -

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا
بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

سورۃ البقرۃ - آیات ٢٦٢ تا ٢٦٥ -

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ
مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ
عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ
صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ۭ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا
تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَاۗءَ
النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ
تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ۭ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰي شَيْءٍ مِّمَّا
كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ
اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۢ
بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا
وَابِلٌ فَطَلٌّ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝

سورۃ اللیل آیات ۱۸ تا ۲۱

الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ ۝ وَمَا لِأَحَدٍ عِندَهُ مِن نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰ ۝
إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ ۝ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ ۝

سورۃ الذاریات آیت ۱۹-

وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ۝

سورۃ المعارج - آیت ۲۴-۲۵-

وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ ۝ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ۝

سورۃ التوبہ آیات ۳۴-۳۵-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ
أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۝ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ
الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ
أَلِيمٍ ۝ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ
وَظُهُورُهُمْ ۝ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ ۝

سورۃ الہمزہ

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۝ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ ۝ يَحْسَبُ أَنَّ
مَالَهُ أَخْلَدَهُ ۝ كَلَّا لَيُنبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝
نَارُ اللَّهِ الْمُوقَدَةُ ۝ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ ۝ إِنَّهَا عَلَيْهِم مُّؤْصَدَةٌ ۝ فِي عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝

سورہ الیل - آیات ۱۱-۱۲-

وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّى ۞ إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَى ۞

سورہ آل عمران آیت ۱۱۷-

مَثَلُ مَا يُنْفِقُونَ فِي هَذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ أَصَابَتْ
حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ فَأَهْلَكَتْهُ ۚ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَكِنْ أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۞

سورۃ الحدید آیت ۱۰-

وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ
لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ۚ أُولَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً
مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا ۚ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى ۚ وَاللَّهُ
بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۞

سورۃ الفرقان آیت ۶۷-

وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ
غَرَامًا ۞ إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ۞ وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا
وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا ۞

سورۃ الاعراف آیت ۳۱-

يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا
تُسْرِفُوا ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ۞

سورۃ آل عمران آیت ۹۲۔
لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ
فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ۝

سورۃ البقر۔ آیت ۲۱۹۔
یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ ؕ قُلْ فِیْهِمَاۤ اِثْمٌ كَبِیْرٌ وَّمَنَافِعُ
لِلنَّاسِ ۫ وَاِثْمُهُمَاۤ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ وَیَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ ؕ
قُلِ الْعَفْوَ ؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۝

سورۃ البقر۔ آیت ۹۵۔
وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ وَاَحْسِنُوْا ۛ
اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ۝

سورۃ البقر۔ آیات ۳-۴-۵۔
اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ
یُنْفِقُوْنَ ۝ۙ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ
قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ ۝ اُولٰٓىِٕكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ
وَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

سورۃ البقر۔ آیت ۲۶۷۔
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّاۤ اَخْرَجْنَا

لكم من الأرض ولا تيمموا الخبيث منه تنفقون ولستم
بآخذيه إلا أن تغمضوا فيه ۚ واعلموا أن الله غني حميد ○

سورۃ البقرہ - آیات ۲۷۲ تا ۲۷۴ -

ليس عليك هداهم ولكن الله يهدي من يشاء ۗ وما
تنفقوا من خير فلأنفسكم ۚ وما تنفقون إلا ابتغاء وجه الله ۚ
وما تنفقوا من خير يوف إليكم وأنتم لا تظلمون ○ للفقراء الذين
أحصروا في سبيل الله لا يستطيعون ضربا في الأرض يحسبهم الجاهل
أغنياء من التعفف تعرفهم بسيماهم ۚ لا يسألون الناس إلحافا ۗ
وما تنفقوا من خير فإن الله به عليم ○ الذين ينفقون أموالهم
بالليل والنهار سرا وعلانية فلهم أجرهم عند ربهم ولا
خوف عليهم ولا هم يحزنون ○

سورۃ الانفال آیت ۳ - ۴ -

الذين يقيمون الصلوة ومما رزقنهم ينفقون ○ أولئك هم المؤمنون
حقا ۚ لهم درجت عند ربهم ومغفرة ورزق كريم ○

سورۃ یٰسین - آیت ۴۷ -

وإذا قيل لهم أنفقوا مما رزقكم الله ۙ قال الذين كفروا للذين آمنوا
أنطعم من لو يشاء الله أطعمه ۖ إن أنتم إلا في ضلل مبين ○

✲

سورۃ البقرہ - آیات ۱ تا ۳۔

الٓمّٓ ۝ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ
يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝

سورۃ البقرہ - آیت ۲۱۵ -

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلْ مَا اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَ
الْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ
بِهٖ عَلِيْمٌ ۝

سورۃ البقرہ - آیت ۲۶۱ -

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ
فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝

سورۃ القصص آیت ۵۴ -

اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَ
مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝

سورۃ السجدہ آیات ۱۵-۱۶ -

فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً اَوَ
لَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ۝ فَاَرْسَلْنَا
عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰی وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ○

سورة السباء، آیت ۳۷۔

مَا اَمْوَالُكُمْ وَلَا اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰۤى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ
صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ○

سورة السباء، آیت ۳۹۔

قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ؕ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ
مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ○

سورة الفاطر آیات ۲۹ - ۳۰۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ
سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ○ لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ
اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ○

سورة الشوری آیت ۳۸۔

وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○

سورة الزخرف - آیت ۳۲۔

اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا
بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ○

سورۃ القصص - آیت ۷۷ -

وَابْتَغِ فِیْمَآ اٰتٰکَ اللّٰہُ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ وَلَا تَنْسَ نَصِیْبَکَ مِنَ الدُّنْیَا وَاَحْسِنْ کَمَا
اَحْسَنَ اللّٰہُ اِلَیْکَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِی الْاَرْضِ ط اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ ۝

سورۃ الروم آیت ۳۸ -

فَاٰتِ ذَی الْقُرْبٰی حَقَّہٗ وَالْمِسْکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ ط ذٰلِکَ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ
یُرِیْدُوْنَ وَجْہَ اللّٰہِ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

سورۃ الرعد - آیت ۲۲ -

وَالَّذِیْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْہِ رَبِّہِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ
سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً وَّیَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَۃِ السَّیِّئَۃَ اُولٰٓئِکَ لَھُمْ عُقْبَی الدَّارِ ۝

سورۃ بنی اسرائیل - آیات ۲۶ - ۲۷ -

وَاٰتِ ذَی الْقُرْبٰی حَقَّہٗ وَالْمِسْکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ۝ اِنَّ
الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ۝ وَکَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّہٖ کَفُوْرًا ۝

سورۃ الحج - آیت ۳۵ -

اَلَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَالصّٰبِرِیْنَ عَلٰی مَآ اَصَابَھُمْ
وَالْمُقِیْمِی الصَّلٰوۃِ لا وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝

سورۃ المؤمنون آیات ۱ تا ۴ -

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ٥ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ لا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ٥
وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ ٥

سورۃ الحدید - آیت ١١ -

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهُ لَهُ وَلَهُ أَجْرٌ كَرِيْمٌ ٥

سورۃ الحدید - آیت ١٨ -

إِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقَاتِ وَأَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيْمٌ ٥

سورۃ الصف - آیت ١١ -

تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ
إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ لا

سورۃ التغابن - آیات ١٦ - ١٧ -

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَأَطِيْعُوْا وَأَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّأَنْفُسِكُمْ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهِ
فَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ٥ إِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ٥

سورۃ آل عمران - آیت ١٧ -

الصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْأَسْحَارِ ٥

سورۃ التوبہ - آیت ٦٠ -

إنما الصدقات للفقراء والمساكين والعاملين عليها والمؤلفة قلوبهم وفي
الرقاب والغارمين وفي سبيل الله وابن السبيل فريضة من الله والله عليم حكيم ۝

سورة آل عمران آیت ۱۳۴ -
الذين ينفقون في السراء والضراء والكاظمين الغيظ والعافين عن الناس والله يحب المحسنين

سورة آل عمران - آیت ۱۸۰ -
ولا يحسبن الذين يبخلون بما آتاهم الله من فضله هو خيرا لهم بل هو شر لهم
سيطوقون ما بخلوا به يوم القيامة ولله ميراث السماوات والأرض والله بما تعملون خبير ۝

سورة التوبه - آیت ۲۴ -
قل إن كان آباؤكم وأبناؤكم وإخوانكم وأزواجكم وعشيرتكم وأموال اقترفتموها
وتجارة تخشون كسادها ومساكن ترضونها أحب إليكم من الله ورسوله و
جهاد في سبيله فتربصوا حتى يأتي الله بأمره والله لا يهدي القوم الفاسقين ۝

سورة التوبه - آیت ۱۱۴ -
وما كان استغفار إبراهيم لأبيه إلا عن موعدة وعدها إياه فلما تبين
له أنه عدو لله تبرأ منه إن إبراهيم لأواه حليم ۝

سورة الحجرات - آیت ٦ -
يا أيها الذين آمنوا إن جاءكم فاسق بنبإ فتبينوا أن تصيبوا قوما بجهالة

فَتُصْبِحُوا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝

سورۃ الحجرات - آیت ۱۳ -

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۚ اِنَّ
اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝

سورۃ الزمر - آیت ۹ -

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ
قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۗ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

سورۃ بنی اسرائیل ۲۶ - ۲۷ -

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ
كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۖ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۝

سورۃ التوبہ - آیت ۳۴ -

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ
بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۗ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ
وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝

سورۃ البقرہ - آیت ۱۷۷ -

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ

آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ
ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ
وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ
فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ

سورۃ الکہف - آیات ٣٢ تا ٤٢ -

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا
بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ۝ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْئًا وَّ
فَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ۝ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ
مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ۝ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ
اَبَدًا ۝ وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا
مُنْقَلَبًا ۝ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ
ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ۝ لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ۝
وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ
مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ۝ فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا
حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ۝ اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ
لَهٗ طَلَبًا ۝ وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ
عَلٰى عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ۝

سورۃ المریم - آیت ٧٤ -

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِئْيًا ۝

سورۃ المائدہ - آیت ۲۸ -

لَئِنْ بَسَطْتَ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ
لِاَقْتُلَكَ ج اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ○

سورہ صٓ - آیت ۲۶ -

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ
وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ○

سورۃ النساء - آیت ۵۸ -

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا لا وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ
النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ط اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ○

سورۃ النساء - آیت ۱۳۵ -

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى
اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ج اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا
فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ج وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا
تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ○

سورۃ الحدید - آیت ۲۵ -

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ

النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَأَنزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ
اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ ۚ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝

سورۃ المائدہ آیت ۲ -

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ
وَلَا الْقَلَائِدَ وَلَا آمِّينَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّن رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا
وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا ۚ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ أَن صَدُّوكُمْ عَنِ
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَن تَعْتَدُوا ۘ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا
عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝

سورۃ التوبہ - آیت ۶۷ -

الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُهُم مِّن بَعْضٍ ۚ يَأْمُرُونَ بِالْمُنكَرِ
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ ۚ نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ ۗ إِنَّ
الْمُنَافِقِينَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝

سورۃ التوبہ - آیت ۷۱ -

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ
اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ

سورۃ المائدہ - آیات ۷۸-۷۹ -

لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَىٰ لِسَانِ دَاوُودَ وَعِيسَى ابْنِ
مَرْيَمَ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ ۝ كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ
مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۝

سورۃ الاعراف - آیت ۱۶۵ -

فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ أَنْجَيْنَا الَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوءِ وَأَخَذْنَا الَّذِينَ
ظَلَمُوا بِعَذَابٍ بَئِيسٍ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۝

سورۃ آل عمران - آیت ۱۱۱ -

لَنْ يَضُرُّوكُمْ إِلَّا أَذًى وَإِنْ يُقَاتِلُوكُمْ يُوَلُّوكُمُ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ ۝

سورۃ آل عمران - آیات ۱۰۴-۱۰۵ -

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ
عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا
مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝

سورۃ التوبہ - آیت ۱۱۲ -

التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ
السَّاجِدُونَ الْآمِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُونَ
لِحُدُودِ اللَّهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ۝